کلامِ دبیرؔ (جلد سوم)

طالعِ مہر

کلام عاطلۂ عطاردؔ

(دبیرؔ کا غیر منقوطہ کلام)

تحقیق، تدوین، تشریح

ڈاکٹر سید تقی عابدی

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۰۴ء

نام کتاب : طالعِ مہر (کلامِ عاطلہ عطارد)

تحقیق تدوین و تشریح : ڈاکٹر سید تقی عابدی

ناشر : سید محمد علی معظم رضوی

اظہار سنز، ۱۹۔ اردو بازار، لاہور۔ پاکستان

فون: ۷۲۳۰۱۵۰

طابع : سید اظہار الحسن رضوی

مطبع : اظہار سنز پرنٹرز، لاہور فون: ۷۲۰۷۶۱

قیمت :

فہرست

۱	رومیں ہے رخشِ عمر		۵
۲	شجرہ مرزا دبیر		۷
۳	انتساب		۹
۴	وجہ تالیف		۱۱
۵	مرزا دبیر کا زندگی نامہ		۱۳
۶	مرزا دبیر یکتائے فنِ زمان		۸۶
۷	مرزا دبیر مشاہیر عالم کی نظر میں		۸۸
۸	مختصر تجزیہ کلام حاطلۂ دبیر		۱۰۰
۹	رباعیات		۱۲۱
۱۰	قطعہ منقبتی	ع: علام ہر اک علم کا اور مدادِ الہام	۱۲۸
۱۰	سلام	ع: مسطور اگر کمال ہو سرو امام کا	۱۲۹
۱۱	قطعہ تاریخ	ع: عالِم کامل محرمِ اسرار کا لامع ہوا	۱۳۵
۱۲	معروف مرثیہ	ع: مہرِ علم سروز اکرم ہوا طالع	۱۳۷
۱۳	متنازعہ مرثیہ	ع: ہم طالع ہما مرا وہم رسا ہوا	۱۷۳
۱۴	مختصر حالات زندگی نصرت مدد		۲۳۲
۱۵	رباعیات وسلام۔ نصرت مدد	ع: ولا مداح سردارِ امم ہو	۲۳۵
۱۶	مرثیہ یعقوب علی نصرت مدد	ع: مداح ہوا کلک امام دوسرا کا	۲۴۱
۱۷	کتابیات		۲۷۰

رو میں ہے رخشِ عمر

نام	:	سید تقی حسن عابدی
ادبی نام	:	تقی عابدی
تخلّص	:	تقی
والد کا نام	:	سید سبط نبی عابدی منصف (مرحوم)
والدہ کا نام	:	سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
تاریخ پیدائش	:	یکم مارچ ۱۹۵۲ء
مقام پیدائش	:	دہلی (یو پی) ہندوستان
تعلیم	:	ایم بی بی ایس (حیدر آباد، انڈیا)
		ایم ایس (برطانیہ)
		ایف سی اے پی (یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا)
		ایف آر سی پی (کینیڈا)
پیشہ	:	طبابت
ذوق	:	شاعری تنقید اور ادبی تحقیق
شوق	:	مطالعہ اور تصنیف
قیام	:	ہندوستان، ایران، برطانیہ، نیویارک اور کینیڈا
شریک حیات	:	گیتی
اولاد	:	دو بیٹیاں (معصوما اور رویا)، دو بیٹے (رضا اور مرتضیٰ)

انتساب

میری پہلی معلّمِ مرثیہ

مادرگرامی

سنجیدہ بیگم مرحومہ

کی محبتوں کے نام

تصانیف : شہید (۱۹۸۲ء) جوشِ مودّت (۱۹۹۹ء)
گلشنِ رویا (۲۰۰۰ء) رموزِ شاعری (۲۰۰۰ء)
تجزیہ یادگارِ انیسؔ (۲۰۰۲)
عروسِ سخن (۲۰۰۰ء) اقبالؔ کے عرفانی زاویے (۲۰۰۱ء)۔
انشاء اللہ خان انشا (۲۰۰۱) اظہارِ حق (۲۰۰۳)
مجتہدِ نظم مرزا دبیرؔ (۲۰۰۴)
سلکِ سلام دبیرؔ (۲۰۰۴)

زیرتالیف : ذکرِ دُرباران، تجزیہ شکوہ جواب شکوہ، دبیرؔ کی مثنویات،
رباعیات دبیرؔ

وجہ تالیف

اولاً ع: وائے بر جانِ سخن گر بہ سخن داں نہ رسد

ثانیاً
اگر بینم کہ نابینا و چاہ ست
وگر خاموش بنشینم گناہ ست

ثالثاً
دَر نوشتن صرف کردم روزگار
من نمانم خط بماند یادگار

ع: قلم ایں جا رسید و سر بشکست

سیّد تقی عابدی

مرزا دبیر کا زندگی نامہ

نام : مرزا سلامت علی

تخلّص : دبیر

عطارد (غیر منقوط کلام میں عطارد تخلّص استعمال کیا ہے)

میر ضمیر نے تخلّص دبیر تجویز کیا اور کہا "بر دبیران روشن ضمیر مخفی و محجب نماند" اور مسکرا کر بولے: "صاحبزادے! میں نے اپنے نفس و نام پر تم کو مقدم کر دیا۔"

ثابت لکھنوی کہتے ہیں کہ "میں نے بہت سے تذکرے دیکھے۔ ایک تخلّص کے کئی شاعر نظر آئے مگر دبیر تخلّص، مرزا صاحب سے پہلے کسی شاعر کا، مجھے نظر نہیں آیا۔" منشی مظفر علی خان اسیر کہتے ہیں: ـ

شاعرانِ حال کیا مضمون تو باندھیں اسیر
ڈھونڈتے ہیں یہ تخلّص بھی کہیں ملتا نہیں

حکایت : گیارہ بارہ برس کی عمر میں دبیر کے والد نے میر ضمیر مرحوم کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ بندہ زادہ ہے اس کو مداحیِ اہلِ بیت کا شوق ہے۔ میر ضمیر نے فرمایا: کچھ سناؤ! مرزا صاحب نے یہ قطعہ پڑھا: ـ

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے
کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس میں شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

یہ سن کر میر ضمیرؔ اور تمام حاضرین پھڑک گئے۔ کوئی صاحب بول اُٹھے:

''صاحب زادے! ماشاء اللہ! چشم بدُور! بلا کی طبیعت پائی ہے۔''

لطیفہ: جناب مفتی صاحب کے روبرو ''انیسیے'' اور ''دبیریے'' جھگڑ رہے تھے۔ ہر شخص اپنے ممدوح کے کلام کو پڑھ کر اُس کی خوبیاں بیان کر کے اسے دوسرے پر ترجیح دے رہا تھا ''دبیریے'' نے کہا اور باتیں تو چھوڑیں، ایک تخلّص ہی کو دیکھیے! کس قدر عظمت اور برکت نمایاں ہے۔ اُس کے وزن پر کس کثرت سے تخلّص ہیں اور اسی کثرت سے مرزا صاحب کے شاگرد بھی ہیں: مشیرؔ، منیرؔ، مطیرؔ، نظیرؔ، سفیرؔ، قدیرؔ، ظہیرؔ، وزیرؔ، امیرؔ، خبیرؔ، نصیرؔ، صغیرؔ، حقیرؔ، فقیرؔ، کبیرؔ وغیرہ۔ وہاں کیا ہے؟ ڈھاک کے تین پات! انیسؔ، نفیسؔ، سلیسؔ آگے بڑھیے تو جلیسؔ۔ مفتی صاحب نے کہا تخلّص تو اُدھر بھی بہت ہو سکتے ہیں، پھر سنانا شروع کیا: انیس، بیس، اکیس، بائیس...... اڑتالیس تک۔ حاضرین یہ سن کر بے اختیار ہنسے اور جھگڑا ختم ہوا۔

تاریخ ولادت: ۱۱۔ جمادی الاوّل ۱۲۱۸ ہجری (''مخزنِ دبیرؔ'' مادّۂ تاریخ ولادت: ۱۲۱۸ھ ہے) مطابق ۲۹ اگست ۱۸۰۳عیسوی۔

مقامِ ولادت: دہلی، محلہ بلی ماراں متّصل لال ڈگی۔

والد: مرزا غلام حسین۔

دادا: مرزا غلام محمد۔

جد: مُلا ہاشم شیرازی نثار، جو شیخ محمد امامی شیرازی کے برادرِ حقیقی تھے۔

نوٹ: ملا امامی شیرازی، ایران کے مشہور شاعر تھے۔ ان کی مثنوی ''سحرِ حلال'' ایران میں مقبول تھی۔ اس مثنوی کی صنعت گری یہ ہے کہ اس کو دو بحروں میں پڑھ سکتے ہیں اور ہر شعر میں دو قافیے ہیں، یعنی یہ مثنوی ذوبحرین اور ذوقافیتین مع التجنیس ہے۔ اس مثنوی کی دو بحریں یہ ہیں:

(۱)	بحرِ رمل مُسدّس محذوف	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
(۲)	بحر سریع مُسدّس مستوی	مفتعلن	مفتعلن	فاعلن

مثنوی "سحرِ حلال" کے دو شعر نمونے کے طور پر پیش ہیں:

اے ہمہ عالم بر تو بی شکوہ   رفعتِ خاکِ درِتو بیشِ کوہ
ساقی ازاں شیشۂ منصور دم   در رگ و در ریشۂ من صور دم

ملّا محمد اہلی نے چوراسی (۸۴) سال زندگی کی اور شہر شیراز میں حافظ شیرازی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات ۹۴۲ ہجری مطابق ۱۵۳۵ عیسوی ہے۔ ملّا میرک نے تاریخ وفات کہی:

سالِ نوتش زخرد جستم و گفت
بادشاہِ شعرا بود اہلی   (۹۴۲ ہجری)

مرزا دبیر نے اپنی ایک رباعی میں اپنے جد کی تصنیف "سحرِ حلال" پر یوں فخر کیا ہے

کب غیر کے مضموں پہ خیال اپنا ہے   الہامِ خدا شریک حال اپنا ہے
اک یہ بھی ہے اعجاز امۂ کا دبیر   دنیا میں سخن "سحرِ حلال" اپنا ہے

شہید حضرت قاضی سیّد نور اللہ شوستری نے اپنی تصنیف "مجالس المؤمنین" میں اہلی کا تذکرہ اکابر شعراءِ عجم میں کیا۔ اہلی شیرازی کا دیوانِ غزلیات بھی یادگار ہے۔ مصنف "المیزان" سیّد نظیر الحسن فوق لکھتے ہیں کہ مرزا دبیر کے جد مرزا ہاشم شیرازی، فن انشا پردازی اور حسنِ تحریر مراسلات و مکاتبات منشیانہ میں وحید عصر، منشی کامل اور نثار ماہر تھے۔

شریکِ حیات: مرزا دبیر کی بیوی اُردو کے عظیم المرتبت شاعر سیّد انشاء اللہ خاں انشا کی حقیقی نواسی اور سیّد معصوم علی کی بیٹی تھی۔ مرزا دبیر کے فرزند اوج نے اس پر اپنے ایک شعر میں فخر بھی کیا ہے:

نانا ہیں مرے سیّد عالی نسب انشا
عاجز ہے خرد، اُن کے فضائل ہوں کب انشا

اولاد: ایک بیٹی اور دو بیٹے۔

الف: بیٹی سب سے بڑی تھی جو میر وزیر علی صبا کے فرزند میر بادشاہ علی بقا کی شریکِ حیات ہوئی۔ کہتے ہیں دبیر کی غزلوں کے دیوان، بقا اپنے گھر لے گئے،

چنانچہ جب ان کے گھر آگ لگی، دیوان خاکستر ہو گئے۔ بقاؔ غزل، سلام اور مرثیہ بھی کہتے تھے۔ ان کا کچھ کلام ''دفترِ ماتم'' کی جلدوں میں نظر آتا ہے۔ یہ مرزا صاحب کے ہمراہ عظیم آباد بھی تشریف لے گئے اور دبیرؔ کی مجلسوں میں پیش خوانی بھی کرتے تھے۔

ب: بڑے بیٹے مرزا محمد جعفر اوجؔ۔ ولادت ۱۸۵۳ء وفات ۱۹۱۷ء

نوٹ: مرزا اوجؔ اعلیٰ پائے کے مرثیہ نگار شاعر تھے۔ مرزا اوجؔ شاعری کے مجتہد تھے۔ انھوں نے مختلف نئے تجربات بھی کیے ان کے مراثی میں انشاؔ، دبیرؔ اور انیسؔ: تینوں کے محاسن ملتے ہیں۔ ''معراج الکلام'' میں شبلی نعمانی کا یہ قول نقل ہے: ''انصاف یہ ہے کہ آج مرزا اوجؔ سے بڑھ کر نہ کوئی شاعر ہے، نہ مرثیہ گو۔'' مرزا اوجؔ نے نوجوانی ہی میں ''مقیاس الاشعار'' تحریر کی، جو فنِ شاعری عروض قافیہ و تاریخ گوئی کی بلند معیار کتاب ہے جس کے متعلق داغؔ دہلوی نے فرمایا تھا ''آج علمِ عروض کا ماہر، مرزا اوجؔ سے بڑھ کر کوئی ہندوستان میں نہیں۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا اوجؔ نے ''قواعدِ حامدیہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جو اُردو رسم الخط کی اصلاح اور تسہیل سے متعلق تھا۔ انجمن ترقی اُردو نیز مختلف افراد نے جو اُردو املا میں اصلاحیں تجویز کیں، ان کا محرک یہی رسالہ تھا۔ حیدرآباد دکن کی مجلسوں میں آصف سادس میر محبوب علی خان نظامِ دکن مسلسل شریک ہوتے تھے۔ نظام دکن کا سلام مرزا اوجؔ نے اصلاح دے کر پڑھا تو نظامِ دکن نے باآوازِ بلند کہا: ''مرزا صاحب! آپ واقعی یکتائے فن ہیں۔'' مرزا اوجؔ نے چھیاسٹھ (٦٦) سال کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ج: چھوٹے بیٹے مرزا محمد ہادی حسین عطاردؔ تھے۔ ولادت: ۱۸۵٦ء وفات: ۱۸۷۳ء

نوٹ: مرزا محمد ہادی حسین عطاردؔ عین شباب کے عالم میں (۲۰) برس کی عمر میں ۱۲۹۰ ہجری میں یکایک تخمہ (gasteroentritis) کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر

گئے۔ مبتدی شاعر تھے سلام کہتے تھے۔ ان کے سلام ''دفترِ ماتم'' کی جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ مولوی علی میاں کاملؔ نے تاریخ وفات کہی: ع: شد عطاردؔ مکین بیتِ نعیم: ۱۲۹۰ہجری

عطاردؔ کی موت کا بڑا اثر دبیرؔ پر ہوا۔ آنکھوں کی بینائی نورِنظر کے ساتھ جاتی رہی۔ رات میں جو کچھ گھنٹے سوتے، وہ بھی نورِنظر کے داغ کی نذر ہو گئے۔

بھائی بہن: ایک بڑے بھائی اور دو بڑی بہنیں۔ مرزا صاحب سب سے چھوٹے تھے۔

بڑے بھائی مرزا غلام محمد نظیرؔ، وفات ۱۲۹۱ہجری۔ اگرچہ نظیرؔ عمر میں بڑے تھے لیکن مرزا دبیرؔ کے تقدّس و کمال کے سبب سے مرزا صاحب کا ایسا ادب کرتے تھے جیسے چھوٹے بھائی کرتے ہیں۔ ثابتؔ لکھنوی لکھتے ہیں: نظیرؔ کے سیکڑوں سلام اور سو سے زیادہ مرثیے ہیں۔

راقم کو نظیرؔ کے ۲۷ سلام ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں میں ملے۔ نظیرؔ کا ایک مشہور مرثیہ: ''ہر آہ علم ہے یہ عزاخانہ ہے کس کا'' نول کشور کی جلدِ دبیرؔ میں شائع ہوا ہے۔ نظیرؔ کے انتقال پر دبیرؔ نے انیسؔ کے قطعۂ تاریخی میں اپنی قلبی کیفیت کا اظہار یوں کیا ہے:

وا دریغا عینی و دینی دو بازویم شکست

بے نظیرؔ اوّل شدم امسال و آخر بے انیسؔ

تعلیم و تربیت: مرزا دبیرؔ نے تمام کتب رائج درسیہ عربی اور فارسی باقاعدہ پڑھی تھیں۔ جملہ علومِ معقول اور منقول میں مہارت حاصل تھی۔ پروفیسر حامد حسن قادری کہتے ہیں: ''مرزا دبیرؔ نے عربی اور فارسی کی تعلیم فضیلت کی حد تک حاصل کی تھی۔'' ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی ''دبستانِ دبیرؔ'' میں لکھتے ہیں: ''مرزا صاحب کی علمی حیثیت بہت بلند تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ تمام علومِ عقلی اور نقلی پر حاوی تھے اور طبقہ علما میں شمار کیے جاتے تھے۔'' دبیرؔ چونکہ بہت ذہین تھے، اِس لیے اٹھارہ انیس سال میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

اساتذہ: (۱) مولوی غلام ضامن صاحب فاضلِ دوراں سے ابتدائے شباب میں صرف ونحو، منطق، ادب اور حکمت کا درس لیا۔

(۲) مولوی میر کاظم علی صاحب عالمِ دین سے دینیات، تفسیر واصول وحدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

(۳) ملّا مہدی صاحب مازندرانی اور مولوی فدا علی صاحب اخباری کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

(۴) شاعری میں تقریباً دس سال میر ضمیؔر کی شاگردی کی۔ ضمیؔر لکھنوی کو خود اس پر فخر تھا کہ وہ دبیؔر کے استاد ہیں۔ اس مضمون کو انھوں نے اپنی ایک رباعی میں یوں پیش کیا ہے:

پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیؔر آیا ہے
اب کہتے ہیں استادِ دبیؔر آیا ہے
کردی مری پیری نے مگر قدر سوا
اب قول یہی ہے سب کا پیر آیا ہے

(۵) مرزا دبیؔر کی اوسط عمر میں میر عشقؔ مرحوم نے بھی مرثیوں میں مشاقی بہم پہنچائی ہے، اس کا اعتراف شادؔ عظیم آبادی نے کیا ہے۔

مذہب: مسلمان۔ (شیعہ اثناعشری محتاط اُصولی)

نوٹ: ثابتؔ لکھنوی ''حیاتِ دبیؔر'' حصۂ اوّل میں لکھتے ہیں: ''ازبس کہ مرزا دبیؔر کے کئی استاد اخباری تھے، بعض حضرات مرزا صاحب کو اخباری مسلک سمجھتے تھے مگر مرزا صاحب ایک محتاط اصولی شیعہ تھے۔''

شغل: شاعری اور ادب (حکمت سے دلچسپی رکھتے تھے)۔

شکل وصورت: ثابتؔ لکھنوی اور شادؔ عظیم آبادی نے دبیؔر کو بڑھاپے میں دیکھا تھا۔ ثابتؔ لکھنوی کہتے ہیں: ''پکا سانولا رنگ، کسی قدر کشیدہ قامت، ماتھا بڑا، کثرتِ سجود سے ماتھے پر سجدے کا نشان، آنکھیں بڑی بڑی گول دوانگشتی ڈاڑھی، بڑی

پاٹ دار آواز۔"

شاد عظیم آبادی "پیمبرانِ سخن" میں لکھتے ہیں: "مرزا دبیر خوب صورت نہ تھے۔ رنگ بہت کالا تو نہ تھا مگر سانولا بھی نہیں کہہ سکتے۔ آنکھیں بڑی اور گول تھیں۔ ان میں سرخی کے ڈورے، ہونٹ بڑے تھے، پیشانی اونچی تھی، سر کے بال نہایت کم اور چھدرے تھے، ڈاڑھی بالکل مورچہ پر تھی، خط بھی بنتا تھا، مونچھیں کسی قدر نمایاں تھیں مگر کتری ہوئی، اس پر مازو کا خضاب، قد و قامت متوسط، نہ بہت جسیم نہ دُبلے تھے۔"

تصویر: مرزا دبیر کی جو تصویر مشہور ہے، وہ مجہول ہے لیکن مرزا صاحب کے بیان شدہ حلیے کے بہت قریب ہے۔ لب و ناک و نقشہ اس تصویر کا، مرزا اوج اور مرزا رفیع سے ملتا جلتا ہے۔ تصویر کے بارے میں مولفِ "حیات دبیر" لکھتے ہیں: "میں نے کوششِ بلیغ کی کہ لکھنؤ میں یا کہیں، مرزا صاحب کی قلمی یا عکسی تصویر مل جائے مگر نا کام رہا۔ مرزا اوج صاحب اور بعض معمر احباب کی زبانی معلوم ہوا کہ فوٹو کا مسئلہ علمائے اسلام میں مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب نے اپنی تصویر نہیں کھچوائی، حالانکہ شاہی فوٹو گرافر مشکور الدولہ مرحوم، مرزا صاحب مرحوم کے فدائی شاگرد نے بہت چاہا مگر مرزا صاحب تصویر کھچوانے پر راضی نہ ہوئے، یہ ممکن ہے کہ کسی نے کلکتہ، پٹنہ، بنارس۔ اور کھجوہ وغیرہ میں ان کی بغیر اجازت فوٹو لے لیا ہو۔"

نواب حامد علی خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا لکھنوی نے تقریباً تمام ہندوستان کے مشہور اُردو اخباروں میں خطوط شائع فرمائے اور اپنی جیب سے تصویر لانے والے کو پچاس روپیہ دینا چاہا مگر تصویر دستیاب نہ ہوئی۔

مرزا دبیر کے مرنے کے چند سال بعد ایک یورپ کے علم دوست نے مرزا صاحب کی تصویر تلاش کی لیکن تصویر اُس کو بھی نہ ملی۔

بہر حال، ان تمام اشکالات اور حقائق کے باوجود ہم مرزا دبیر کی مشہور تصویر ہی کو

ان کی قلمی یا عکسی تصویر کا متبادل سمجھنے پر مجبور ہیں۔

آواز: مرزا دبیر کی آواز پاٹ دار اور پر تاثر تھی۔ ان کی آواز میں گداز شامل تھا لیکن حاسدین، مرزا دبیر کی آواز کو بھی نام رکھتے تھے، چنانچہ دبیر اپنی ایک رباعی میں کہتے ہیں:

جب شاہِ نجف معین و ناصر ہوئے
کیوں سب میں نہ ممتاز یہ ذاکر ہوئے
آواز ہے بھاری تو ہو پر بات یہ ہے
مجلس میں سخن نہ بارِ خاطر ہوئے

لباس: بقول شاد عظیم آبادی: ''دامن دار کوٹ اور بڑے گھیر کا کرتا، کبھی تن زیب، کبھی جامدانی پہنتے تھے۔ گرمیوں میں عمدہ مشروع کا مہری دار پاجامہ اور سفید جرابیں۔ سر پر باریک کام کی چکن کی پانچ گوشے والی ٹوپی، بغیر قالب کی اور جیسی کہ اس زمانے میں ایک جدید رسم سر گوشہ جالی لوٹ کے رومال اوڑھنے کی نکلی تھی، جب کہیں تشریف لے جاتے تھے، پاؤں میں زرروزی رنگ کٹھیلا بھاری کام کا جوتا، ہاتھ میں مرشد آبادی جریب، انگلیوں کے ناخنوں میں مہندی کا رنگ۔ بڑے بڑے عقیق کے نگوں کی تین چار انگوٹھیاں بھی پہنا کرتے تھے۔ جاڑوں میں بیشتر شالی دگلا، شالی رومال یا عمدہ دوشالہ، سر پر لکھنؤ کی پنج گوشہ ٹوپی۔

ثابت لکھنوی لکھتے ہیں: ''سر پر گول پنج گوشیہ ٹوپی، جسم میں اندر شلوکا، اوپر ڈھیلا کرتہ جو گھٹنوں سے نیچا ہوتا ہے، اُس کے نیچے ڈھیلا پاجامہ اور پاجامے کے نیچے ایک جانگیہ ہمیشہ پہنے رہتے تھے، پاؤں میں کٹھیلا جوتا۔

غذا: دبیر دن میں صرف ایک وقت تو دس بجے کے لگ بھگ غذا تناول کرتے تھے، رات میں صرف چائے پیتے تھے۔ آخر عمر میں جب سخت علیل رہنے لگے تو طبیبوں کی رائے سے دو وقت غذا کر دی تھی، چونکہ نمازِ شب میں دقت اور تکلیف ہوتی تھی، اس لیے پھر رات کی غذا ترک کر دی تھی۔ شاد عظیم آبادی لکھتے ہیں:

"میٹھے چاولوں اور بالائی سے بہت رغبت تھی۔ اُن کا دسترخوان اس سے خالی نہ رہتا تھا۔ غذا کھانے کے بعد آرام کرتے تھے اور پانچ بجے کے قریب بیدار ہوا کرتے تھے۔ شب کو بارہ بجے کھانا کھا کے دو بجے تک آرام کرتے تھے۔

نظام الاوقات: مرزا دبیرؔ وقت کے بڑے پابند تھے۔ ہر کام اور عبادت کا وقت مقرر تھا۔ نمازِ صبح کا سلسلہ دو گھڑی دن چڑھے ختم ہوتا تھا، پھر کھانا کھاتے تھے۔ دوپہر کو اکثر اپنے شاگردوں کے کلام پر اصلاح دیتے تھے اور خود بھی کہہ لیتے تھے۔ سرِ شام سے رات کے نو بجے تک وہ نمازِ مغربین اور تعقیبات سے فارغ ہوتے تھے، پھر رات کے بارہ بجے تک احباب اور شاگردوں کا ہجوم رہتا تھا، علمی چرچے اور شعری بحثیں ہوتیں۔ آدھی رات کو جب یہ مجمع برخاست ہو جاتا تو مرزا صاحب نمازِ شب میں مصروف ہو جاتے تھے اور بعد میں شعر کہتے۔ ثابتؔ لکھنوی لکھتے ہیں کہ ٹھیک حال نہیں معلوم کہ رات میں کس وقت سے کس وقت تک سوتے تھے، لیکن شادؔ عظیم آبادی نے بتایا ہے کہ شب کو بارہ بجے کھانا کھا کر دو بجے رات تک آرام کرتے۔ آخرِ شب تہجد پڑھ کر مرثیے کی تصنیف شروع ہوتی تھی جو صبح تک جاری رہتی۔ مرزا صاحب دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد بھی آرام کرتے تھے۔

آدابِ محفل: مرزا دبیرؔ کی رہائش گاہ عالی شان کوٹھی نہ تھی بلکہ معمولی مکان تھا جہاں پر دن رات احباب اور شاگردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ بڑے بڑے شہزادے، حکام آپ کے گھر پر تشریف لاتے اور علمی اور شعری مباحث میں شریک ہوتے۔ مرزا صاحب، جب کوئی کسی کی غیبت کرتا، تو اُس کو فوراً روک دیتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ میر انیسؔ صاحب کے خلاف کوئی بات کر سکے۔ وہ اس معاملے میں بہت حساس تھے۔

شادؔ کہتے ہیں: گھر کے صدر میں ایک بڑا سا گاؤ، جاڑوں میں اونی بڑا قالین، گرمیوں میں بہت بڑی سوزنی بچھی ہوتی تھی۔ آگے ایک فیض آبادی بڑا

صندوقچہ سیاہ رنگ کا اور پیتل کی بڑی دوات اور چند واسطی قلم دھرے رہتے تھے۔ پائین میں ہر وقت ایک خدمت گار پگڑی باندھے منتظر حکم کھڑا رہتا تھا۔ جب کوئی مہمان وارد ہوتا، علیٰ قدر مراتب کسی کا لبِ فرش تک استقبال کرتے، کسی کے لیے کھڑے ہو کر تعظیم کرتے، جھک کر سلام کرتے اور ہاتھ جوڑ کر مزاج پوچھتے۔ غربا اور حاجت مند کو بھی بیٹھے بیٹھے سلام نہیں کرتے تھے بلکہ کچھ خمیدہ پشت ضرور ہو جاتے۔ گھنٹے دو گھنٹے کے اندر دو تین دفعہ خاص دان میں گلوریوں کا دور ہو جاتا تھا۔ تین چار بندگڑگڑیوں کے حقے، چاندی کے چمبر کے ساتھ، صحبت میں موجود رہتے تھے۔ اکثر عطر دان الائچیوں اور ڈلیوں کا بھی دور ہو جاتا تھا۔ باتیں آہستہ آہستہ اور قدرے مسکراہٹ کے ساتھ کرتے تھے۔ جب مذاقِ شاعری کے لوگ ہوتے تو کبھی کبھی محاورے کی نسبت، کبھی کسی غیر معمولی وزن والے شعر کی نسبت باتیں ہوتیں، احیاناً کوئی شک واقع ہوتا تو فنِ عروض کی کتابیں کھولی جاتی تھیں۔

حافظہ: مرزا دبیر کا حافظہ بلا کا تھا۔ واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو چالیس پچاس سالہ پرانی باتیں اچھی طرح یاد تھیں۔ ہم قوتِ حافظہ کی دو حکایات یہاں بیان کرتے ہیں:

اوّل: مرزا صاحب سے دلگیر مرحوم کو بہت محبت تھی اور وہ بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ میر علی سوز خواں نے اپنے امام باڑے میں دلگیر کا کلام پڑھا۔ اس مجلس میں دبیر بھی موجود تھے۔ شام کو جب مرزا دبیر کے گھر پر بیٹھک ہوئی تو ایک مصاحب نے دلگیر کے مرثیے کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس مرثیے کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ جب تک میر علی سوز خواں اس کو دو تین سال پڑھ کر تقسیم نہ کریں گے۔ دلگیر صاحب کسی کو نہیں دیں گے۔ مرزا دبیر نے کہا کہ مرثیے کے کل پندرہ سولہ بند ہیں، اگر کسی کی قوتِ حافظہ اچھی ہو تو دو تین مرتبہ غور کر کے یاد کر سکتا ہے۔ پھر مرزا دبیر نے ایک ایک بند کر کے سب بند لکھوا دیے۔ اس حکایت سے دبیر کے حافظے کا پتا چلتا ہے۔

دوم: مرزا ظہور شاگردِ دبیر کہتے ہیں کہ ایک دن میر صفدر علی صفدر کے مرثیے پر دبیر اصلاح دے رہے تھے، چنانچہ تلوار کی تعریف کی ٹیپ ؎

سدِّ سکندری کو تپ لرزہ آئی تھی
دیوار قہقہہ بھی کھڑی تھرتھرائی تھی

کو یوں بدل دیا: ؎

سدِّ سکندری پہ جو بھڑکی گھلا دیا
دیوار قہقہہ پہ جو کڑکی رُلا دیا

کوئی بیس پچیس برس بعد جب ظہور نے اسی کٹی ٹیپ کو اپنے مرثیے میں ضم کر کے مرزا صاحب کو سنایا تو آپ نے فرمایا: اس کو میں نے کبھی سن کر کٹوا دیا تھا۔ اس طرح دبیر کے حافظے نے ظہور کو حیرت میں ڈال دیا۔

خط: مرزا دبیر نہایت خوش خط اور زود نویس بھی تھے۔ آپ کا خط پختہ اور با قاعدہ تھا۔ مرزا صاحب کا خط اُس زمانے کے ایرانیوں کی روش پر تھا۔ وہ حرفوں پر کم نقطے دیتے تھے اور بعض حروف پر نقطے ہی نہیں دیتے تھے۔ حروف پر نقطے نہ ہونے کی وجہ سے مرثیوں کی نقلیں لیتے ہوئے بعض لفظوں کا کچھ کا کچھ ہو گیا، شاید یہ بھی وجہ تحریف ہو گی۔

مرزا دبیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخمس کا ایک ورق ہمارے بیان کا ثبوت ہے۔ شاد عظیم آبادی کہتے ہیں:

مرزا دبیر کے پاس ایک اچھے خط کا کاتب ضرور ملازم رہتا تھا۔ فرنگی محل کے ایک مولوی صاحب تیس روپے پر ملازم تھے۔ وہ خوش خط بھی تھے اور فارسی نثر رنگین لکھتے تھے۔ خود مرزا صاحب کا خط شفیعہ آمیز پختہ تھا۔

اخلاق و کردار: مرزا دبیر اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ محمدؐ و آلِ محمدؑ کی مداحی نے ان کے دل میں رحم، مروّت، سخاوت، عدالت، قناعت، متانت، صداقت، غیرت، خودداری اور جرأت کے ولولوں کو اس طرح ابھارا کہ وہ فرشتہ صفت انسان بن کر

ظاہر ہوئے۔

محمد حسین آزاد ''آبِ حیات'' میں لکھتے ہیں: ''دبیر کی سلامت روی، پرہیز گاری، مسافر نوازی اور سخاوت نے صنفِ کمال کو زیادہ تر رونق دی تھی۔''

مرزا رجب علی بیگ سرور ''فسانۂ عجائب'' میں لکھتے ہیں: ''اللہ کے کرم سے ناظم خوب، دبیر مرغوب نے بارِ احسان اہلِ دُوَل کا نہ اٹھایا۔''

شاد عظیم آبادی: دوسروں کی امداد کرنا، حاجت مندوں کی حاجت کو پورا کرنا، وہ عبادت تصور کرتے تھے۔

ثابت لکھنوی: مرزا دبیر فرماتے ہیں وہ آدمی نہیں ہے جو دوسروں کے کام نہ آئے۔

(الف) رحم و مروّت: حکایت: میر انیس کے ایک شاگرد نے مرزا دبیر سے خواہش کی کہ انھیں ملکہ زمانی کی مجلس میں پڑھوا دیجیے۔ مرزا دبیر نے اپنے پاس سے قیمتی شالے کپڑے انھیں پہنوائے، ایک پالکی میں خود اور دوسری میں ان کو سوار کرا کے سلطان عالیہ اور ملکہ زمانی سے تعریف کی اور پڑھوایا۔ دربار سے شالی رومال اور پانچ سو روپیا ملا۔ جب گھر واپس آ کر مرزا صاحب کے شالے کپڑے اتارنے لگے تو مرزا دبیر نے کہا: آپ نے شاہزادی کا ہدیہ تو قبول فرمالیا، اب اس فقیر کا ہدیہ کیوں رد کر رہے ہیں۔ پھر دبیر نے اُن شالی کپڑوں کے ساتھ دو سو روپے اپنے پاس سے دیے۔

حکایت: آگرہ کے وکیل جناب سیّد حسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ غدر کے بعد ایک سیّد صاحب مرزا دبیر کے پاس آئے اور کہا کہ آپ میرے ساتھ چل کر فلاں رئیس سے مجھے کربلائے معلی کے سفر کے لیے دوسو روپے دلوا دیجیے کیوں کہ رئیس میر انیس کے چاہنے والوں سے تھے، مرزا صاحب نے کہا کہ آپ میر صاحب سے سفارش لے لیجیے۔ لیکن سیّد صاحب نے بتایا کہ استخارے میں دبیر کا نام آیا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بھی دوبارہ استخارہ دیکھا تو اچھا آیا، چنانچہ فینس میں سوار ہو کر جب رئیس کے گھر گئے تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ جب چوکیدار نے

اطلاع دی، وہ فوراً دبیر صاحب سے ملنے باہر آئے اور پوچھا: حضور نے کیوں زحمت فرمائی؟ مرزا صاحب نے کہا: سیّد صاحب کربلا جانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انھیں دوسو روپے درکار ہیں۔ نواب صاحب اندر گئے اور چار سو روپے لا کر ان سیّد صاحب کو دے کر کہنے لگے یہ دوسو روپے تو آپ کے مطلوبہ ہیں اور دوسو روپے اس شکریے میں نذرِ سادات کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اس غریب خانے پر تشریف لائے۔

(ب) سخاوت: مرزا دبیر کی سخاوت کا ان کے مخالفین تک اقرار کرتے ہیں۔ وہ سخی ابن سخی تھے۔ ثابت لکھنوی نے لکھا ہے کہ ان کو سالانہ لاکھوں روپیا ملتا تھا اور وہ سب اہلِ حاجت میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اُردو ادب کے کسی شاعر کو اُن کے دور تک اتنا پیسا نہیں ملا۔

(ج) مہمان نوازی: مرزا صاحب بہت مہمان نواز تھے۔ ان کی مہمان نوازی کے قصے تمام ہندوستان میں مشہور تھے۔ اکثر باہر سے آنے والے علما اور باکمال افراد ان کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ کوئی مہمان بغیر کھانا کھائے یا بغیر حصولِ نقد وجنس نہیں جا سکتا تھا۔ پردیسیوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اگر مہمان کہیں علیحدہ ٹھہرتے تو غذا کے خوان بھجواتے تھے۔ جو لوگ باہر سے مرزا صاحب کی مجالس میں آتے تو انھیں بڑی عزت سے قریبِ منبر بٹھاتے تھے، جہاں لکھنؤ کے امیروں کو جگہ ملنا دشوار تھی۔

حکایت: ایک دفعہ امام باندی بیگم کے دولت کدے واقع پٹنہ پر سیّد امداد امام اثر صاحب ''کاشف الحقائق'' کے والد مرزا صاحب سے ملنے آئے۔ سردی کا موسم تھا لیکن موصوف معمولی لباس، یعنی ایک تن زیب کا کرتہ اور ایک تن زیب کا انگرکھا پہنے ہوئے تھے۔ مرزا صاحب سمجھے کہ کوئی مفلوک الحال ہیں جو گرم کپڑوں کی توفیق نہیں رکھتے ،صرف اسی قدر راز کھلا کہ سیّد ہیں، چنانچہ انھیں بلا کر ایک لکھنؤ کے فرد روئی دار اور اس پر پانچ روپیا رکھ کر کہا کہ میں مغل ہوں اور سادات کا غلام ہوں، یہ غلام کا ناچیز ہدیہ قبول فرمائیں۔ انھوں نے رضائی یہ کہ کر رکھ لی کہ

حضور کا تبرک میں عمر بھر رکھوں گا اور مرنے سے پہلے اپنی اولاد سے وصیت کروں گا کہ میرے کفن میں رکھ دیں، شاید غفور الرحیم اسی بہانے بخش دے۔ پانچ روپے یہ کہہ کر لوٹا دیے کہ مجھے اس کی حاجت نہیں، ورنہ ضرور رکھ لیتا۔ سیّد صاحب نے واپسی پر منشی فرزند احمد صغیر سے اس واقعے کا ذکر کیا۔ صغیر نے دوسرے وقت مرزا صاحب سے تخلیے میں عرض کیا کہ کل جنھیں رضائی مرحمت ہوئی، وہ خاندانی امیر ہیں۔ مرزا صاحب نے جواب دیا: مجھ سے غلطی ہوئی میں سمجھا کہ ان کے پاس سردی کے مقابلے کے لیے کوئی دگلا نہیں ہے۔

(د) **کمک وخیرات**: شاد کہتے ہیں: ''خفیہ سلوک کرنے میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ نادار اور حاجت مند گھیرے رہتے تھے۔ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ اکثر سونی راتوں کو تنہا گھر سے نکل گئے اور کسی شریف زادے، نادار غیرت دار کے گھر پہنچ کر چپکے سے کچھ دے آئے۔ کئی اپاہج نادار اور بیواؤں کو مشاہرے دیا کرتے تھے۔ اپنے خاندان والوں کو اپنے ساتھ لیے رہے۔ اگر کپڑے بنوا رہے ہیں تو پچاس جوڑے، ہر ایک کے لیے الگ الگ اہتمام کے ساتھ بنوا رہے ہیں، گویا تقریب ہے۔ ان کے بھائی مرزا غلام محمد نظیر کثیر العیال تھے۔ مرزا دبیر سب کو گلے سے لگائے رہے اور کل اخراجات اسی کشادہ پیشانی سے ادا کیے جیسے اپنے بیٹوں، بیٹی، داماد اور اُن کے بچوں کے لیے کر رہے ہیں۔

مرزا دبیر غدر کے بعد جب عظیم آباد پٹنہ جاتے تو دیکھتے اُن کے اکثر ملنے والے نہایت عسرت اور غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، چنانچہ مرزا دبیر اُن افراد کے لیے بنارس کے زریں اور ریشمی کپڑے لاتے اور ایسے دوستوں کو تحفے کے طور پر دیتے تھے۔ اگر کوئی صاحب دختر ہوتے تو کہتے: یہ میری بھتیجی کے جہیز میں شامل کر دیجیے۔

(ہ) **قناعت**: اگر چہ مرزا دبیر کی آمدنی لاکھوں میں تھی لیکن زندگی سادہ تھی، کیونکہ وہ اپنے لیے صرف ضروری خرچ رکھ لیتے اور باقی سب کچھ غربا میں تقسیم کر دیتے۔ شاد

عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''میں نے پہلے پہل جو مرزا صاحب کا گھر دیکھا تو محض بے مرمّت، صرف مٹی کی چھت کا ایک سائبان تھا جس میں خود بیٹھا کرتے تھے، اس کے علاوہ بھی دو چار گھر قریب تھے مگر ان کی شان کے لائق نہ تھے۔ مجھ کو تعجب ہوا کہ مرزا دبیرؔ کی فتوحات کم نہیں ہیں، کپڑوں کے تو ایسے شائق ہیں کہ گویا مقدرت سے زیادہ ہی پہنتے ہیں مگر گھر کیوں ایسا رکھا ہے۔ ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ کپڑے بیچنے والا آیا، آپ نے کچھ مشروع کچھ گل بدن کچھ ململ کچھ نین سکھ غرض متفرق قسم کے دس بارہ تھان، جو اس کے پاس موجود تھے، خرید کر فرمایا کہ دس تھان اس گل بدن کے، پانچ مشروع کے چودہ ململ وتن زیب کے، اس طرح ایک لمبی فہرست لکھوادی اور کہا کہ پہنچا دو! پھر شام کو کچھ چکن، کچھ تن زیب کے تھان دوسرے سے خرید کیے۔ ایک دفعہ دیکھا کہ ایک ٹوکرا بھر کر زنانی اور مردانی جوتیاں خرید کر منگائیں، تب یہ حال کھلا کہ خاندان بھر کو ہر چھٹے مہینے ضرور دیا کرتے تھے، خاندان والوں کے مشاہرے مقرر کر رکھے تھے، اس کے علاوہ بھی نقد دیا کرتے تھے، ایک دفعہ دس تولہ عطر مول لے کر چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں، قریب پچیس شیشیوں میں بھر کر اپنے خاندان والوں کو بھجوائیں، تب میں نے سمجھا کہ ایسا فیاض بزرگ کیوں کر اچھا گھر بنا سکتا ہے۔ ان کا خلق اور کمال ایسا تھا کہ بڑے بڑے نواب شہزادے اونچے درجے کے روسا اسی مختصر اور بے مرمّت گھر اور تنگ گلی میں آنا اپنا فخر سمجھتے تھے۔

(و) عدالت: عدالت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ کبھی کسی غریب کے مقابلے میں کسی امیر بد طینت کی طرف داری نہ کی کسی رئیس یا بادشاہ کی انھوں نے خوشامد نہ کی، کسی بادشاہ کو خداوند نہ کہا۔

جب مرزا دبیرؔ نے بادشاہ اودھ غازی الدین حیدر کے عزاخانے میں بادشاہ کی موجودگی میں منبر پر جا کر حمد و نعت و منقبت پڑھ کر یہ قطعہ پڑھا:

واجب ہے حمد وشکر جنابِ الہ میں　　فضلِ خدا سے آیا ہوں کس بارگاہ میں
مجھ سا گدا اور انجمنِ بادشاہ میں!　　چرچا یہ لوگ کرتے ہیں اس وقت راہ میں
ذرّے پہ چشمِ مہر ہے مہرِ منیر کو
حضرت نے آج یاد کیا ہے دبیر کو

پھر جو مرثیہ پڑھا، اُس کا مطلع ہے: ؎ ''داغِ غمِ حسینؑ میں کیا آب وتاب ہے۔'' چنانچہ جب مرثیے کے اس بند پر آئے تو بادشاہ رونے لگے اور اسے پھر پڑھوایا۔ بند یہ ہے:

جب روزِ کبریا کی عدالت کا آئے گا　　جبّار بادشاہوں کو پہلے بلائے گا
انصاف وعدل اُن سے بہت پوچھا جائے گا　　تو آج داد دینے کی کل داد پائے گا
گُل کر دیا ہے دونوں جہاں کے چراغ کو
لوٹا ہے تیرے عہد میں زہراؑ کے باغ کو

کہتے ہیں مرزا دبیرؔ تو مرثیہ پڑھ کر چلے گئے لیکن بادشاہ کو خوفِ خدا سے ساری رات نیند نہ آئی، صبح سویرے اپنے وزیر کو انصاف اور عدالت کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔

متانت خودداری: مشہور ہے کہ میر انیسؔ کی طرح جو وضع قطع مرزا دبیرؔ نے اپنائی تھی، اسے مرتے دم تک نبھاتے رہے۔ مشکل سے مشکل دور میں ہمیشہ سواری میں گئے۔ جب کہیں تشریف لے جاتے تو خاندان کے دو چار آدمی ساتھ ہوتے، ایک دو خدمت گار، چاندی کا خاص دان اور چھتری لیے سر پر پگڑی رکھے ساتھ رہتے تھے۔ مرزا دبیرؔ کی متانت ایسی تھی کہ بڑے بڑے صاحبانِ علم، مرزا صاحب کو اپنا قبلہ وکعبہ مانتے تھے۔ مرزا صاحب جن امور میں دبنا اور عجز کرنا غیر شرعی سمجھتے تھے، اُن میں کبھی کسی سے دب کر نہیں رہے۔ علامہ جائسی سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں واجد علی شاہ کے روبرو جب گئے تو باتوں میں انھوں نے معمولی سا لفظ ''خداوند''، جو اہلِ لکھنؤ کا تکیۂ کلام تھا، نہیں کہا۔ جب مجلس ختم ہونے پر بادشاہ

کے ایک مصاحب نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب کو لفظ خداوند کہنے میں کچھ اکراہ ہے تو بادشاہ نے اُس جانب توجہ نہ کی۔ دوسرے روز دبیر نے منبر پر یہ رباعی پڑھی تو بادشاہ نے اُس مصاحب سے مخاطب ہو کر کہا: دیکھا! شاعروں کو الہام ہوتا ہے:

نا داں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے دبیر
بندوں کو میں کس منہ سے خداوند کہوں

سرکارِ سلاطیں سے سروکار نہیں
جز مجلسِ مولا کوئی دربار نہیں
مدّاح ہوں میں امامؑ بے سر کا دبیر
سامان کیسا کہ سر بھی درکار نہیں

مرزا دبیر نے جب مرثیہ پڑھنا شروع کیا، اُس زمانے میں مرثیہ گو شعرا سوز خوانوں کے رحم وکرم پر رہتے تھے، کیوں کہ انہی سوز خوانوں کی بدولت ان کے مرثیے مشہور ہوتے تھے۔ مشہور ہے کہ اُس زمانے میں لکھنؤ کے مشہور سوز خواں میر علی صاحب، جو رشتے میں خواجہ میر درد کے سگے نواسے تھے، جس شاعر کا مرثیہ سوز سے پڑھتے، اُسے شہرت مل جاتی تھی۔ مرزا دبیر کی شہرت سُن کر میر علی صاحب نے دبیر کے تین مرثیوں: ع: "باغِ فردوس سے یہ بزمِ عزا بہتر ہے"
ع: "بخدا تاجِ سرِ عرشِ خدا ہے شبیرؑ"
ع: "جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ" کو حاصل کر کے پڑھا اور سارے لکھنؤ میں ان مرثیوں کی شہرت ہوگئی۔ اتفاق سے انہی مرثیوں میں سے ایک مرثیہ کسی دوسرے سوز خواں نے بھی کہیں پڑھا جہاں میر علی صاحب موجود تھے، جب میر

علی صاحب کو معلوم ہوا کہ دبیرؔ نے یہ مرثیہ دوسروں کو بھی دیا ہے تو مرزا صاحب کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم مستند اور مشہور مرثیہ گو بننا چاہتے ہو تو آیندہ وہ مرثیہ، جو میر علی کو دیا گیا ہے، کم از کم تین سال تک کسی دوسرے کو تقسیم نہ کیا جائے۔ مرزا صاحب نے جواب بھیجا کہ میری طرف سے آداب عرض کیجیے اور کہیے کہ اوّل تو آپ سیّد، دوسرے بزرگ، تیسرے ذاکر، اس طرح واجب التعظیم ہیں۔ میں اگر مستند مرثیہ گو بننا چاہتا ہوں تو امام حسینؑ کی امداد اور اپنی محنت و طبعِ خداداد سے۔ یہ بات شاید مری مروّت سے بھی دور ہوگی کہ کوئی ذاکر مجھ سے مرثیہ مانگے اور میں یہ کہہ کر اُس کی دل شکنی کروں کہ میر علی صاحب کا حکم نہیں۔ مجھ سے یہ شرط نبھ نہیں سکتی۔'' کہتے ہیں اُس دن سے پھر میر علی صاحب نے مرزا صاحب کا کوئی مرثیہ نہیں پڑھا۔

احترام و دل جوئی: مرزا صاحب ہر بندۂ خدا کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دوسروں کو احمق بنانے اور ہجو ملیح کرنے کی بعض حضرات کو جو عادت ہوتی ہے، مرزا صاحب کو اس سے سخت نفرت تھی۔ دبیرؔ اپنے دشمن کی بھی دل شکنی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ حسد اور رشک انہیں پسند نہ تھا۔ ہمیشہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مذہب میں مرے رشکِ خفی شرکِ جلی ہے
واللہ کہ یہ ولولۂ حُبِ علی ہے

وعدہ وفائی: دبیرؔ جو وعدہ کرتے ضرور وفا کرتے۔ مجتہد العصر علامہ جائسی کہتے ہیں: جب کسی مجلس میں نیا مرثیہ: ''اے طبع دلیر آج دکھا شیر کے حملے'' مرزا دبیر نے پڑھا، مجھے پسند آیا۔ میں نے مرثیہ طلب کیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا: یہ مرثیہ آپ کو وطن جانے کے دن ملے گا چنانچہ جب میں وطن روانہ ہو رہا تھا تو مرزا دبیر نے خود اپنے ہاتھوں سے مرثیہ اُسی دن عنایت کیا۔

دبیرؔ کے اخلاق و کردار پر جناب ہیر الال شیداؔ لکھتے ہیں: —— ''مرزا صاحب کا کلام ہماری بتائی ہوئی کسوٹی پر پرکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاعری کے لیے

پیدا کیے گئے تھے چونکہ ہر اصلی شاعر کا یہی مشن ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے اخلاق کو ترقی دے اس لیے وہ دوسرے واقعات کے پیرائے میں اپنے وقت کی بھلائیوں اور برائیوں کے نغمے سنایا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کے زمانے میں بھی آج کل کی طرح سچی دین داری کی جگہ ریاکاری کا زور تھا۔ وہ اس سے متنفر تھے۔ اس کی ہدایت اس طرح فرماتے ہیں:

نزدیک ہے کہ زہد کو بے آبرو کریں

تر دامنی سے شہر میں زاہد وضو کریں

مرزا صاحب ایک مصلحِ اخلاق کی حیثیت سے اپنے ہم جنسوں میں صبر و قناعت و وضع داری، بیکسوں اور مفلسوں سے ہمدردی کا مادہ پیدا کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ جنابِ ممدوح امام حسینؑ کی زبانی اُن کی چار برس کی بیٹی سکینہ سے مخاطب ہو کے فرماتے ہیں:

سینے پہ مرے سو چکیں اب خاک پہ سونا

آخر ہے زمیں بھی تو غریبوں کا بچھونا

مرزا صاحب کا کلام، اخلاق کی درستی کرنے والے اور محبت کے موجب خیالات کا کبھی نہ خالی ہونے والا خزانہ ہے۔ وہ انسانی جماعت کو نیک اور پاکیزہ خیال بنانے کے لیے اس دنیا میں بھیجے گئے تھے، اس لیے سچے اور حقیقی شاعر تھے۔

شمس العلما سیّد امداد امام اثرؔ بہت سچ کہتے ہیں کہ مرزا دبیرؔ تمام تر صفاتِ ملکوتی سے متصف اور لاریب خاصانِ خدا میں تھے۔ اولیاے خدا کی خوبیاں خدا نے انھیں بخشی تھیں۔ ان کی سخاوت اور ایثار شہرۂ آفاق ہے۔ علم و فضل کے ساتھ توفیقِ عبادت بہت کچھ خداے پاک نے عطا فرمائی تھی۔ اخلاقِ محمدیؐ کا آپ پورا نمونہ تھے۔ جود و سخا، بذل و عطا میں اپنا جواب آپ تھے۔ منکسر المزاجی، خاکساری اور فروتنی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ خوش مزاجی، خوش اخلاقی اور خوش اوقاتی آپ پر ختم تھی۔ عمر بھر کسی کی غیبت نہ کی۔

شاعری کا آغاز: دبیرؔ نے ۱۲ سال کی عمر میں ۱۸۱۵ء میں شاعری کا آغاز کیا۔
مدت مشقِ سخن: ۶۰ سال
پہلا قطعہ: یہ قطعہ مرزا صاحب نے اپنے استاد ضمیرؔ کو سنایا تھا:

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے
کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس کی شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

آخری قطعہ تاریخ: یہ قطعۂ تاریخ ہے جو میر انیسؔ کے انتقال پر کہا تھا، جس کے آخری دو مصرعوں کے مجموعی اعداد سے تاریخ عیسوی نکلتی ہے۔ مرزا نے متقدین کی طرح آسمان کے الف ممدودہ کے عدد دو لیے ہیں:

آسماں بے ماہِ کامل سدرہ بے روح الامیں
طورِ سینا بے کلیم اللہ منبر بے انیسؔ

(۱۸۷۴ = ۹۴۵ + ۹۲۹)

پہلا مرثیہ: ع: بانو پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مرزا دبیرؔ کا پہلا مرثیہ ہے۔ یہ مرثیہ حضرت علیؑ اصغر کے حال میں ہے۔
آخری مرثیہ: ع: انجیل مسیحِ لب شبیرؑ ہیں عباسؑ
مرزا دبیرؔ یہ مرثیہ نظم کر رہے تھے کہ میر انیسؔ کے انتقال کی خبر ملی۔ مرثیہ نا تمام چھوڑ دیا اور کہا کہ ''دبیرؔ یہ تیرا آخری مرثیہ ہے'' اور یہی نا تمام مرثیہ انھوں نے اپنی آخری مجلس میں ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۱ ہجری میں پڑھا۔ یہ مرثیہ حضرت عباسؑ کے حال میں تھا۔
اساتذہ: تقریباً دس برس میر ضمیرؔ لکھنوی سے استفادہ کیا۔ میر ضمیرؔ نے تخلص دبیرؔ لکھا۔ شادؔ عظیم آبادی کہتے ہیں، میر عشق: فرزندِ انسؔ لکھنوی نے بھی نوک و پلک

سنوارنے میں مدد کی۔

ضمیر اور دبیر میں رنجش: حکایت: جس قدر مرزا صاحب کی شہرت و نیک نامی بڑھتی تھی، حاسدوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑکتی جاتی تھی۔ بعض شاگردوں نے سوچا دبیر اور ضمیر میں بگاڑ پیدا کر دیں تا کہ دبیر بے اصلاح کا کلام پڑھیں اور ان کی قلعی کھلے، کیونکہ یہ شاگرد مرزا دبیر کی تمام خوبیاں میر ضمیر کی اصلاح کی بدولت سمجھ رہے تھے۔ افتخار الدولہ، جو ہندو سے مسلمان ہوئے تھے، رمضان کی شبوں میں مجلس کراتے تھے، چنانچہ انھوں نے ایک بار دونوں صاحبوں سے اصرار کیا کہ نیا مرثیہ پڑھیں۔ دبیر کی مشقِ سخن شباب پر تھی، چنانچہ انھوں نے نیا مرثیہ کہا: ع: ''ذرہ ہے آفتاب دربوتراب کا'' لیکن ضمیر نیا مرثیہ نہ کہہ سکے۔ جب دبیر نے استاد ضمیر کو اپنا مرثیہ سنایا تو حاسد شاگرد عابد علی بشیر کو بُرا لگا۔ انھوں نے دبیر سے کہا کہ تم یہ مرثیہ استاد کو دے دو، لیکن بات آخر یہ قرار پائی کہ مرثیے کا نصف اوّل دبیر اور نصف آخر ضمیر پڑھیں گے، چنانچہ جب مجلس میں دبیر نے مرثیہ پڑھنا چاہا تو بشیر نے دبیر کو منع کیا لیکن دبیر نے طے شدہ قرارداد کے مطابق آدھا مرثیہ پڑھا، اُدھر بشیر نے استاد ضمیر سے کہا کہ دبیر نے عمدہ حصے والا مرثیہ پڑھ لیا ہے، چنانچہ ضمیر نے منبر پر جا کر کہا کہ میں اپنے ساتھ کوئی مرثیہ نہیں لایا اور جو مرثیہ دبیر نے یہ کہہ کر پڑھا ہے کہ وہ ضمیر کا ہے، غلط ہے۔ یہ مرثیہ دبیر ہی کا ہے۔ اس واقعے کے بعد استاد اور شاگرد نے خلعت بھی قبول نہ کی اور اس رنجش کی وجہ سے استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔

دبیر اور ضمیر میں صفائی: حکایت: ایک دن وزیر اودھ نواب علی نقی خان صاحب کی مجلس میں مرزا دبیر نے اپنا تصنیف مرثیہ پڑھا جس کا مطلع ہے: ع: ''اے عرشِ بریں تیرے ستاروں کے تصدق'' اس مجلس میں میر ضمیر بھی شریک تھے۔ مجلس چونکہ وزیر کی تھی، بادشاہ بھی شریک تھے، جنھوں نے مرزا دبیر کی بڑی تعریف کی۔ مرزا دبیر نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: یہ سب استاد میر ضمیر کا فیض

ہے۔ مجلس کے بعد میر ضمیرؔ نے دبیرؔ کو گلے لگایا اور پھر گھر لے گئے۔ سب اگلی پچھلی باتیں دہرائی گئیں۔ میر عابد علی بشیرؔ کی خطا ثابت ہوئی پھر ضمیرؔ اور دبیرؔ میں رنجش باقی نہ رہی۔

مرزا دبیر، میر ضمیرؔ کا تخلّص کے ساتھ نام نہیں لیتے تھے بلکہ حضرت، استاد، جنت مکان وغیرہ تعظیمی الفاظ استعمال کرتے تھے۔ میر ضمیرؔ سال کی چھے مجلسیں پڑھتے تھے۔ مرزا دبیرؔ ان مجالس کی ابتدائے مشقِ سخن میں پیش خوانی بھی کرتے تھے۔

شاگرد: مرزا دبیرؔ کے شاگردوں کی فہرست بڑی ہے، ہم یہاں صرف منتخب شاگردوں کے نام پیش کریں گے:

(۱) محمد جعفر اوجؔ (۲) محمد ہادی حسین عطاردؔ (۳) محمد نظیرؔ (۴) میر بادشاہ بقاؔ
(۵) شادؔ عظیم آبادی (۶) منیرؔ شکوہ آبادی (۷) مشیرؔ لکھنوی (۸) صغیرؔ لکھنوی
(۹) ممتازؔ لذ ملہ (۱۰) ملکہ زمانی (۱۱) سلطانؔ عالیہ (۱۲) زیب النسا حاجیؔ
(۱۳) قدیرؔ دہلوی (۱۴) محمد تقی اخترؔ (۱۵) شیخ فقیر حسین عظیمؔ (۱۶) صفدرؔ فیض آبادی
(۱۷) سیّد باقر مہدی بلیغؔ (۱۸) محمد رضا ظہیرؔ (۱۹) وہابؔ حیدرآبادی
(۲۰) امام باندی عفتؔ (۲۱) مطیرؔ (۲۲) سفیرؔ (۲۳) صباؔ (۲۴) وزیرؔ
(۲۵) حقیرؔ وغیرہ۔

پڑھنے کا طریقہ: مرزا دبیرؔ منبر کے چوتھے زینے پر بیٹھتے تھے۔ پہلے منبر پر بیٹھ کر دو چار منٹ چار طرف مجلس کو دیکھتے۔ اکثر لوگوں سے سلامت اور مختصر مزاج پرسی کرتے۔ اسی دوران زیرِ منبر کوئی مصاحب مرثیے کے کاغذات دیتے۔ مرزا صاحب ان کاغذات سے چند کاغذوں کا انتخاب کر کے زانو پر رکھ لیتے اور پھر ہاتھ اٹھا کر بہ آواز بلند فاتحہ کہتے اور خضوع و خشوع کے ساتھ سورۂ الحمد تمام کر کے بھی کچھ پڑھتے۔ خبیرؔ لکھنوی ''رباعیات دبیرؔ'' میں لکھتے ہیں: ''آج بھی مرزا دبیرؔ کے اہلِ خاندان اور اُن کے خاندان کے تلامذہ پہلے فاتحہ کہہ لیتے ہیں، پھر رباعی سلام اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔ میر انیسؔ کے خاندان میں فاتحہ نہیں کہتے اور یہی

دونوں خاندانوں کی اب پہچان رہ گئی ہے۔''

مرزا دبیرؔ اہلِ مجلس کو زیادہ تر محبو یا حضرات کے لفظ سے مخاطب کرتے جاتے۔ مصرع نصف ایک جانب اور نصف دوسری جانب نظر کر کے پڑھتے۔ پڑھتے وقت قریب سے دیکھنے والوں کو ان کی جوش کی حالت پوری محسوس ہوتی تھی۔ نصف مصرع کو ڈپٹ کر اور نصف کو بہت آہستہ ادا کرنا کچھ انھیں پر ختم ہوگیا۔ ہاتھ یا چہرے سے بتانا مطلق نہ تھا۔ حزن یا بین کی جگہ آواز کو نرم بنا کر سامعین پر اثر ڈالنا بھی چنداں نہ تھا۔ اکثر اہلِ مجلس کو روتے روتے غش آجاتا تھا۔ پورا مرثیہ از مطلع تا مقطع مسلسل پڑھتے میں نے نہیں سنا۔ مشکل سے مرثیے کے ایک سو بند پڑھتے ہوں گے۔ آخر میں پسینے سے شرابور ہو جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے تک پڑھ کر اتر آتے تھے۔''

مؤلف ''حیاتِ دبیرؔ'' ثابتؔ لکھنوی کہتے ہیں: ''مرزا دبیرؔ جوشِ معرفت میں سینے کے زور سے پڑھتے تھے اور مجلس میں جب کبھی پڑھنے کو جاتے تھے وضو کر کے جاتے تھے۔ آواز بھاری اور پاٹ دار تھی، فطری طور پر کہیں خود بخود ہاتھ اٹھ جاتا تھا ورنہ منبر پر بیٹھ کر بتلانے کو وہ عیب جانتے تھے۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے مرثیہ خوانی سے بتانے کو کیا علاقہ ہے۔ اس مضمون کو اپنی ایک رباعی میں یوں بیان کرتے ہیں:

ناحق نہ چیخنا نہ چلّانا ہے
بے کار نہ ہر بند پہ بتلانا ہے
ابنِ شہِ مرداں کا ثناخواں ہوں میں
صد شکر کہ پڑھنا مرا مردانہ ہے

حکایت: ۱۸۷۲ء میں داروغہ میر واجد علی تسخیرؔ لکھنوی کے امام باڑے میں دبیرؔ نے یہ مرثیہ پڑھا تھا:

ع: ''پرچم ہے کس علم کا شعاعِ آفتاب کی'' تمام مجلس تصویر بنی ہمہ تن گوش تھی

یہاں تک کہ مرزا دبیرؔ اس موقعے پر پہنچے کہ حضرت زینبؑ اپنے بچوں سے پوچھتی ہیں کہ تم نے شمر سے بات کیوں کی؟ اس موقعے پر مرزا دبیر نے ایک مصرع تین طرح سے پڑھا۔ ہر مرتبہ مصرعے کے ایک نئے معنی سامعین کے ذہن میں آئے:

(۱) کیوں۔ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (گھرکی کے لہجے میں)

(۲) کیوں؟ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (سوالیہ طور پر)

(۳) کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی (تاسف کے لہجے میں)

اس مصرعے پر اس قدر رقت ہوئی کہ مرثیہ آگے نہ پڑھ سکے۔ مرزا دبیرؔ کو خاص کر بین کے مقامات پڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ مرزا دبیر کے پڑھنے کا انداز انھیں کے ساتھ ختم ہوگیا۔ انھوں نے کسی اپنے شاگرد کو اپنے پڑھنے کا طرز نہیں سکھایا۔

طریقہ تصنیف: ثابتؔ لکھنوی کے قول کے مطابق: ''مرزا صاحب اکثر باوضو جانماز پر بیٹھ کر مرثیہ تصنیف فرماتے تھے۔ کبھی کبھی بعد نماز شب اور کبھی بعد نماز صبح اور کھانا کھانے کے بعد گیارہ بجے دن کہا کرتے تھے۔ بعض بعض مصرعوں پر ایسا وجد طاری ہوتا تھا کہ جھوما کرتے اور اکثر بین کے مضامین پر مسلسل آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ جب تک طبیعت حاضر نہ ہوتی تھی، نہ کہتے تھے اور جب حضورِ قلب کا عالم ہوتا تھا، کہتے تھے اور جلد جلد کہتے تھے۔''

شادؔ عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''آخر شب سے تہجد پڑھ کر مرثیے کی تصنیف شروع ہوتی تھی۔ صبح تک جتنے بند کہتے تھے بعد ادائے نماز اس کو لیے ہوئے باہر آتے تھے۔ کاتب موجود رہتے۔ خود بتا بتا کر اپنے سامنے صاف کرواتے تھے۔ یہ بھی مسودۂ دوم میں داخل ہوتا تھا۔ مسودۂ اوّل و دوم سب مقفل کیا جاتا تھا، پھر شب کو مسودۂ اوّل نکالا جاتا تھا۔ مرثیوں کی تصنیف یوں نہ ہوتی تھی کہ مطلع شروع کر کے چہرہ، صف آرائی، رخصت، لڑائی وغیرہ کے بند

ترتیب کے ساتھ کہتے ہیں بلکہ مثلاً تلوار یا گھوڑ ایا صف آرائی یا چہرہ یا رخصت میں جتنے مضامین متعلق مرثیہ کہے ہیں، ہر مضمون کے سو سو دو دو سو بند لکھے جاتے تھے، آخر میں اس ذخیرے سے بند لے کر پانچ پانچ چھ چھ مرثیے مرتب کر لیتے تھے۔ کچھ موٹی موٹی جلدیں کاتب سے صاف کروائی ہوئی، انھیں بے ترتیب بندوں کی، الگ رہتی تھیں اور جب یہ بند بصورتِ مرثیہ مرتّب ہو جاتے تھے تو کتاب کے اندر ترتیب وار داخل کیے جاتے تھے۔ اسی طرح سلاموں مخمّسوں، قطعات وغیرہ کی جلدیں صاف کی ہوئی، الگ رہتی تھیں۔ کاتب کو دم لینے کی فرصت نہ تھی، تازہ تصنیف کو تو اپنے سامنے بٹھا کر صاف کرواتے تھے ورنہ کاتب کے حوالے کر دیتے تھے وہ الگ بیٹھا لکھا کرتا تھا۔

''شادؔ عظیم آبادی کی گفتگو افضل حسین ثابتؔ لکھنوی کے بیان کردہ میر دستور علی بلگرامی کے ''دفتر پریشان'' سے ثابت ہوتی ہے جس میں دبیرؔ نے بیس (۲۰) چہرے، بیس (۲۰) رخصتیں، بیس (۲۰) رجز، بیس (۲۰) لڑائیاں، بیس (۲۰) سراپا اور بیس (۲۰) بین و بیانِ شہادت نظم کیے ہیں۔ مشہور ہے کہ دبیرؔ بہت جلد جلد کہتے تھے۔ ذیل کی حکایات ان کی ذود گوئی کا ثبوت ہیں۔

حکایت ۱: میر وزیر حسین صاحب ناقل ہیں کہ ''میں جس وقت مرزا دبیرؔ کی خدمت میں پہنچا، دن کے بارہ بج چکے تھے۔ مرزا صاحب کھانا کھا کر پلنگ پر آرام کر رہے تھے۔ دو کاتب پلنگ کے اِدھر اُدھر بیٹھے تھے۔ مرزا دبیرؔ دونوں کاتبوں کو تو تصنیف دو مرثیے لکھوانے لگے کبھی اس کاتب کو تین مصرعے بتا دیتے کبھی اُس کاتب کو بعض مصرعے یا بیت۔ بعض مصرعوں پر اتنا جوش آ جاتا کہ بیٹھ جاتے۔ تقریباً چار بجے تک یہی سماں رہا۔ جب نمازِ ظہرین کے لیے اٹھے تو معلوم ہوا کہ ہر کاتب نے ساٹھ ساٹھ بند دو مرثیوں کے لکھے ہیں۔ ایک مرثیہ حال حضرت علی اکبرؑ اور دوسرا امام حسینؑ کے حال میں تھا۔

حکایت نمبر ۲: میر دستور علی صاحب بلگرامی نے بتایا کہ ایک صاحب مرزا صاحب کے پاس

آئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ اس وقت بارہ تیرہ بند اس حال میں کہہ دیجیے کہ بعد شہادت علی اصغرؑ ان کی ماں قبرِ علی اصغر پر آئی کہ میں اُن بندوں پر سوز رکھ کر فلاں رئیس کے پاس پڑھوں گا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ اب مجلس میں جا رہا ہوں۔ اُس شخص نے کہا کہ میرے رزق کا معاملہ ہے، پھر مرزا صاحب نے کھڑے کھڑے چودہ پندرہ بند لکھوا دیے اور وہ سوز خوان لے گئے۔ اس طرح ایسے سیکڑوں بندوں کی نقل کچھ ان کے گھر میں نہیں رہی۔

اصلاح کا طریقہ: مرزا دبیرؔ کے شاگردوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مرزا صاحب شاگرد سے اُس کا کلام سنتے جاتے اور جس مصرعے یا بند پر اصلاح دینا ہوتا تو مرثیہ لے کر اپنے ہاتھ سے بنا دیتے تھے۔ جو لفظ کاٹتے یا بناتے تھے اگر وہ شاگرد حاضر ہوتا تو زبانی بتا دیتے ورنہ حاشیے پر بطورِ اشارہ لکھ دیتے تھے۔

حکایت: میر واجد حسین کہتے ہیں کہ مرزا دبیرؔ نے کسی شاگرد کا ایک اصلاح شدہ مرثیہ انھیں دے کر کہا کہ اسے صاف کر دو مرثیہ کی ٹیپ تھی:

ع: آپ آئے ہیں عورت نہ کوئی سامنے آئے
اقبال سے کہہ دو کہ عناں تھامنے آئے

چنانچہ واجد حسین صاحب نے اس شعر میں تصرّف کر کے اپنی طرف سے لکھا:

ع: ''ہاں فتح سے کہہ دو کہ عناں تھامنے آئے'' کسی طرح سے مرزا دبیرؔ کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ مرزا صاحب نے کہا کہ پہلے سمجھ لو کہ لفظ ''فتح'' میں کیا بُرائی ہے اور ''اقبال'' میں کیا خوبی ہے۔ اقبال اُردو میں مذکر اور فتح مونث ہے، چنانچہ فتح کا جو مونث ہے، سامنے آنا کب مناسب ہوگا، اس کے سوا اقبال کے خود معنی آگے آنے کے ہیں، لفظ فتح میں یہ بات کہاں۔ پھر فرمایا: اکثر بزرگوار میرے مرثیوں میں الفاظ کی خوبی اور اثر کو نہیں سمجھتے، اپنی سمجھ کے موافق بدل دیتے ہیں۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے مصنف نے یونہی کہا ہوگا۔ اُس کو کیا خبر کہ دبیرؔ کے اصلاح دینے والے بے انتہا ہیں۔''

ایجادات: ''حیاتِ دبیرؔ'' کے مولف ثابتؔ لکھنوی نے مرزا دبیرؔ کی اُن ایجادات کو بیان کیا ہے جو میر انیسؔ کے کلام میں موجود نہیں۔ ہم اجمالی طور پر یہ ایجادات یہاں بیان کرتے ہیں:

۱۔ مرثیے کو حمد و نعت و منقبت سے شروع کیا، بادشاہ اور مجتہدِ عصر کی بھی مدح فرمائی۔ مثال: مطلع مرثیہ: ''طغرا نویسِ کن فیکون ذوالجلال ہے''

۲۔ چہاردہ (۱۴) معصومین علیہم السلام کے حال میں علیحدہ علیحدہ مرثیے کہے، چنانچہ ''دفترِ ماتم'' کی چودہ جلدوں میں یہ ترتیب ہے کہ ہر جلد ایک معصوم کے حال کے مرثیے سے شروع ہوتی ہے۔

حکایت: مرزا اوجؔ کہتے ہیں جب نواب نادر مرزا صاحب فیض آبادی نے مرزا صاحب کو بلوایا تو اُن سے خواہش کی کہ چودہ معصومینؑ کے حال میں مختصر مرثیے لکھ دیں تا کہ وہ ہر معصوم کی وفات کے دن مجلس میں پڑھ سکیں، چنانچہ جب مرزا صاحب پالکی میں واپس شہر لکھنؤ آئے تو راستے میں تمام مرثیوں کو کہہ کر اُن لوگوں کے ہاتھ جو مرزا صاحب کو لکھنؤ لائے دے دیے کہ نواب صاحب کو دے دیں۔ یہ مرثیے مختصر مرثیے ہیں۔ مرزا دبیرؔ کا خیال تھا کہ وہ ہر معصوم کے حال میں ایک ایک طولانی مرثیہ کہیں گے، چنانچہ امام موسیٰؑ کاظم کے حال میں ان کا ایک طولانی مرثیہ موجود ہے۔

۳۔ حالِ ولادتِ حضرت عباسؑ: ''انجیلِ مسیحِ لبِ شبیرؑ ہیں عباسؑ'' —— اور حالِ ولادتِ حضرت علی اکبرؑ: ''جب رونقِ مرقعِ کون و مکاں ہوئی'' لکھا۔

۴۔ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی شادی کا حال اس مرثیے میں نظم کیا جس کا مطلع ہے:

ع: ''جب فاطمہؑ سے عقدِ شہِ لافتیٰ ہوا'' یہی نہیں بلکہ عقدِ حضرت علیؑ، جو حمیدہ ام البنین سے ہوا، اس کا ذکر مرثیہ ع: انجیلِ مسیحِ لبِ شبیر ہیں عباسؑ'' میں کیا ہے۔ اسی طرح حضرت عباسؑ کی شادی کا حال: ''جب اخترِ یعقوبؑ پہ کی

مہر خدا نے'' میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ مرزا دبیر کے زمانے میں ترکوں نے کربلائے معلیٰ میں قتل عام کیا تھا جس میں بائیس (۲۲) ہزار شیعہ قتل ہوئے۔ اس قتل و غارت کو مرزا صاحب نے کئی رباعیات میں نظم کیا اور تفصیل سے اس مرثیے میں نظم کیا جس کا مطلع ہے: ع: ''اے قہر خدا! رومیوں کو زیر و زبر کر''

۶۔ حالات تاریخی پر مرثیہ لکھا: ع: ''فہرست یہ شبیرؑ کے لشکر کی رقم ہے''

۷۔ مرثیے میں مناظراتی پہلو۔ مرزا صاحب کے دور میں ایک شخص نے شدّت سے تعزیہ داری کی مخالفت کی تھی تو مرزا صاحب نے اس کا جواب اس مرثیے میں لکھا ع: ''اے شمعِ قلم انجمن افروز رقم ہو''

۸۔ مرثیوں میں طرزِ بیان کے جدید نکات، جیسے شام کے زندان میں حضرت سکینہؑ کو سُلانے کے لیے حضرت زینبؑ کا کہانی کہنا، جو امام حسینؑ کی کہانی تھی: ع: ''جب کہ زنداں میں نبیؐ زادیوں کو رات ہوئی''

۹۔ مرثیوں میں بہت سی معتبر روایتوں کو نظم کیا جیسے: ع: ''جب رن میں بعدِ فتح عدو ایک شب رہے'' میں نصرانی تاجر کا واقعہ وغیرہ ہے۔

۱۰۔ مرثیے میں قاتلانِ حسینؑ سے انتقام، حالِ حضرتِ مختارؒ: ع: ''جب تیغِ انتقام برہنہ خدا نے کی''

۱۱۔ مرثیے میں حُر کا سراپا لکھا: ع: ''اب تک کسی نے حر کا سراپا نہیں کہا''
اصحابِ حسینؑ: حبیب ابنِ مظاہر، زہیر ابنِ قین، وہب ابن کلبی کے متعلق مراثی لکھا۔

۱۲۔ پانی اور آگ کا مناظرہ۔ ان دونوں عنصروں کے سبب سے جو ظلم اہلِ بیتؑ پر ہوئے۔

ع: ''آتش سے، سبب دشمنی آب کا کیا ہے؟''

۱۳۔ مرزا دبیر سے پہلے اور ان کے ہم عصروں میں بھی عموماً مرثیے چار بحروں: رمل،

ہزج، مضارع اور مجتث میں کہے جاتے تھے لیکن مرزا صاحب نے دوسری بحروں میں بھی مزید اور طویل مراثی کہے، جو مقبول ہوئے۔

۱۴۔ مرزا دبیر نے ایک مرثیے میں کئی مطلع لکھنے کو رواج دیا یعنی ایک مرثیے میں رخصت، لڑائی، شہادت کے موقعے پر کئی مطلع دیتے تھے۔

۱۵۔ ایک مرثیہ: ع: ''آ ہوئے کعبۂ قربانیِ داور ہے حسینؑ''—— میں تمام احکامِ ذبیحہ نظم کیے اسی طرح ع: ''کیا شان روضۂ خلفِ بوتراب ہے۔'' میں زیارتِ ناحیۂ مقدسہ کے اکثر فقروں کا مطلب بیان کیا ہے۔

۱۶۔ سلاموں میں طویل قطعہ بند رکھنا بھی مرزا دبیر ہی کی ایجاد ہے، جیسے سلام میں حُر اور ابن سعد کی گفتگو۔ دبیر کے بعد ان کے شاگردوں نے بھی سلاموں میں قطعہ بند رکھے۔

۱۷۔ دبیر نے مرثیوں میں خطباتِ امام حسینؑ نظم کیے۔

۱۸۔ دبیر نے ایک مرثیے میں تمام علمِ بیان اور علم بدیع کی صنعتوں کو جمع کیا جس کا مطلع ہے:

ع: ''لعلِ لبِ شبیرؑ گہربار ہے رن میں''

۱۹۔ دبیر نے باکردار علماء کی مدح وستائش کے عنصر کا اضافہ کیا۔

۲۰۔ دبیر نے محافل کے لیے بشکلِ مثنوی ''احسن القصص''، ''معراج نامہ'' اور ''فضائل چہاردہ معصوم'' نظم کیے۔

۲۱۔ مرزا دبیر کے مرثیوں کے مطلعوں میں ''جب'' ایک سو سے زیادہ اور ''جو'' پچاس سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔ یہ اسلوب دبیر کے گہرے قرآنی مطالعے کا نتیجہ ہے۔ بعض سورتوں اور آیتوں کا آغاز ''اذا'' سے ہوا ہے جس کے معنی ''جب'' کے ہیں۔ مرزا دبیر کے مراثی میں آیات واحادیث کے ٹکڑے نظم کیے گئے ہیں۔ ع: ''جب ختم کیا سورۂ والّیل قمر نے''

ع: ''یارو کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے''

مرزا دبیرؔ کے جدِّ اعلیٰ ملا ہاشم شیرازی اعلیٰ پایے کے نثار تھے اور ملا ہاشم کے سگے بھائی ملا اہلی شیرازی اعلیٰ پایے کے شاعر تھے جن کی ذوالبحرین وذوالقافیتین مع تجنیس شاہکار فارسی مثنوی ''سحرِ حلال'' آج تک لاجواب ہے، چنانچہ مرزا دبیر میں وراثتہً یہ دونوں خصوصیات موجود تھیں، اس لیے شعری ذخائر کے ساتھ ساتھ دبیرؔ کے نثری نمونے بھی شاہکار ہوئے۔ اگرچہ مرزا دبیرؔ کا کوئی فارسی مرثیہ دستیاب نہیں اور نہ کہیں اس کا ذکر ہوا ہے لیکن فارسی کے متعدد قطعات، رباعیات اور خطوط ان کے کلام میں موجود ہیں۔ ملا کاشی کے ''ہفت بند'' پر مخمس دبیرؔ کی فارسی مہارت کی دلیل ہے یہ بذات خود ایک استادانہ کلام کی عمدہ مثال ہے۔

فارسی نثر: مرزا دبیرؔ کی فارسی نثر کے بعض نمونے مطبوعہ اور بعض نمونے غیر مطبوعہ ہیں۔ مطبوعہ فارسی نثر میں مرزا صاحب کے خطوط شامل ہیں۔ غیر مطبوعہ فارسی نثر میں دو مجموعوں کا ذکر ڈاکٹر محمد زمان آزردہؔ نے اپنی کتاب ''مرزا سلامت علی دبیرؔ'' میں کیا ہے۔ ان قلمی فارسی آثار کو ''رسالۂ دبیرؔ'' اور ''معجزۂ امیر المومنین'' کا نام دیا گیا ہے اور ڈاکٹر موصوف نے ان رسالوں کے کچھ اوراق کی فوٹو کاپی بھی شائع کی ہے۔

(الف) رسالۂ دبیر: اس رسالے کی دریافت، تذکرہ اور رونمائی کا سہرا ڈاکٹر محمد زمان آزردہ کے سر ہے۔ یہ مخطوطہ مرزا دبیرؔ کے پرپوتے مرزا محمد صادق صاحب کی ملکیت میں تھا جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ یہ رسالہ انھیں مطالعے اور استفادہ کے لیے دستیاب ہوا۔ چونکہ مخطوطے کے سرورق پر نام درج نہ تھا، اس لیے انھوں نے اس رسالے کو ''رسالۂ دبیرؔ'' کا نام دیا ہے۔

مخطوطہ: پندرہ صفحات پر مشتمل ہے جس کا سائز "۸۰۸ × "۶۰۶ ہے۔ مخطوطے کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے اور آخری صفحے پر آخری سطر میں یہ عبارت لکھی ہے: ''بہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چہ گونہ ایں صفت

صادق می آید''۔

رسالے کا مضمون مرثیے پر مرزا دبیر کے تنقیدی بیان سے متعلق ہے۔ اس میں مرزا دبیر نے مرثیے کے موضوع اور ہیئت پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے چونکہ رسالہ نایاب ہے اور کوشش کرنے کے باوجود ہماری دسترس سے خارج ہے، اس لیے ڈاکٹر آزردہ کی کتاب سے اقتباسات پیش کرتے ہیں: ''یہ رسالہ مرزا دبیر کے تنقیدی شعور کے مطالعے میں خاص طور پر معاون ہو سکتا ہے۔ انھوں نے قدما کے طریقۂ کار کا احترام کرتے ہوئے دلیل کے طور پر شعرائے فارسی سے مثالیں پیش کی ہیں لیکن ان کے نزدیک صرف شعرائے فارسی کا تتبع کافی نہیں ہے۔ انھوں نے نہ صرف دیگر مرثیہ گویوں کے کلام سے مثالیں پیش کی ہیں بلکہ بڑی فراخ دلی سے اپنے ہم عصر اور معروف مرثیہ گویوں کا کلام بھی پیش کیا جس سے ان کی وسعتِ ذہن و فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ہم عصرِ احقر جناب مرزا جعفر علی سلمہ اللہ تعالیٰ کہ در مرثیہ مصرع مطلعش ایں ست ع: ''کربلا میں جو صفِ جنگ کا سامان ہوا'' ع: لاش نوشاہ کی میدان سے لاتے ہیں حسینؑ ـــــ مرثیۂ مذکور را مطالعہ نمایند کہ مضامین خیالی است و میر خلیق صاحب می گویند

ع: ''تھا تاش کے جوڑے پہ عجب برق کا عالم'' ایں لباس در عرب کجا بود و میاں دلگیر صاحب ارشادی نمایند در مرثیہ کہ مطلعش ایں ست:

کہہ دی یہ خبر آ کے کسی نے جو دلھن سے　　داماد کو شبیرؑ لیے آتے ہیں رن سے
مَل مَل کے دہن اپنا سکینہؑ کے دہن سے　　آہستہ یہ کبریٰ نے کہا چھوٹی بہن سے
دن پھرتے نظر آتے ہیں واللہ ہمارے
میداں سے پھرے آتے ہیں نوشاہ ہمارے

ایں از کدام کتب است [ترجمہ: یہ کس کتاب سے لیا گیا ہے؟]

مرثیے کے موضوع کی یہ بحث انتہائی معنی خیز اور فنکار کی ذہنی بالیدگی کی دلیل

ہے۔ مرزا دبیر کے بہت بعد اُردو ناقدوں نے مرثیے پر اس طرح کے اعتراض وارد کیے کہ اردو مراثی میں واقعات اور کردار تو عربی ہوتے ہیں مگر ان کرداروں کی پیش کش مقامی رسم و رواج کے اعتبار سے ہوتی ہے جب کہ صحیح صورت حال اس سے مختلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرثیے کے واقعات اور حالات عربی اور ان کی پیش کش ہندوستانی ہونے کی بحث مرزا دبیر کے دور میں عام تھی، جس کا اندازہ اس رسالے سے ہوتا ہے۔ مرزا دبیر اس کے معترضوں کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اگر حقیر ہم تقلید علماء خود تحقیق تام کردہ چہ مضائقہ وسوائے ازیں طلب نام وبہر محض برائے قابلیت بود کہ اگر اعتراضِ اہلِ علم باشد بجوابش استفادہ فیما بین است وگرنہ چہ ضرورزیرا کہ بعض سگانِ بے دُم وخرانِ بے سُم وزاغانِ جہالت پرواز، چغدانِ تفرقہ پرداز کہ محض بہ مکر و ریا بہ صحبتِ علماء می مانند۔ کسی واقعے جذبے یا تاثر کو شاعرانہ صداقت کے بغیر نظم کرنا مرزا دبیر کے قریب قابل قبول نہیں تھا کیوں کہ اس سے فن کار کی تخلیقی قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ انھوں نے فارسی شاعری سے مثال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عرفی بہ تعریف میر ابو الفتح می گوید: دست او جہد اگر دستِ قضا گردید شل، وہم بہ تعریف جناب رسالت مآب گفتہ تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را۔ قدم نیز از صفات ثبوتیہ جناب تعالیٰ است۔ بہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چہ گونہ ایں صفتِ صادق می آید۔''

رسالے میں ایسے اشارے موجود ہیں جن سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ معترضوں نے اس وقت کے علمائے دین سے مرثیے میں واقعاتِ کربلا عربی واقعات اور کردار کے عین مطابق پیش نہ کیے جانے کی شکایت کی تھی۔ اس طرح کے لوگوں نے مرثیہ گویوں کے خلاف صف آرائی کر رکھی تھی۔ اس رسالے میں زبان و بیان کے کئی اہم نکتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔''

نوٹ: مرزا دبیر کے ایک دریافت شدہ خط بنام کمال الدین سے یہ پتا چلتا ہے کہ مرزا

دبیؔر عظیم آباد جانے کے وقت ہی رسالے کی ترتیب وطبع نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ مرزا دبیؔر ۱۸۵۷ء کے بعد عظیم آباد جانے لگے ''ابواب المصائب'' اور ''معجزۂ امیر المومنین'' کی تاریخ بہت پہلے کی ہے، چنانچہ راقم کا یہ خیال ہے کہ شاید یہی ''رسالۂ دبیؔر'' ہوگا جس کی طباعت کے بارے میں مرزا صاحب کوشاں تھے۔ واللہ اعلم۔

(ب) **معجزۂ جناب امیر المومنینؑ**: اس مخطوطے کی رونمائی اور تذکرے کا سہرا ابھی ڈاکٹر محمد زمان آزردہؔ کے سر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مخطوطے کا مطالعہ اور اس سے استفادہ بھی کیا۔ چوں کہ یہ مخطوطہ ہماری کوششوں کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا، اس لیے یہاں اس کے اقتباسات بھی ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے پیش کر رہے ہیں:

مخطوطہ "۶۰۱ x "۶۰۲ سائز اور ۲۲ بائیس صفحوں پر مشتمل ہے۔ مسطر ۱۳ سطری ہے۔ ترقیمے کے مطابق ۱۲۴۷ھ ہجری میں نقل ہوا ہے۔ ابتداً سرخی میں ''معجزۂ جناب امیر المومنین علیہ السلام'' درج ہونے کے بعد دوسری سطر میں حسبِ ذیل سرخی ہے: ''زرگر را زندہ فرمودند ونیز قاتلش را قتل نمودند۔'' اس سے مخطوطے کے موضوع پر روشنی پڑتی ہے، یعنی پسرِ زرگر کو زندہ کرنے کے متعلق حضرت علیؑ کا معجزہ تحریر کیا گیا ہے۔ غالباً یہ معجزہ صلابت جنگ کی فرمایش پر تحریر کیا گیا ہے کیونکہ اس میں صلابت جنگ کی مدح بھی شامل ہے۔ مخطوطے کے آخری صفحے پر ترقیمے کی عبارت یوں ہے: ''گر قبولِ طبعِ پاک افتد زہے عز وشرف، ۱۲۴۷ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ''

(ج) **خطوط**: مرزا دبیؔر کے پانچ خطوط، جو فارسی زبان میں ہیں، ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ہمیں ان کا کوئی خط اُردو میں نہیں ملا، اسی لیے ثابتؔ لکھنوی نے کہا تھا کہ مرزا صاحب خطوط ہمیشہ فارسی میں لکھتے تھے۔ خطوں کی فہرست کچھ اس طرح ہیں۔

ف ۱۔ مولوی سیّد مرتضیٰ حسین فاضلؔ نے اپنے مضمون: ”نوادرِ مرزا دبیرؔ“ میں دبیرؔ کے تین خطوط ”ماہِ نو“ لاہور دبیر نمبر ۱۹۷۵ء میں شائع کیے۔

ف ۲۔ چوتھا خط جناب کاظم علی خاں نے ہفت روزہ ”سرفراز“ لکھنؤ، دبیرؔ نمبر ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔

ف ۳۔ پانچواں خط جناب خبیرؔ لکھنوی مرحوم نے ”سبع مثانی“ میں نقل کیا ہے۔

صرف خط نمبر ایک میر انیسؔ کی تاریخ وفات کی عددی وضاحت ہونے کی بنا پر ادبی موضوع کا حامل ہوگیا ہے ورنہ دوسرے خطوط کی کوئی ادبی یا رثائی اہمیت نہیں۔ اِس موقعے پر ہم صرف دو خطوط کی فوٹو کاپیاں پیش کر رہے ہیں:

ابواب المصائب :اوجؔ لکھنوی نے اس کتاب کو مرزا دبیرؔ کی تصنیف قرار دیا ہے اور اس کا اصل مسودہ مرزا صاحب کے کتب خانے میں موجود تھا لیکن اب اس اصلی مسودے کا پتا نہیں ملتا۔ اس کا سائز "۵×"۵۔۸ ہے اور صفحات ۱۶۸ سطر پندرہ سطری اور سالِ تصنیف ۱۲۴۵ ہجری۔ قطعۂ تاریخ کے آخری شعر سے تاریخ تصنیف نکلتی ہے جو ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ عیسوی ہے:

ع: گفت با من کہ سال تاریخش مصحف طاق چشمِ اہلِ عزا ست

کتاب کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہے:

فلیضحکو اقلیلاً و لیبکوا کثیرًا

الحمد للّٰہ کہ دریں ایام حزن التیام رسالۂ عجائب و غریب المعنی ابواب المصائب

من تصنیف شاعرِ بے عدیل و نظیر، مرجعِ ہر صغیر و کبیر جناب مرزا دبیرؔ، بہ مطبع یوسفی دہلی طبع شد''

کتاب میں چھے باب ہیں اور ہر باب کے ساتھ پانچ فصل ہیں۔ آخری صفحے پر دبیرؔ نے لکھا کہ اس رسالے کو ایک ہفتے میں تصنیف کیا ہے۔ مرزا دبیرؔ نے اس کتاب کی وجہ تالیف، تائید الٰہی اور امدادِ غیبی کے باعث سورۂ یوسفؑ کا ترجمہ اور مصائبِ سیّد الشہدا کو تازگی اور حسنِ بیان کے ساتھ اُردو زبان کے افراد کے لیے قرار دینا، بتایا ہے۔ ''ابواب المصائب اُردو زبان میں'' ''روضۃ الشہدا'' کی طرح کی تصنیف ہے۔ ملا حسین کاشفی کی ''روضۃ الشہدا'' میں بھی حضرت یوسفؑ کا قصہ اور مصائبِ سیّد الشہدا ہیں۔ اس کتاب میں پہلے دس صفحوں پر مشتمل دیباچہ ہے اور پھر چھے ابواب۔ کیوں کہ یہ بڑی عمدہ کتاب ہے جو اب عنقا اور نایاب ہے، اس لیے راقم نے اس کتاب کو ایڈٹ کر کے لغات کے ساتھ دوبارہ شائع کرنے کا بندوبست کر لیا ہے، اسی لیے اس کتاب کے مفصل بیان

سے یہاں اجتناب کیا گیا ہے۔

غزلیات: یہ بات مسلّم ہے کہ مرزا دبیرؔ کی شعر گوئی کا آغاز غزل سے ہی ہوا۔ سوانحی حوالوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ مرزا صاحب نے غزل کے تین دیوان مکمل کر لیے تھے۔ ایک یا دو دیوان ان کے داماد میر بادشاہ علی بقاؔ مانگ کے لے گئے، بعد میں جب ان کے گھر آگ لگی تو دیوان تلف ہو گئے۔ باقی دیوان خود مرزا دبیرؔ نے تلف کر دیے لیکن ڈاکٹر محمد آزردہؔ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ انھیں مرزا صاحب کے پرپوتے نے ایک ایسا مخطوطہ بتایا جس میں مرزا صاحب کی بہت ساری غزلیں موجود تھیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ راقم کو بہت تلاش اور کوشش کے بعد بھی یہ مخطوطہ دستیاب نہ ہو سکا۔ بہر حال، دس گیارہ غزلوں کے مطلعوں اور کچھ مقطعوں کو ہم پیش کرتے ہیں تاکہ مشتے نمونہ از خروارے غزل گوئی کا بھی تذکرہ ہو جائے:

غزل (۱)

دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں
قبر بلبل کی بنے گلزار میں
گرمیٔ خوں کی مرے تاثیر دیکھ
پڑ گئے چھالے تری تلوار میں
بعد مُردن میرے لاشے کو دبیرؔ
جا کے رکھنا کوچۂ دلدار میں

غزل (۲)

اگر وہ غیرتِ شمشاد جاے سیرِ گلشن کو
گلوے سرو میں پہنا دے قمری طوق گردن کو
گلوں کی بے ثباتی پر جو اُس کا دھیان جاتا ہے
تو کیا روتی ہے شبنم منہ پہ رکھ کر گل کے دامن کو
دلا ان تنگ چشموں سے نہ چشمِ مہر تم رکھیو
کسی کے حال پر روتا نہ دیکھا چشمِ سوزاں کو
دبیرؔ آئے گا کب وہ بھول کر گورِ غریباں پر
جو اکثر روندتا تھا ناز سے پھولوں کے خرمن کو

غزل (۳)

تل نمایاں ہے نہیں عارضِ جاناں کے تلے
ہے ستارہ کہیں روشن مہر تاباں کے تلے
کیا ہی بے چین ہوئے نالۂ بلبل سن کر
ٹھہرے اک دم جو کسی نخلِ گلستاں کے تلے
ہاتھ چھاتی پہ مری رکھ کے یہ حکما نے کہا
دل نہیں آگ ہے یاں سینۂ سوزاں کے تلے
اس کو مت برق سمجھ یہ جو فلک پر ہے چمک
ہے دبیرؔ آہ تری گردشِ دوراں کے تلے

غزل (۴)

گہ شعلہ کبھی شرار ہیں ہم
گہ باغ گہے بہار ہیں ہم
آئینہ کی شکل آنکھ کھولے
مشتاقِ لقاے یار ہیں ہم
مر کے بھی نہ چھوٹے در سے تیرے
کوچے کے سدا غبار ہیں ہم
چاہے وہ دبیرؔ یا نہ چاہے
پر بندۂ جاں نثار ہیں ہم

غزل (۵)

یہ مانا فلک پر ستارے بہت ہیں
مگر داغِ دل اپنے پیارے بہت ہیں
اسی واسطے ہیں مزاروں پہ سنبل
کہ یاں اُس کی زلفوں کے مارے بہت ہیں
دبیرؔ اب بھی مانو میں کہتا ہوں تم سے
وہاں لوگ دشمن تمھارے بہت ہیں

غزل(۶)

دل اُس زلف کا جو دوانہ ہوا ہے
تو پھر رات سے درد شانہ ہوا ہے
کسی کی کہیں زلف شاید کھلی ہے
جو تاریک سارا زمانہ ہوا ہے
عجب حسنِ دلکش ہے زلفوں کا اُس کی
گرفتار جس کا زمانہ ہوا ہے
یہ بے وقت اس دھوپ میں دوپہر کو
کدھر سے دبیرؔ آج آنا ہوا ہے

غزل(۷)

جب اٹھ کے اپنے گھر کو وہ رشکِ قمر گیا
اک تازہ داغ میرے کلیجے پہ دھر گیا
اس کا خیال دل سے مرے یوں گزر گیا
تھا عکسِ آئینہ کہ اِدھر سے اُدھر گیا
تیرِ نگاہِ یار عجب کام کر گیا
سینے کو توڑا پار جگر کے گزر گیا

غزل(۸)

قاصد جو لے کے نامہ پھرا کوے یار سے
رویا لپٹ کے خوب ہمارے مزار سے
جاری کفن میں اشک جو تھے چشمِ زار سے
رویا لپٹ کے ابر ہمارے مزار سے
وا حسرتا رہی یہ تمنا تمام عمر
اک دن دبیرؔ کہہ کے پکارا نہ پیار سے

غزل(۹)

آشکارا زلف کے حلقے سے خالِ یار ہے
حلقۂ پُرکار میں یا نقطۂ پرکار ہے
آنکھ اٹھا کر اس طرف دیکھا نہ میں نے آج تک
گو کہ اک مدت سے روز و شب پسِ دیوار ہے
دیکھ کر بیمار کو میرے یہ کہتے ہیں طبیب
جو کہ مجنوں کو ہوا تھا یہ وہی آزار ہے

غزل (۱۰)

زخم جو سینہ و جگر کے ہیں
انھیں ہاتھوں کے سب یہ چر کے ہیں
لختِ دل جو، ترے ہیں دامن پر
گل کھلے اپنے چشمِ تر کے ہیں
قیس و فرہاد اور جناب دبیر
دشت اور کوہ اُن کے گھر کے ہیں

انصاف نہ ہوگا اگر ہم چند تذکروں اور سوانحوں کے اقتباسات کو یہاں پیش نہ کریں:

ف ۱ مولانا محمد حسین آزآد نے ''آبِ حیات'' میں لکھا: ''دبیؔر نے تمام عمر کسی اتفاقی سبب سے کوئی غزل یا شعر کہا ہو۔''

ف ۲ مولوی صفدر حسین صاحب نے ''شمس الضحیٰ'' میں لکھا: ''جناب مرزا سلامت علی دبیؔر از نظم غزلیات و ہزلیات ولغویات بلکہ قصائد در مدح ملوک و سلاطین وحکام ووصف امراءذوی الاحتشام دست کشید۔''

ف ۳ ثابتؔ لکھنوی نے ''حیاتِ دبیؔر'' میں لکھا: ''سنا ہے کہ مرزا صاحب کے تین دیوان مکمل تھے مگر انھوں نے مشتہر نہیں کیے۔ جس زمانے میں اُن کے داماد میر بادشاہ علی بقاؔ ابتداءً غزل کہتے تھے، مرزا صاحب سے مانگ کر ایک یا دو دیوان وہ لے گئے۔ برسوں اُن کے یہاں رہے، پھر ایک زمانے میں اُن کے یہاں آگ لگی، وہ دیوان بھی سنا ہے کہ اور اسباب کے ساتھ جل گئے۔ بعض غزلیں،

جو مرزا صاحب کے تخلص کے ساتھ ایک آدھ تذکرے میں پائی جاتی ہیں نہ معلوم اُن کی ہیں یا نہیں۔"

ف ۴ شاد عظیم آبادی "پیمبرانِ سخن" میں کہتے ہیں: "ایک دفعہ میں نے مرزا دبیر سے عرض کیا کہ حضور نے غزلیں تو بہت فرمائی ہوں گی۔ ایسے متاثر ہوئے گویا میں نے گناہ کبیرہ کو یاد دلا دیا۔ فرمایا کہ جانے دیجیے وہ دن اور تھے۔ یہ عجب معاملہ ہے کہ ایسے محتاط بزرگ غزل سرائی کو ایک شعبۂ اوباشی سمجھتے تھے۔"

حکایت: غدر ۱۸۵۷ء سے قبل جب مرزا دبیر کو یہ علم ہوا کہ ایک تقریب عقد کے موقعے پر محفلِ رقص و سرود میں اُس زمانے کی مشہور طوائف حسین باندی نے مرزا دبیر کی ایک غزل گائی تو مرزا صاحب نے دوسرے ہی روز اُس طوائف کو آیندہ اپنی غزلیں گانے سے روک دیا۔

ف ۵ ماہرینِ دبیریات، محققانِ رثائی ادب، جن میں پروفیسر اکبر حیدری، جناب کاظم علی خان، ڈاکٹر محمد زمان آزردہ، جناب ایس اے صدیقی، ڈاکٹر فدا حسین صاحب، ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر ملک حسن وغیرہ شامل ہیں، غزل گوئی پر خوبصورت گفتگو کی ہے۔

مرثیہ گوئی:

تعداد مرثیہ: (۱) محمد حسین آزاد نے "آبِ حیات" میں دبیر کے مرثیوں کی تعداد کم از کم تین ہزار بتائی ہے۔

(۲) مولوی فدا حسین نے "شمس الضحیٰ" میں دبیر کے مرثیوں کی تعداد دو ہزار بتائی ہے۔

(۳) جناب افضل حسین ثابت نے "ردّ الموازنہ" میں دبیر کے مرثیوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ بتائی ہے۔

(۴) ثابت لکھنوی نے "حیاتِ دبیر" میں ان کے مرثیوں کی تعداد ہزاروں میں بتائی ہے۔ لکھتے ہیں: "دبیر کے ہزاروں مرثیے ان کی سخاوت و لاپروائی کی نذر ہوئے بہت سا کلام ۱۸۵۷ء میں تلف ہو گیا، سیکڑوں مرثیے دوسروں کے نام

سے شائع ہوئے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں انھوں نے مختلف مقامات پر چیدہ چیدہ حقائق بیان کیے جنھیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

(الف) مرزا دبیر بہت جلد اور کثرت سے کہتے تھے۔ جب طبیعت حاضر ہوتی تو چار چار گھنٹے میں ستر (۷۰) اسی (۸۰) بند کہہ کر اٹھتے تھے۔

(ب) بعض مہینے میں دو دو تین تین مرثیے کہہ لیتے تھے اور چھوٹے مرثیے اس سے بھی زیادہ۔ اس خیالی حساب سے بھی نوبت سیکڑوں سے گزر کر ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

(ج) دبیر کی مشقِ سخن تقریباً ۶۰ ساٹھ سال تھی۔

(د) دبیر : ع: نیا مرثیہ نظم ہوتا ہے ہر مہ دبیر اس کو سمجھو مہینا ہمارا

(۵) ڈاکٹر اکبر حیدری نے مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۶۶) بتائی ہے۔

(۶) ڈاکٹر محمد زماں آزردہ نے مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۸۸) سے زیادہ بتائی ہے۔

(۷) ڈاکٹر ہلال نقوی نے ''دفترِ دبیر'' میں مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۶۰) سے زیادہ بتائی ہے۔

(۸) جناب کاظم علی خاں صاحب نے مطبوعہ مراثی کی تعداد حتمی نہیں بتائی۔

(۹) جناب ضمیر اختر نقوی نے مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۶۷) بتائی ہے۔

(۱۰) خبیر لکھنوی مولف ''سبع مثانی'' نے مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۶۴) بتائی ہے۔

(۱۱) ڈاکٹر صفدر حسین نے کتاب ''نادراتِ مرزا دبیر'' میں دبیر کے مراثی کی تعداد (۳۶۶) بتائی ہے۔

(۱۲) ڈاکٹر ذاکر حسین نے ''دبستان دبیر'' میں مراثی مطبوعہ کی تعداد (۳۶۶) بتائی ہے۔

(۱۳) ڈاکٹر مظفر حسن ملک نے ''مرزا دبیر سوانح و کلام'' میں مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۶۶) بتائی ہے۔

ف ا دفترِ ماتم کی پہلی چودہ جلدوں میں دبیر کے مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (۳۳۸) ہے۔ (ان چودہ جلدوں میں دوسرے شاعروں کے مرثیوں اور تکراری مرثیوں کو نہیں گنا گیا۔)

ف۲ ''سبع مثانی'' مرتبہ خبیر لکھنوی، ''ماہِ کامل'' مرتبہ مہذّب لکھنوی، ''نادرات مرزا دبیرؔ'' مرتبہ ڈاکٹر صفدر حسین، ''دفترِ پریشان'' مرتبہ میر دستور علی بلگرامی، نول کشور کی جلدیں، ''شاعر اعظم'' اور ''باقیاتِ دبیرؔ'' تصنیفاتِ پروفیسر اکبر حیدری، ''تلاشِ دبیرؔ'' مصنف کاظم علی صاحب وغیرہ کے دریافت شدہ اور مطبوعہ مرثیوں کی تعداد باون (۵۲) ہے۔

چنانچہ اس حساب سے مطبوعہ مرثیوں کی تعداد ۵۲ + ۳۳۸ = ۳۹۰ ہے۔

ف۳ مرزا دبیرؔ کے غیر مطبوعہ مرثیوں کی تعداد میں ہم اُن چھے جلدوں کو اگر شامل کریں جو ذخیرہ پروفیسر مسعود حسن ادیبؔ، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں ہیں، جس کا ذکر ڈاکٹر لیس اے صدیقی نے ''مرزا دبیرؔ کی مرثیہ نگاری'' میں کیا اور تعداد ۲۸۵ بتائی ہے، تو کل مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مرثیوں کی تعداد ۲۸۵ + ۳۹۰ = ۶۷۵ قرار پائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعداد معتبر نہیں۔ راقم نے گزشتہ ہفتے پروفیسر نیرّ مسعود صاحب فرزندِ مرحوم پروفیسر مسعود حسن ادیب سے ان قلمی بیاضوں کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان بیاضوں پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے تاکہ یہ علم ہو سکے کہ کیا یہ جداگانہ غیر مطبوعہ مراثی ہیں یا الگ الگ مطلعوں کی وجہ سے مطبوعہ شدہ مرثیوں کے مختلف بند۔ بہر حال، اس وقت راقم مزید تحقیقی اطلاعات فراہم ہونے تک مطبوعہ مراثی کی تعداد (۳۹۰) اور غیر مطبوعہ مراثی کی تعداد (۲۸۵) اور کل موجود مراثی دبیرؔ کی تعداد (۶۷۵) رقم کرتا ہے۔

۱۔ ''دفترِ ماتم'' کی ۱۴ جلدوں میں مطبوعہ مراثی کی تعداد = ۳۶۴

۲۔ ثابت لکھنوی نے دس مرثیوں کو دبیرؔ کے مراثی سے خارج کیا

= ۳۶۴ - ۱۰ = ۳۵۴

۳۔ تکراری مرثیوں کی غیر معتبر تعداد سولہ ہے = ۳۵۴ - ۱۶ = ۳۳۸

۴۔ مختلف مرثیوں کی کتابوں میں مطبوعہ مراثی کی تعداد باون (۵۲) ہے

= ۳۳۸ + ۵۲ = ۳۹۰

۵۔ غیر مطبوعہ مرثیوں کی تعداد چھپے قلمی بیاضوں میں ۲۸۵ ہے۔ = ۲۸۵

۶۔ کل مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مرثیوں کی تعداد = ۲۸۵ + ۳۹۰ = ۶۷۵

مرثیوں کی بحریں: مرزا دبیرؔ کے مراثی پانچ بحر کے نو زحافات میں لکھے گئے ہیں لیکن اغلب مرثیے ان پانچ اوزان میں ہیں:

۱۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف / مسکن = فاعلاتن فاعلاتن مفاعلن فعلن

مثال: ''جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ''

۲۔ بحر مضارع مثمن مکفوف محذوف = مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

مثال: ''یارب مجھے مرقّعِ خُلدِ بریں دکھا''

۳۔ بحر ہزج مثمن مکفوف مکسور محذوف = مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

مثال: ''اے دبدبۂ نظم دو عالم کو ہلا دے''

۴۔ بحر مجتث مثمن مخبون محذوف = مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

مثال: ''روانہ نہر لبن کو جو شیر خوار ہوا''

۵۔ بحر سریع مسدس مطوی مکسوف = مفتعلن مفتعلن فاعلن

مثال: ''جب رہے میدان میں تنہا حسینؑ''

مرزا دبیر کے مطبوعہ مراثی کا جدول

نمبر شمار	نام	تعداد مراثی	سنہ طبع	مطبع	ملاحظات
۱	مراثیٔ مرزا دبیر ۔ جلد اوّل	۳۵	۱۸۷۵ء	نول کشور پریس، لکھنؤ	
۲	مراثیٔ مرزا دبیر ۔ جلد دوم	۳۳	۱۸۷۵ء	نول کشور پریس، لکھنؤ	
۳	دفتر ماتم ۔ جلد اوّل	۲۵	۱۸۹۷ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۴	دفتر ماتم ۔ جلد دوم	۲۵	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۵	دفتر ماتم ۔ جلد سوم	۲۹	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۶	دفتر ماتم ۔ جلد چہارم	۲۷	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۷	دفتر ماتم ۔ جلد پنجم	۲۷	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۸	دفتر ماتم ۔ جلد ششم	۲۹	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۹	دفتر ماتم ۔ جلد ہفتم	۲۵	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۰	دفتر ماتم ۔ جلد ہشتم	۲۰	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۱	دفتر ماتم ۔ جلد نہم	۲۶	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۲	دفتر ماتم ۔ جلد دہم	۲۷	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۳	دفتر ماتم ۔ جلد یازدہم	۲۷	۱۸۹۶ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۴	دفتر ماتم ۔ جلد دوازدہم	۲۹	۱۸۹۷ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۵	دفتر ماتم ۔ جلد سیزدہم	۲۳	۱۸۹۷ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۶	دفتر ماتم ۔ جلد چہاردہم	۱۹	۱۸۹۷ء	مطبع احمدی، شاہ گنج، لکھنؤ	
۱۷ ۱۸	نوائے کربلا ۔ جلد اوّل نوائے کربلا ۔ جلد دوم	۱۵	۱۹۳۳ء ۱۹۳۳ء	مطبع یوسفی، دہلی مطبع یوسفی، دہلی	جلد اوّل و دوم میں مرزا عشق، نفیس، فصیح، دلگیر، سعادت، انیس، سلیس، رئیس، اوج، خبیر کے علاوہ ۱۵ مرثیے دبیر کے ہیں۔ ان میں سے چھ مرثیے ایسے ہیں جو "دفتر ماتم" میں نہیں۔

۱۹	سبع مثانی ۔ خبیر لکھنوی	۱۴	۱۹۳۰ء	نظامی پریس، لکھنؤ	
۲۰	شعار دبیر ۔ مہذب لکھنوی	۷	۱۹۵۱ء	یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ	
۲۱	رزم نامۂ دبیر ۔ خبیر لکھنوی		۱۹۶۴ء	نظامی پریس، لکھنؤ	
۲۲	باقیاتِ دبیر ۔ اکبر حیدری	۲۶	۱۹۹۴ء	مرزا پبلی کیشنز حسن آباد سری نگر	
۲۳	ذکرِ دبیر ۔ ہلال نقوی	۲۵	۱۹۹۵ء	محمدی ایجوکیشن اینڈ پبلی کیشنز، کراچی	
۲۴	منتخب مراثی دبیر	۳	۱۹۸۰ء	مرتبہ ۔ ظہیر فتح پوری مجلس ترقی ادب، لاہور	
۲۵	انتخاب مراثی مرزا دبیر	۳	۱۹۸۰ء	مرتبہ اکبر حیدری ۔ اترپردیش اُردو اکادمی، لکھنؤ	
۲۶	انتخاب مراثی دبیر	۸	۱۹۶۳ء	رام نرائن لال پبلشرز، الہ آباد	

ان کتابوں کے علاوہ مرزا دبیر کے درجنوں مرثیے ان کی زندگی اور ان کے مرنے کے بعد شائع ہوئے۔

دبیر کے سلاموں کی تعداد

دبیر کے سلاموں کی تعداد کے بارے میں سوانح نگاروں، ادیبوں، محققوں اور مورخوں نے ایک صدی سے زیادہ غلط شماری کی۔ ۱۹۹۴ء سے پہلے کسی مضمون نگار نے بھی دبیر کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلد میں مطبوعہ سلاموں کو گننے کی زحمت گوارا نہ کی۔ راقم نے یہ سوچ کر کہ اب تک کسی نے بھی سلاموں کی شمار بندی نہیں کی ہے، تینوں جلدوں میں مطبوعہ ۳۴۳ سلاموں کی، شاعروں کے نام کے ساتھ تقسیم بندی کی تو معلوم ہوا کہ مرزا دبیر کے کل مطبوعہ سلاموں کی تعداد ۱۴۳ ہے اور ایک سلام ''حیاتِ دبیر'' کی جلد دوم میں شامل ہے، اس طرح مرزا صاحب کے کل مطبوعہ سلام ۱۴۴ ہیں۔ میری اس شمار بندی کے بعد جب ''باقیاتِ دبیر'' مولفہ پروفیسر اکبر حیدری کاشمیری پر نظر پڑی تو مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ محقق موصوف نے ۱۹۹۴ میں تینوں جلدوں میں شامل دبیر کے

سلاموں کی گنتی کر کے بتایا ہے کہ ''دفترِ ماتم'' کی ان تینوں جلدوں میں مسلسل ردیف وار سلاموں کی تعداد ۳۴۲ ہے۔ ان میں مرزا دبیرؔ کے صرف ۱۲۴ سلام ہیں، باقی ۲۱۸ سلام ان کے شاگردوں کے ہیں۔

میں نے ان تینوں جلدوں کے علاوہ ''حیاتِ دبیرؔ'' حصۂ دوم میں شائع شدہ ایک سلام، جس پر دبیر کے برادرِ حقیقی مرزا غلام محمد نظیرؔ نے مخمس تضمین کیا ہے اسی تعداد میں جمع کیا ہے۔ دبیرؔ کے انچاس (۴۹) شاگردوں کے سلام بھی تینوں جلدوں میں شامل ہیں جن میں سب سے زیادہ سلام یعنی ۴۷ سلام شاعرۂ اہلِ بیت سلطانؔ عالیہ بیگم دخترِ نصیر الدین شاہ کے ہیں۔

جناب صادق صاحب ''مرزا دبیرؔ اور شمس آباد'' میں لکھتے ہیں کہ نواب پیارے صاحب نے چاندنی کی ردیف والے سلام کو، جو مرزا دبیرؔ سے منسوب ہے اور جسے انھوں نے غازی الدین حیدر شاہ کے زمانے میں لکھا تھا، قدیرؔ صاحب ہی کا سلام بتاتے ہیں یعنی ان کے بموجب دبیرؔ نے کوئی سلام ''چاندنی'' کی ردیف میں نہیں رقم کیا۔

سلاموں کی تعداد میں محققین کی سہل انگاریاں

۱۔ محمد حسین آزادؔ ''آبِ حیات'' میں لکھتے ہیں: ''سلاموں، نوحوں اور رباعیوں کا شمار نہیں''۔

۲۔ مولوی فدا حسین صاحب ''شمس الضحیٰ'' میں لکھتے ہیں: ''سلام، رباعی اور تضمین کا کوئی حساب نہیں۔''

۳۔ جناب افضل حسین ثابتؔ لکھنوی ''حیاتِ دبیرؔ'' حصۂ اوّل صفحہ ۲۷۷ پر لکھتے ہیں: ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں (۱۱۰) سترھویں (۱۲۴) اٹھارویں (۹۸) جلد میں الف سے لے کر یا تک ۳۳۲ مسلسل ردیف وار سلام ہیں، ان میں بعض مرزا صاحب کے شاگردوں کے بھی سلام ہیں جن کا حال مقطعِ سلام سے معلوم ہوتا ہے۔ اس ہیچ مدان کے تین چار سلام ہیں۔''

یہاں ثاقب لکھنوی سے کتابت میں غلطی ہوگئی ہوگی چنانچہ ۱۴۴ کے بجائے ۱۲۴ لکھا گیا اور پھر ہر محقق اور ادیب نے سترھویں جلد پر نگاہ کیے بغیر تعداد ۱۲۴ ہی لکھی۔ دوسرا تسامح ثاقب کے اُس جملے سے ہوا جس میں انھوں نے ''بعض مرزا کے شاگردوں کے سلام'' کا ذکر کیا ہے۔ اگر چہ صحیح یہ ہے کہ ان تین جلدوں میں بعض سلام مرزا دبیر کے ہیں، یعنی ۳۴۳ سلاموں میں صرف ۱۳۳ سلام مرزا دبیر کے ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر سیّد صفدر حسین ''رزم نگارانِ کربلا'' اور مقدمۂ ''نادراتِ مرزا دبیر'' میں لکھتے ہیں:

''مرزا دبیر کی مدتِ سخن گوئی کم وبیش (۶۰) سال رہی۔ اُس زمانے میں انھوں نے چار سو سے زیادہ مرثیے، تین سو سے زیادہ سلام، ساٹھ سے زائد خمسے اور بے شمار رباعیات، قطعات، مناجات اور نوحہ جات تصنیف کیے۔ سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدیں سلاموں سے متعلق ہیں لیکن ان میں بعض سلام مرزا صاحب کے شاگردوں کے شامل ہوگئے ہیں۔''

۵۔ شاد عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''مرزا صاحب نے اقسامِ نظم میں دو لاکھ شعروں سے بھی کہیں زیادہ کہے ہیں۔ میں نے مرزا صاحب کے چھوٹے بڑے پانچ سو مرثیوں سے کم نہیں دیکھے ہیں۔ غالباً تین سو سلام ہیں۔''

۶۔ ڈاکٹر مظفر حسن ملک ''اُردو مرثیے میں مرزا دبیر کا مقام'' میں لکھتے ہیں: ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں سترھویں اور اٹھارویں جلدوں میں الف سے لے کر یا تک ردیف وار سلام ہیں جن کی مجموعی تعداد ۳۴۲ ہے، بعض سلام غلطی سے ان کے شاگردوں کے بھی شامل ہوگئے ہیں جیسا کہ ان کے مقطعوں سے ظاہر ہے۔''

پروفیسر اکبر حیدری نے ۱۹۹۴ میں ''باقیاتِ دبیر'' میں سولھویں سترھویں اور اٹھارویں جلدوں کا ذکر کرتے ہوئے دبیر کے سلاموں کی تعداد ۱۲۴ بتائی۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ موصوف کو ''شاعرِ اعظم مرزا سلامت علی دبیر'' جیسی

شاہکار تصنیف کرتے وقت یہ جلدیں نایاب ہونے کی وجہ سے نہ مل سکیں، چنانچہ اسی لیے راقم نے ان جلدوں سے مرزا دبیرؔ کے سلاموں کو علیحدہ کر کے ''دبیر کے سلام'' کی شکل دی ہے۔ بہر حال ہم پروفیسر صاحب کی تہِ دل سے قدر دانی کرتے ہیں کہ ان کی بدولت یہ طلسم ٹوٹ سکا۔ اس مقام پر ہم تینوں جلدوں کی تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

ا۔ ''دفترِ ماتم'' جلد ۱۶ (مجموعۂ سلام حصّۂ اوّل) = ۱۳۱۴ ہجری، مطبعِ دبدبۂ احمدی، مشک گنج، لکھنؤ۔

پبلشر: سیّد عبدالحسین۔ صفحات = ۲۰۴۔ کل سلام = ۱۱۰۔ دبیرؔ کے سلام = ۴۳۔

ب۔ ''دفترِ ماتم'' جلد ۱۷ (مجموعۂ سلام حصّۂ دوم) = ۱۸۹۷ عیسوی، مطبعِ دبدبۂ احمدی، مشک گنج، لکھنؤ۔

پبلشر: سیّد عبدالحسین۔ صفحات = ۲۵۴۔ کل سلام = ۱۳۴۔ دبیرؔ کے سلام = ۶۶۔

ج۔ ''دفترِ ماتم'' جلد ۱۸ (مجموعۂ سلام حصّۂ سوم) = ۱۸۹۷ عیسوی، مطبعِ دبدبۂ احمدی، مشک گنج، لکھنؤ۔

پبلشر: سیّد عبدالحسین۔ صفحات = ۱۸۴۔ کل سلام = ۹۸۔ دبیرؔ کے سلام = ۲۴۔

د۔ ''حیاتِ دبیرؔ'' (حصّۂ دوم) = ۱۹۱۵ عیسوی۔ ایک سلام جس پر نظیرؔ لکھنوی نے مخمس تضمین کیا۔

دبیرؔ کے جملہ مطبوعہ سلام = ۴۳+۶۶+۲۴+۱ = ۱۳۴

اور سلاموں کے اشعار کی جملہ تعداد = ۳۱۲۳ ہے۔

غیر منقوط کلام: مرزا دبیرؔ نے اُردو میں سب سے زیادہ غیر منقوط اشعار کہے ہیں جن کی مجموعی تعداد ۷۵۵ ہے۔

ا۔ رباعیات (مختلف مضامین) = ۱۱ عدد۔ تعداد شعر = ۲۲

۲۔ قطعۂ تاریخ اور قطعہ منقبتی = ۲ عدد۔ تعداد شعر = ۸

۳۔ سلام: ع: مسطور اگر کمال ہو سرورِ امامؑ کا = ۱ عدد۔ تعداد شعر = ۱۷

۴۔ مرثیہ: ع: مہرِ علم سروڑ اکرم ہوا طالع = ۶۹ بند۔ تعدادِ شعر = ۴۰۷

۵۔ مرثیہ: ع: ہم طالع ہُما مراد ہم رسا ہوا = ۱۰۱ بند ۔ تعدادِ شعر = ۳۰۳

مرزا دبیر نے تقریباً (۱۳۳۳) رباعیات کہی ہیں

آپ دبیر کی ۱۳۳۳ رباعیات سن کر حیرت زدہ ہوں گے۔ کیسے باور کریں جب کہ دبیر کی رباعیات کی بابت تمام تر تذکرات اور تحریرات خموش ہیں۔ مرزا دبیر کی سب سے پہلی سوانحِ حیات جو انتقال کے چار سال بعد فارسی میں بنام ''شمس الضحیٰ'' مولوی صفدر علی صاحب کی تصنیف ہے، رباعیات کے بارے میں مبالغہ آمیز طور پر ان کی تعداد ریگِ صحرا کے دانوں یا دریا میں موجود پانی کے قطرات کی طرح بتلائی ہے، جس کا مجموعی اثر منفی ہوا اور چند سال بعد جب محمد حسین آزاد نے ''آبِ حیات'' لکھی تو رباعیوں کی تعداد کو دبیر کی باتیں اور بے شمار بتایا چنانچہ تعداد ان ہی باتوں میں گم ہوگئی۔ ''حیاتِ دبیر'' کے مصنف جناب ثابت لکھنوی نے بھی رباعیات کی تعداد کو صنعتِ مبالغہ پر فدا کر کے تقریباً سوا دوسو رباعیات شائع کیں۔ جناب خبیر لکھنوی نے جو خود مرزا دبیر کے فرزند اوج کے شاگرد رشید تھے، تقریبا ۶۰ ۔ ۷۰ سال قبل ایک مختصر سا کتابچہ بعنوان ''رباعیاتِ دبیر'' شائع کیا اور کل رباعیات ''۱۹۷'' لکھیں۔ خبیر لکھنوی نے انتخاب یا تعداد رباعیات کی کوئی تشریح نہیں کی جس کا اثر عوام نہیں بلکہ خواص پر بھی ہوا، چنانچہ رثائی ادب کے جید عالم پروفیسر فرمان فتح پوری نے ۱۹۷ کی تعداد کو صحیح جان کر اپنی تصنیف ''اُردو رباعی'' میں دبیر کی رباعیوں کی تعداد دوسو کے لگ بھگ بتائی۔ جناب سلام سندیلوی کی کتاب ''اُردو رباعیات'' جس پر لکھنؤ یونی ورسٹی نے ۱۹۵۸ء میں پی ایچ ڈی کی سند عطا کی، دبیر کی رباعیات کی تعداد ڈیڑھ دوسو کے قریب بتائی ہے۔ ڈاکٹر نفیس فاطمہ جنھیں مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری پر ڈاکٹریٹ دیا گیا، دبیر کی رباعیات کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ''دبیر سے کچھ رباعیاں بھی یادگار ہیں۔'' اسی طرح بیشتر دبیر شناسوں نے بھی تعداد

کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔ گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمام دبیر شناسی کی کتابوں میں صرف پروفیسر محمد زماں آزردہ کی تصنیف ''مرزا سلامت علی دبیر'' تنہا وہ کتاب ہے جس کے حاشیے میں موصوف نے لکھا: ''دفترِ ماتم'' کی بیسویں جلد میں ۱۳۵۳ رباعیاں ہیں اور غیر مطبوعہ رباعیاں اب بھی ملتی ہیں، چنانچہ اسی لیے ہماری مرتبہ زیرِ طباعت کتاب ''دبیر کی رباعیات'' میں ۱۳۳۲ء سے زیادہ رباعیاں شامل ہیں۔ اُردو کے دوسرے بڑے شاعر جس نے سب سے زیادہ رباعیاں کہی ہیں، وہ میر ببر علی انیس ہیں جن کی ۵۸۶ رباعیات جناب علی جواد زیدی کے جامع دیباچے کے ساتھ منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ مرزا دبیر کی ۱۳۳۲ رباعیات کو اس لیے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ صنف گراں قدر اُردو ادب میں خال خال ہے۔ اُردو کے مشاہیر شعرا نے بہت کم رباعیات کہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق اُردو کے سب سے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ نے ۳۹، سراج اورنگ آبادی نے ۹، ولی دکنی نے ۶، میر تقی میر نے ۱۲۵، فغان نے ۱۱، نظیر اکبر آبادی نے ۲۳، خواجہ درد نے ۳۲، سودا نے ۸۰، مصحفی نے ۱۶۴، مومن نے ۱۲۹، غالب نے ۱۶، ذوق نے ۱۷، ناسخ نے ۶۴، امیر مینائی نے ۳۰، اسیر لکھنوی نے ۱۲، منیر شکوہ آبادی نے ۸۰، میر عشق نے ۱۹۰، داغ نے ۴۱، حالی نے ۱۲۵، شاد نے ۹۵، رشید نے ۹۹، فانی نے ۴۰۰، جوش نے ۲۵۰، فراق نے ۳۵۱، اثر لکھنوی نے ۴۰۰، جگت رواں نے ۱۷۵، اور تلوک چند محروم نے ۲۲۵، رباعیات لکھیں۔ یعنی اگر درجنوں اُردو شعرا کی رباعیوں کو جمع کیا جائے تو بھی ان کی تعداد مرزا دبیر کی رباعیات کی تعداد سے کم ہوگی۔ اس مقام پر صرف رباعیوں کی تعداد پر اتنی طولانی گفتگو کا مقصد یہ بتانا ہے کہ دبیر شناسی کے تقریباً تمام تر موضوعات اسی طرح تشنہ اور ادھورے ہیں، جن پر مسلسل کام کی ضرورت ہے۔ اگر خشتِ اوّل سیدھی رکھی جاتی تو ٹیڑھی دیوار کا مسئلہ پیدا نہ ہوتا لیکن بہرحال، اب بھی اسے سیدھا کیا جا سکتا ہے کیوں کہ دبیر

شناسی کی دیوار ابھی فصیلِ اُردو سے بہت کوتاہ نظر آتی ہے۔ جناب مخمور اکبر آبادی نے بہت سچ کہا ہے کہ ''اصناف شعر میں رباعی دشوار ترین صنف ہے۔ رباعی کا پیکر ٹھیٹ اور آرٹ وقت طلب ہے۔ اس صنف میں وہی لوگ کامیاب طبع آزمائی کر سکتے ہیں جنھیں تصورات اور الفاظ دونوں پر قدرت حاصل ہو۔''

جہاں تک رباعی کے موضوعات کا تعلق ہے، اس کو مذہبی، اخلاقی، فلسفیانہ، عشقیہ، سماجی، سیاسی اور ذاتی رباعیات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور پھر ہر قسم کو کئی فروعی قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ جیسے مذہبی رباعیوں کو حمدیہ، نعتیہ، منقبتی، مغفرتی، معتقداتی اور رثائی رباعیوں میں یا اخلاقی رباعیات کو خوداری، وضع داری، شرافت، انکساری، مروّت، تواضع، قناعت، عزتِ نفس وغیرہ کے مضامین کے تحت الگ کر سکتے ہیں فلسفیانہ رباعیات کو حیات و ممات، جبر و قدر، بے ثباتیٔ دنیا، فلسفۂ غم وغیرہ کی بنا پر جدا کر سکتے ہیں۔ بہر حال اس طرح رباعیوں کی کوئی سو کے لگ بھگ موضوعاتی قسمیں حاصل ہوں گی۔ مرزا دبیر کی عظمت یہ ہے کہ اُن کے ذخیرۂ رباعی میں تقریباً تمام اہم مضامین پر رباعیات ملتی ہیں اگر چہ سوقیانہ، ہجوئی، ابتذال اور فحش مضامین اس پاک دفتر میں نہیں جس نے اُردو کے شعری ذخیرے کو بقول حالی ''عفونت میں سنڈاس سے بدتر بنا دیا ہے۔'' خبیر لکھنوی نے صحیح کہا ہے کہ میر، درد، سودا، ذوق اور غالب نے رباعیاں کہیں مگر افسوس ہے کہ ان اساتذہ کی رباعیوں میں مضامین عالیہ کا فقدان ہے۔ کسی نے ہجو لکھی، کسی نے خوشامدانہ مضامین نظم کیے اور اخلاقی مضامین خال خال ہیں، اسی لیے تو امداد امام اثر نے لکھا: ''انیس اور دبیر نے اُردو رباعی نگاری کی شرم رکھ لی۔''

مرزا دبیرؔ کی ۱۳۳۳ رباعیات کی مختصر تقسیم بندی اس طرح ہے:

رثائی رباعیات	=	۴۱۸
اعتقادی رباعیات	=	۳۰۹
منقبتی رباعیات	=	۳۰۸
ذاتی رباعیات	=	۱۸۴
فارسی رباعیات (متفرق)	=	۳۴
نعتیہ رباعیات	=	۱۸
حمدیہ رباعیات	=	۹
اخلاقی رباعیات	=	۴۰
فلسفیانہ رباعیات	=	۱۸
سماجی رباعیات	=	۱۵

رباعیات کے علاوہ مرزا دبیرؔ کے ۶۴ سے زیادہ مخمسات اور کئی مسدّس ''دفترِ ماتم'' کی انیسویں جلد میں ہیں۔ نوحہ جات اور الوداع کی تعداد چودہ (۱۴) سے زیادہ ہے۔ کئی قطعے اور تاریخی قطعات بھی شامل ہیں۔ شاگردوں کے مسدّس، مخمس، تضمینات ''دفترِ ماتم'' کی جلدوں میں شامل ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی بےمحل نہیں کہ یہ تمام جلدیں مرزا دبیرؔ کے بڑے بیٹے مرزا محمد جعفر اوجؔ کے زیرِ نگرانی شائع ہوئیں۔

جہاں تک مثنویات کا تعلق ہے، مرزا دبیرؔ کی دو مثنویاں ''احسن القصص'' اور ''معراج نامہ'' جلد پانزدہم میں شائع ہوئیں۔ ایک مختصر سی مثنوی ''فضائلِ چہاردہ معصومینؑ''، ''دفترِ ماتم'' کی بیسویں جلد میں شامل ہے۔ چوتھی غیر مطبوعہ مثنوی کا ذکر ڈاکٹر محمد زماں آزردہؔ اور پروفیسر اکبر حیدری نے کیا ہے۔ ان دونوں صاحبوں نے اس مثنوی کا مخطوطہ مرزا دبیرؔ کے پرپوتے محمد صادق صاحب کے پاس دیکھا اور کچھ اشعار نقل کیے۔

الف۔ مثنوی احسن القصص = مطبوعہ ''دفترِ ماتم'' پندرھویں جلد، بحرِ متقارب میں ہے۔ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اشعار کی تعداد ۳۳۱۶ ہے۔

ب۔ مثنوی معراج نامہ = مطبوعہ ''دفترِ ماتم'' پندرھویں جلد، ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اشعار کی تعداد ۶۸۴ ہے۔

ج۔ مثنوی فضائلِ چہاردہ معصومؑ = مطبوعہ ''دفترِ ماتم'' بیسویں جلد، ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اشعار کی تعداد ۴۵ ہے۔

د۔ مثنوی غیر مطبوعہ = مخطوطہ، درزمانِ نادر شاہ (حالات)، صفحات ۳۲، عنوان نہیں ہے۔ اشعار کی تعداد ۵۴۰ ہے۔

راقم نے ''مثنویاتِ دبیرؔ'' ترتیب دی ہے، اس لیے اس گفتگو کو یہاں پر ختم کرتا ہوں۔

دبیرؔ کی مشہور مجالس:

۱۔ عزاخانہ غازی الدین حیدر شاہ = مرزا دبیرؔ کے شہرۂ کلام اور کمال کو سن کر بادشاہِ اودھ غازی الدین حیدر نے مرزا دبیرؔ کو اپنے عزاخانے میں پڑھوایا۔ مرزا صاحب نے منبر پر جا کر حمد و نعت اور منقبت میں ایک ایک رباعی پڑھی، پھر یہ بند پڑھا:

واجب ہے حمد و شکر جنابِ الٰہ میں فضلِ خدا سے آیا ہوں کس بارگاہ میں
مجھ سا گدا اور انجمنِ بادشاہ میں چرچا یہ لوگ کرتے ہیں اس وقت راہ میں
ذرّے پہ چشمِ مہر ہے مہرِ منیر کو
حضرت نے آج یاد کیا ہے دبیر کو

پھر دبیرؔ نے مرثیہ پڑھا جس کا مطلع ہے ع: ''غمِ حسینؑ میں کیا آب و تاب ہے''
جب مرزا صاحب اُس مقام پر پہنچے کہ جنابِ سکینہؑ، یزید کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی تو بادشاہ چیخیں مار کر رونے لگے۔

جب روزِ کبریا کی عدالت کا آئے گا جبّار بادشاہوں کو پہلے بلائے گا
انصاف وعدل اُن سے بہت پوچھا جائے گا تو آج داد دینے کی کل داد پائے گا
گُل کر دیا ہے دونوں جہاں کے چراغ کو
لوٹا ہے تیرے عہد میں زہراؑ کے باغ کو

مرزا دبیرؔ تو مرثیہ پڑھ کر چلے گئے بادشاہ کو اپنا خیال آیا۔ رات بھر خوف سے نیند نہ آئی۔ بار بار کہتے رہے: مجھ سے سخت باز پرس ہوگی۔ سویرے آغا میر وزیر کو بلوا کر انصاف وعدالت کے باب میں بہت تاکید کی۔

۲۔ مرزا دبیرؔ کی ولادت ۱۱ر جمادی اوّل ۱۲۱۸ ہجری کو ہوئی تھی۔ ہر مہینے گیارھویں تاریخ کو مرزاؔ صاحب کے مکان پر مجلس ہوا کرتی تھی جس میں شاگردوں اہلِ کمال وکلام، شاہزادوں، امراء اور عوام کا ہجوم ہوتا۔ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد یہ مجلس ہر مہینے تیسویں کو ان کی قبر پر ہونے لگی۔

۳۔ ہر مہینے کی تیرھویں اور ماہِ صفر کی اٹھارویں کو احمد علی خاں سوز خواں مرحوم کے یہاں بہت بڑی مجلس دبیرؔ پڑھا کرتے تھے۔ اُسی تاریخ اُسی وقت حیدر خاں صاحب کے پاس میر انیسؔ پڑھا کرتے تھے۔ اس مجلس میں مرزا دبیرؔ ہمیشہ ایک دو رباعیات بھی پڑھتے تھے۔ رباعیات:

کیوں آج یہ انبوہِ کثیر آیا ہے ہاں حضرتِ مقبل کا نظیر آیا ہے
ہو گا مہِ چاردہ کا منبر پہ کمال تاریخ ہے تیرھویں دبیرؔ آیا ہے

مضمون سے وہ معنیٔ پُر ضو نکلا ٹھنڈا جس سے قمر کا پرتو نکلا
ہر مصرعِ کہنہ کی چمک پر یہ غل اٹھارھویں تاریخ کو مہِ نو نکلا

چونکہ ان تاریخوں میں ہونے والی مجالس کے ساتھ کچھ حکایات مشہور ہیں ہم اُس زمانے کے حالات اور انیسیے و دبیریے کے احساسات کو قارئین کے ذہنوں میں روشن کرنے کے لیے کچھ حکایتیں پیش کرتے ہیں:

حکایت اوّل: جیسا کہ ہم نے ذکر کیا دبیرؔ کی مجلس کے وقت میر انیسؔ کی مجلس بھی ہوا کرتی

تھی۔ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے راستے میں یہ افواہ اُڑادی کہ آج مرزا دبیر مجلس میں نہیں آئیں گے۔ اس افواہ سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ میر انیس کی مجلس، جو حیدر خاں صاحب کے گھر ہوتی تھی، چلے گئے۔ کچھ لوگ جو اتفاق سے مرزا دبیر کی مجلس میں پہنچے اور اس افواہ کا ذکر مرزا دبیر سے کیا تو مرزا صاحب نے فی البدیہہ یہ رباعی پڑھی:

کس بزمِ ثواب میں حقیر آیا ہے   سننے کو بھی انبوہ کثیر آیا ہے
کیوں راہ میں بہکاتے ہیں مشتاقوں کو   یہ کون ہے؟ جو نہیں دبیر آیا ہے

حکایت دوم: تیرھویں تاریخ کی مجلس کا گھر چھوٹا تھا اور ہر شخص کی کوشش یہ تھی کہ منبر کے قریب بیٹھے۔ ایک سال کچھ لوگ دوسروں کو زیر پا کرتے ہوئے منبر کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ تکرار شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ مار پیٹ تک نوبت آ جاتی لیکن لوگوں نے دونوں گروہوں میں صلح و آشتی کرادی۔ اتنی دیر میں مرزا صاحب منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور فی البدیہہ یہ رباعی کہہ لی:

دریائے ثواب میں تلاطم کیسا   مجلس میں تاخر و تقدم کیسا
بے جا ہے غبار اشک باروں کے لیے   پانی موجود ہے تیمم کیسا

حکایت سوم: مجلسِ قتل گاہ: ایام عزا میں تیرہ تاریخ کی مجلس ۱۸ صفر کو ہوتی تھی اور خصوصیت سے اس میں کئی شہزادے اور نامور افراد اس لیے شرکت کرتے کہ یہ پچاسویں مجلسِ ایام عزا ہوتی تھی۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ میر انیس کی مجلس جلد ختم ہوگئی۔ وہاں سے کئی لوگ اس مجلس میں آ گئے۔ جب گھر بھر گیا تو صاحب خانہ نے زنجیر لگا دی لیکن مجمعے نے زنجیر توڑ دی اور مجلس میں گھس آئے۔ کچھ لوگ پہلے سے کنویں پر بچھے پلنگ پر بھی بیٹھے تھے، چنانچہ بھگدڑ کی وجہ سے مرزا دبیر کو ان لوگوں کی سلامتی کی فکر ہوئی۔ وہ پورے قد سے منبر پر اتنی مدت کھڑے رہے جب تک سارے مجمعے نے اُن آنے والوں کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ اسی مدت میں مرزا صاحب نے مجلس کو پوری طرح اپنی طرف کھینچ لیا اور یہ رباعیاں سنائیں:

یاں مجھ کو بچھانا تھا ضرورآنکھوں کا　　اس پردے میں تھا عین سرورآنکھوں کا
پر اب تو نہیں تل کے بھی رکھنے کی جگہ　　آنکھوں کے عوض بچھاؤں گا نورآنکھوں کا

ہر عضو سے سر بلند دو آنکھیں ہیں　　پر فرش کی ہوگی تو لو آنکھیں ہیں
کس کس کے زیر پا بچھاؤں میں دبیر　　ہم چشم بہت ہیں اور دو آنکھیں ہیں

۴۔ داروغہ میر واجد علی تسخیر لکھنوی کے امام باڑے میں ہر سال اکیسویں رمضان کو مرزا صاحب پڑھا کرتے تھے۔ ان کا امام باڑہ وسیع تھا اور تمام اہلِ علم وکمال اور مشتاقوں سے بھر جاتا تھا۔

۵۔ نصیر الدین شاہ کی بیگم ملکہ زمانی کے یہاں زمانۂ شاہی میں عشرۂ محرم میں بڑی مجلسیں دبیر پڑھا کرتے تھے۔ ان کے پاس سے دبیر کو ماہوار تنخواہ بھی ملتی تھی۔ ان کی بیٹی سلطان عالیہ شاعرہ تھیں جو ممتاز الدولہ کی بیگم تھیں۔ ''سلطان عالیہ'' مرزا دبیر کی شاگرد تھیں۔ ''دفترِ ماتم'' کی جلدوں میں ان کے تقریباً ۷۴ سلام موجود ہیں۔ خود ممتاز الدولہ بھی دبیر کے شاگرد تھے۔

۶۔ راجہ میوہ رام، جو مشرف بہ اسلام ہو کر افتخار الدولہ بن گئے اپنے امام باڑے میں رمضان کی شبوں کو مجالس کرتے تھے۔ مرزا دبیر اور میر ضمیر ان مجالس میں پڑھتے تھے۔ افتخار الدولہ بڑے سخی تھے۔ آخر عمر میں کربلائے معلی جا کر امام حسینؑ کے روضے کے کلید بردار ہوئے اور وہیں سے جنت میں گئے۔ مرزا دبیر نے ان کی سخاوت پر یہ رباعی کہی ہے:

اس در پہ ہر ایک شادماں رہتا ہے　　خنداں گلِ امید یہاں رہتا ہے
ہر فصل میں دستِ افتخار الدولہ　　نیساں کی طرح گہر فشاں رہتا ہے

۷۔ نواب حسینؑ علی خاں کے یہاں چہلم کی مجلسیں مرزا صاحب پڑھتے تھے، پھر ایک مجلس میر انیس اور ایک مجلس مرزا دبیر پڑھنے لگے۔ نواب صاحب خود بھی شاعر تھے اور ناسخ کے شاگرد تھے، اسی لیے شیخ ناسخ ان کی مجالس میں ضرور شرکت کرتے تھے۔

۸۔ میر باقر کے امام باڑے میں ہر مہینے کی پچیسویں (۲۵) کو مرزا دبیرؔ مجلس پڑھتے تھے۔

۹۔ داروغہ وزیر خان کی کوٹھی میں ہر مہینے تیسویں (۳۰) کو مرزا دبیرؔ مجلس پڑھتے تھے۔

۱۰۔ خواجہ سرا جواہر علی خاں کے یہاں گولا گنج میں ہر مہینے کی بارھویں (۱۲) کو دبیرؔ مجلس پڑھتے تھے۔

۱۱۔ واجد علی شاہ پنجم اودھ کے یہاں عشرۂ محرم میں مرزا دبیرؔ پڑھا کرتے تھے۔

مرزا احسنؔ لکھنوی ''واقعات انیسؔ'' میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب ملکہ کشور والدۂ واجد علی شاہ مرحوم کی مجلس میں پڑھنے کو قبائے درباری پر عمامہ باندھے ہوئے گئے اور میر انیسؔ صاحب سادہ لباس سے گئے۔ اوّل مرزا صاحب نے جا کر حسب مقتضائے وقت، بادشاہ اودھ کی مدح میں کچھ نظم پڑھی، پھر میر انیسؔ نے منبر پر جا کر میر مونسؔ کا یہ سلام پڑھا:

غیر کی مدح کریں شہؑ کے ثنا خواں ہو کر مجرائی اپنی ہوا کھوئیں سلیماںؑ ہو کر

ثابتؔ لکھنوی، مرزا دبیرؔ کے فرزند اوجؔ کے قول سے لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب مدۃ العمر کبھی کسی رئیس یا بادشاہ کے یہاں لباسِ درباری سے نہیں گئے۔ یہ بہتانِ عظیم ہے اور ملکہ کشور مرحومہ کی مجلس میں تو انہوں نے عمر بھر کبھی مرثیہ ہی نہیں پڑھا۔

شادؔ عظیم آبادی لکھتے ہیں: ''یہ محض غلط ہے کہ نواب علی نقی صاحب مرحوم نے مرزا صاحب اور میر صاحب کو بہ یک وقت مجلس میں پڑھوایا، البتہ تین مجلسیں مرزا صاحب اور دو مجلسیں میر صاحب نے پڑھیں جن میں واجد علی شاہ الگ بیٹھے رہے۔ نواب ممدوح کی زبانی میں نے اپنے واجب الاکرام سے سنا کہ وزیر ممدوح کو میر صاحب کا کلام زیادہ پسند تھا۔ مرزا صاحب شالی شملہ پہن کر درباری لباس میں منبر پر گئے۔ اگرچہ میر انیسؔ صاحب کو اس امر کی اطلاع دے دی گئی تھی کہ حضرت واجد علی شاہ خود شریک محفل ہوں گے لیکن میر صاحب نے اپنی ضد رکھی اور ایک بستہ دبا ٹوپی پہنے چلے آئے۔''

۱۲۔ میر ضمیؔر مجلس سرائے معالی خان میں ماہوار مجلس کرتے تھے جسے مرزا دبیؔر پڑھتے تھے۔
۱۳۔ میر ضمیؔر صاحب کی سوئم کی مجلس بھی میر انیؔس کے اصرار پر مرزا صاحب ہی نے پڑھی۔

مرثیوں کی حکایات

اگر چہ مرزا دبیؔر کا ہر مرثیہ اہم اور مشہور تھا لیکن بعض مرثیوں سے مربوط کچھ حکایتیں ہیں:

۱۔ ع: ''بانو پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے''

یہ مرثیہ مرزا دبیر کا پہلا مرثیہ ہے جو بہت مشہور ہوا تھا اور آج بھی حضرت علی اصغرؑ کے حال کا مشہور بین کا مرثیہ ہے۔

۲۔ ع: ''داغِ غم حسینؑ میں کیا آب وتاب ہے''

یہ مشہور مرثیہ مرزا دبیؔر نے بادشاہ غازی الدین کے امام باڑے میں ان کی موجودگی میں پڑھا جس میں بادشاہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس مرثیے کی مشہور بیت یہ ہے:

جب روز کبریا کی عدالت کا آئے گا جبار بادشاہوں کو پہلے بلائے گا

۳۔ ع: ''ذرہ ہے آفتاب درِ بوترابؑ کا''

یہ وہی مرثیہ ہے جو مرزا دبیؔر نے رمضان کی مجلس میں نواب افتخار الدولہ کے امام باڑے میں پڑھا تھا اور اسی مرثیے کے بعد دبیؔر اور ضمیؔر میں رنجش پیدا ہوگئی تھی۔

۴۔ ع: ''اے عرشِ بریں تیرے ستاروں کے تصدق''

یہ مرثیہ مرزا دبیر نے وزیر اودھ نواب علی نقی صاحب کے یہاں پڑھا تھا اور اس مجلس میں بادشاہ موجود تھے۔ اسی مرثیے کے بعد دبیؔر کو ضمیؔر نے گلے لگایا اور پھر دونوں میں صفائی ہوگئی۔

۵۔ ع: معراج سخن کو ہے مرے ذہن رسا سے

ناسخؔ نے اسی مرثیے کی بیت سن کر دبیؔر کی بڑی تعریف کی تھی۔

یاں پنجۂ مریم کہوں پنجے کو پلک کے گہوارے میں عیسیٰ کو سلاتی ہیں تھپک کے

۶۔ ع: ''منقل ہے چمن فصل بہاری کی ہے آمد''

یہ وہ عمدہ مرثیہ ہے جسے دبیر نے ۱۸۷۲ء میں امام باڑہ سوداگر لکھنؤ میں پڑھا تھا۔ اس مجلس میں ہجوم اور اژدحام کا یہ عالم تھا کہ لوگ چھتوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

۷۔ ع: ''اے طبع دلیر آج دکھا شیر کے حملے''

یہ وہ معرکہ آرا مرثیہ ہے جسے علامہ جائسی نے طلب کیا۔ مرزا دبیر نے کہا: جس دن آپ وطن روانہ ہوں گے یہ مرثیہ مل جائے گا چنانچہ جب علامہ اپنے وطن روانہ ہو رہے تھے، شہر لکھنؤ کے باہر مرزا دبیر پالکی میں منتظر تھے چنانچہ انھوں نے علامہ جائسی کو حسب وعدہ مرثیہ دے دیا۔

۸۔ ع: ''مہرِ علمِ سرورِ اکرم ہوا طالع''

یہ وہ غیر منقوط مرثیہ ہے جس کو سن کر خواجہ حیدر علی آتش نے کہا تھا ''یا فیضی کی تفسیر سنی تھی یا آج یہ غیر منقوط مرثیہ۔''

۹۔ ع: ''کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے''

یہ وہ عظیم تصنیف ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے نواب محسن الدولہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو یہ اصلی مرثیہ انھیں لا کر دے گا، اُسے پانچ سو روپیا انعام دیا جائے گا۔ آخر کار خود مرزا دبیر نے ایک صاحبِ حاجت کو یہ مرثیہ دیا کہ وہ انعام میں پانچ سو روپے حاصل کر سکیں۔

۱۰۔ ع: ''جوشن ہیں دو پر ایک صغیر اک کبیر ہے''

(مطلع ثانی ع: ''پرچم ہے کس علم کا شعاعِ آفتاب کی'')

یہ وہ مرثیہ ہے جو مرزا دبیر نے بنارس میں انیسویں (۱۹) شب کے درمیان پڑھا۔ پہلے تو کچھ ہمت افزائی نہ ہوئی کیوں کہ سب خاموش بیٹھے تھے لیکن جب مرزا صاحب نے کہا کہ آج بخدا آپ سب افراد کو رلاؤں گا اور جب بین کے بند پڑھے تو حاضرین تاب نہ لا سکے اور اتنا گریہ کیا کہ کئی افراد پر غشی طاری ہو گیا۔

مسافرت: جب تک اودھ کی سلطنت باقی تھی مرزا صاحب لکھنؤ سے باہر نہیں گئے۔ باہر

سے بلاوے آئے مگر ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ جب کوئی انکار کا سبب پوچھتا تو کہتے کہ ہماری زبان کو جاننے والے یا دہلی میں ہیں یا لکھنؤ میں، تیسری جگہ یہ بات کہاں، لیکن جب ۱۸۵۷ء میں غدر ہوا اور شہرِ لکھنؤ آشوب کی نذر ہوا تو مرزا صاحب میر انیسؔ کی طرح لکھنؤ سے باہر گئے۔ میر انیسؔ نے کہا تھا:

افسوس زمانے کا عجب طور ہوا　　کیوں چرخِ کہن نیا یہ کیا دور ہوا
گردش کب تک نکل چلو جلد انیسؔ　　اب یاں کی زمیں اَور فلک اور ہوا

مرزا دبیرؔ نے میر انیسؔ اور اپنے دل کو تسکین دیتے ہوئے کہا:

کس عہد میں تبدیل نہیں دور ہوا　　گہ عدل گہے ظلم گہے جور ہوا
اللہ وہی ہے تو نہ مضطر ہو دبیرؔ　　کیا غم جو زمیں اَور فلک اور ہوا

سیتاپور: غدر کے انتشار سے تنگ آ کر مرزا دبیرؔ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ستیاپور گئے اور وہاں اپنے دوست سیّد سلامت علی کے گھر پر مقیم ہوئے۔ اسی زمانے میں ایک پُر درد رباعی بھی کہی تھی:

شطِ رنج دورنگی سے ہیں ششدر بندے　　آوارہ ہیں شہر شہر در در بندے
اے بندہ نواز ہے تعجب کا محل　　تو مالکِ مُلک اور بے گھر بندے

حکایت: مرزا دبیرؔ کے ستیاپور کے قیام کے دوران ایک فقیرنی بڑھیا نے مرزا دبیرؔ کی شہرت سن کر ان سے خواہش کی کہ اُس کے گھر مجلس پڑھیں۔ مرزا دبیرؔ جیسے فقیر منش سلطانِ مرثیہ نے اُس بڑھیا کے گھر مرثیہ پڑھا۔

کانپور: ۱۸۵۸ء میں نواب دولھا صاحب کی دعوت پر کانپور گئے۔ اُس زمانے کی یہ رباعی یادگار ہے:

اس بزم میں اربابِ شعور آئے ہیں　　یہ شیعہ ہیں یا آیۂ نور آئے ہیں
پڑھ مرثیہ لے دادِ سخن ان سے دبیرؔ　　کیا کیا حضراتِ کانپور آئے ہیں

الٰہ آباد: ۱۸۵۹ء میں مرزا دبیرؔ الٰہ آباد گئے اور کم از کم ایک مجلس مرزا علی اکبر مرحوم کے گھر پڑھی۔ الٰہ آباد کے باشندوں کی مدح اور تعریف میں فارسی کی رباعی یادگار ہے:

اس محفلِ عالی کی جناں بنیاد است ‏ ‏ ‏ ‏ دربارِ رسولؐ و آلہ الامجاد است

جمع اند محبانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ‏ ‏ ‏ ‏ ایں بزم (۱۲۵۹ھ) زیبِ جہان الہ آباد است

بنارس: کسی ایرانی تاجر کی بنا کردہ مجلس میں مرزا دبیر نے مرثیہ پڑھا جس کا مطلع ہے:

ع: ''پرچم ہے کس علم کا شعاعِ آفتاب کی'' — کیوں کہ اہلِ مجلس ایسے تھے، پہلے خاموش رہے لیکن جب دبیرؔ نے آخری تین بند پڑھے تو وہ روتے روتے غش کر گئے۔

فیض آباد: مرزا دبیرؔ، نواب نادر مرزا نیشاپوری کی دعوت پر دو برس تک فیض آباد مرثیہ پڑھنے جاتے رہے۔ بقولِ شاد عظیم آبادی: غلام عباس نامی شخص نے میر انیسؔ کے ساتھ دشمنی کے سبب نواب نادر مرزا کے پاس مرزا دبیرؔ کو طلب کرایا اور میر انیسؔ دو سال تک خانہ نشین رہے، چنانچہ اس کے بعد میر انیسؔ نے فیض آباد چھوڑ کر شہر لکھنؤ کو اپنی سکونت بنایا۔

عظیم آباد (پٹنہ): مرزا دبیرؔ مسلسل ۱۹ برس عظیم آباد مرثیہ پڑھنے کے لیے جاتے رہے۔ امام باندی بیگم صاحبہ، دبیرؔ کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ آٹھ ہزار روپے نذرانے کے علاوہ خلعت و زادِ راہ علیحدہ دیا کرتی تھیں۔ امام باندی بیگم نے امورِ خیریہ کے لیے اپنی کل املاک وقف کر دی اور وقف نامے میں مرزا دبیر کے خاندان کو نسلاً بعد نسل عشرۂ محرم پڑھنے کے لیے مقرر کیا، جو مرزا دبیرؔ کے پرپوتے مرزا صادق مرحوم تک جاری رہا۔ عظیم آباد کی قدر دانی کے لیے دبیرؔ کی یہ فارسی کی رباعی کافی ہے:

ایں شہر بخاطرِ ملولاں شاد است
معمورۂ خلق و حلم و عدل و داد است
ہر فردِ بشر دفترِ خلق است دبیرؔ
ایں شہر ز اخلاقِ عظیم آباد است

کلکتہ: نوجوان فرزند مرزا ہادی حسین عطاردؔ اور بڑے بھائی مرزا محمد نظیرؔ کے انتقال کے

بعد دبیرؔ کی بصارت بہت کمزور ہوگئی تھی چنانچہ جب واجد علی شاہ کی آنکھوں کو بنانے کے لیے۱۸۷۴ء میں جرمن سے ڈاکٹر آئے تو دبیرؔ بھی مٹیابرج کلکتہ گئے اور اپنی آنکھیں بنوائیں اور بصارت بڑی حد تک ٹھیک ہوگئی، چنانچہ اس واقعے اور سفر پر بھی ایک فارسی رباعی یادگار ہے:

امدادِ علی گاہ خفی گاہ جلی ست
برمن ز ازل عین عنایاتِ ولی ست
(۱۲۵۹ہجری)
چوں مادہ دفع شد گفتم تاریخ
چشمِ بد دور عینِ اعجازِ علی ست

بیماری: مرزا صاحب کو ادھیڑ عمر سے ناک کے پردوں کے دانوں (Nasel Polyps) کی شکایت تھی جس کی وجہ سے ناک سے سانس لینے میں دشواری تھی اور بعض اوقات اس کا اثر ان کی آواز پر بھی ہوجاتا تھا۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں بینائی بھی کمزور ہوچکی تھی، چنانچہ مرنے سے چند مہینے قبل کلکتہ جا کر ولایتی ڈاکٹر سے آنکھیں بنوائی تھیں۔

مرض الموت: اگر چہ مرزؔا صاحب مختلف عوارضِ بدنی کی وجہ سے کمزور اور نحیف ہوگئے تھے لیکن ان کے قوائے فکری مستحکم تھے۔ آخری دو سال میں تین بڑے صدموں سے بڑی حد تک افسردہ ہو چکے تھے۔ پہلا صدمہ ۱۲۹۰ ہجری میں محمد ہادی حسین عطارؔد کا عین شباب میں (۴۰) سال کی عمر میں ناگہاں تخمہ (gasteroentritis) کر کے انتقال کرنا تھا۔ دوسرا بڑا صدمہ بڑے بھائی مرزا غلام محمد نظیرؔ کا ۱۲۹۱ ہجری میں انتقال تھا اور تیسرا صدمہ ۱۲۹۱ ہجری میں آفتابِ سخن میر ببر علی انیسؔ کا انتقال تھا۔ مرزؔا صاحب میرؔ صاحب کے انتقال کے تقریباً نوّے (۹۰) دن بعد انتقال کر گئے۔ مرزؔا صاحب نے شاید اپنی زندگی کا جو آخری قطعہ لکھا، اس کا آخری شعر میر انیسؔ کی تاریخ سے مربوط ہے۔ اس سے تاریخ ۱۲۹۱ ہجری نکلتی ہے۔

آسماں بے ماہِ کامل سدرہ بے روح الامیں
طورِ سینا بے کلیم اللہ منبر بے انیسؔ

بہر حال ان صدموں سے مرزا دبیر جانبر نہ ہو سکے۔ مرض الموت اختلاجِ قلب اور عارضۂ ورم کبد کی شکایت بڑھتی گئی اور دوا بے اثر ہوئی۔

انتقال: ۳۰ محرم الحرام ۱۲۹۲ ہجری قریب صبح صادق اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ مرزا دبیر نے جو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی۔ انتقال سے کچھ دن قبل جو رباعی کہی تھی، وہ موت کی پیشین گوئی ثابت ہوئی: رباعی

جب مصحفِ ہستی مرا برہم کرنا
سی پارۂ ایّامِ محرم کرنا
برباد نہ جائے مری خاک اے گردوں
تیار چراغِ بزمِ ماتم کرنا

جلوسِ جنازہ: ۳۰ محرم کو بڑی شان سے جنازہ نکلا۔ ہزاروں لوگ جنازے میں شریک تھے۔ ''اودھ اخبار'' لکھنؤ نے لکھا: تمام عمائد و امرا اور ہزار ہا اشخاص لکھنؤ کے، اس خبرِ وحشت کو سن کر جوق در جوق دبیرؔ مرحوم کے مکان پر چلے آتے ہیں۔ گریہ و بکا سے سب کا حال تباہ تھا۔ ثابتؔ لکھنوی کہتے ہیں: جنازے کے ساتھ علما و صلحا و شعرا تھے اور اکثر دبیرؔ کی یہ رباعی پڑھتے ہوئے روتے چلے جاتے تھے: رباعی

رحمت کا تری اُمیدوار آیا ہوں — منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گناہ نے پیدل — تابوت میں کاندھے پہ سوار آیا ہوں

تجہیز و تکفین: دریا پر میت کو غسل دیا گیا۔ جناب سیّد ابراہیم صاحب قبلہ نے نمازِ جنازہ پڑھوائی۔ اپنے ہی گھر کے حجرے میں دفن ہوئے۔ مرزا دبیرؔ کی سویم کی مجلس میر باقر کے امام باڑے میں ہوئی۔ ممتاز الدّولہ اس مجلس میں شریک تھے۔ مرزا اوجؔ نے رباعیات سلام اور تاریخی قطعہ پڑھا۔

تعزیاتی پیامات: ہندوستان بھر کے اخباروں جریدوں اور رسالوں نے مرزا دبیرؔ کی وفات کی

خبر شائع کی، مرزا دبیرؔ پر صحافتی مکالمے، مضامین، تعزیتی پیغامات، نظمیں اور تاریخی قطعات شائع کیے۔ قاضی عبدالودود نے ''معاصر'' کے ۱۹۳۷ء کے شمارے میں ''مرگِ دبیرؔ'' کے زیرِ عنوان صرف ''اودھ اخبار'' لکھنؤ میں شائع ہونے والی خبروں کو ایک جامع مضمون کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہم صرف چند سطریں اس مقام پر پیش کرتے ہیں:

''ہیہات! ہیہات! صد ہزار حیف! کہ اقلیم سخن لٹ گئی۔ آفتاب کمال غروب ہوگیا۔ مرثیہ گوئی کا خاتمہ بالخیر ہوا، یعنی افصح الفصحا، ابلغ البلغا سحبانِ زمان، طوطیِ ہندوستان، شاعرِ بےنظیر جناب مرزا دبیرؔ نے وقفِ اندوہِ انیسؔ ہو کر شمع ساں اپنے جسم ناتواں کو گھلا دیا اور آخر کار چند روز بے آب و دانہ رہ کر امراضِ ورمِ کبد وغیرہ میں اس عندلیبِ معانی نے گلزارِ قدس کا راستہ لیا۔ اس واقعہ حسرت ناک سے تمام لکھنؤ میں کہرام مچا ہے۔ ہر کہ ومہ کی جان پر وہ سخت صدمہ ہے کہ جس کا بیان قلم اندوہ سے رقم نہیں ہوسکتا۔''

مقبرہ: ثابتؔ لکھنوی لکھتے ہیں: مقبرہ ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ مرزا صاحب کے فدائیوں میں داروغہ میر واجد علی صاحب تخیرؔ، ڈپٹی مرزا عباس بیگ صاحب اور نواب آغا علی صاحب تھے جنھوں نے مرزا اوجؔ صاحب سے بار بار خواہش کی کہ ہم پختہ مکان عالی شان مقبرہ کا بنوا دیں گے مگر مرزا اوجؔ نے منظور نہیں کیا۔

حکایت: مرزا دبیرؔ کے ایک معتقد جو گولہ گنج لکھنؤ میں مقیم تھے، زبردستی ایک ہزار روپیا مرزا اوجؔ صاحب کی پالکی میں رکھ کر کہنے لگے اگر آپ یہ روپیا لے کر مقبرہ نہ بنوائیں گے تو میں اپنا خون کرلوں گا۔ مرزا اوجؔ اُس وقت تو ٹال آئے لیکن دو تین روز بعد وہ توڑا یہ کہہ کر واپس کردیا کہ مرزا صاحب کی وصیت مانع ہے۔

راقم، خاکم بدہن! اس طرزِ فکر کا حامی نہیں۔ جب ائمہؑ معصومؑ کے روضے چاہنے والوں کی رقم سے بن سکتے ہیں تو ان کے غلاموں کے مقبرے بھی تعمیر ہوسکتے ہیں۔ اگر اوجؔ مرحوم اجازت دیتے تو آج دبیرؔ کا مقبرہ عالی شان اور سجدہ گاہ

عاشقاں ہوتا۔ مرحوم اوجؔ نے نہ خود بنوایا نہ بنوانے والوں کی مدد کی جس کا نتیجہ ہے کہ یہ مقبرہ آج شکستہ حالت میں کوچۂ دبیرؔ میں موجود ہے اگر عاشقانِ دبیرؔ اس طرف توجہ نہ کریں تو شاید یہ نشانِ قبر میر تقی میرؔ کی قبر کی طرح مٹ جائے۔

قطعۂ وفات: ۱۔ اوجؔ لکھنوی کے قطعے کا آخری شعر جس سے تاریخ وفات نکلتی ہے:

مصرعِ تاریخِ نوتش منشیِ گردوں نوشت　　　آسماں بے مہر و دہیم فصاحت بے دبیرؔ

۱۲۹۲ ہجری

۲۔ منیرؔ شکوہ آبادی:

منیرؔ سال و مہ و روز و وقتِ تاریخش　　　پگاہ و سلخ سہ شنبہ مہ عزا بودہ

۳۔ ایضاً:

سالِ ہجری و مسیحی نظم کردم اے منیرؔ　　　بے نظیر دہر یکتا بود ایں استادِ فن

۱۸۷۵ء　　　۱۲۹۲ ہجری

۴۔ ایضاً:

تجھے کی بھی تاریخ منیرؔ آئی میرے ہاتھ　　　روح القدس عرش معانی کا سوم ہے

۱۲۹۲ ہجری

۵۔ ایضاً

منیرؔ سوگ نشیں نظم کرد تاریخش　　　بلند فکر مفید ائمۂ سخن آہ

۱۲۹۲ ہجری

۶۔ منشی محمد مرزا جان:

لکھی فلک کی شکایت میں اس طرح تاریخ　　　غمِ انیسؔ میں ہے ہے دیا دبیرؔ کا غم

۷۔ جناب افضل حسین ثابتؔ لکھنوی مصنف ''حیات دبیرؔ'':

آسماں بے ماہِ تاباں سدرہ بے روح الامینؑ　　　طور بے موسیٰؑ ادب بے شمع منبر بے دبیرؔ

۱۲۹۲ ہجری

۸۔ امیرؔ لکھنوی:

اسیرؔ از غیب تاریخش شنیدم دبیرؔ از ہند سوے کربلا رفت

۱۲۹۲ہجری

۹۔ محمد حسن فائز بنارسی:

مصرعِ تاریخ رحلت فائزؔ محزوں نوشت اوجِ گردوں بے عطارد فوقِ منبر بے دبیرؔ

۱۲۹۲ہجری

۱۰۔ محمد جان شادؔ:

کیوں نہ تاریک ہو جہاں پے سال گُل ہوئی شمعِ مرثیہ گوئی

۱۲۹۲ہجری

۱۱۔ حکیم محمد لطیف اللہ:

شاہِ نجف از راہِ عنایت فرمود دُرِ نجفم در نجفم شد جا گیر

۱۲۔ عبدالحیٔ آسیؔ:

پرسیدم از دبیر فلک حالِ رحلتش پیوستہ آں بہ رحمت حق گفت سال او

۱۲۹۲ہجری

۱۳۔ہدایت اللہ خان ہدؔا:

سالِ تاریخش چو جستم از فلک آمد ندا سدرہ بے روح القدس بیند و منبر بے دبیرؔ

۱۴۔ سیّد حسن لطافتؔ:

ہاں الم سے سر اٹھا تاریخ لکھ دے تخرجہ باغ بے بلبل ہے ہندستاں لطافتؔ بے دبیرؔ

۱۵۔ منشی ندا علی فارغؔ:

منظور ہو تو مصرعِ تاریخ یوں بھی ہے طے ہو چکا دبیرؔ محقق پہ مرثیہ

۱۶۔ فارغؔ : ع: مرزا دبیرؔ مر گئے ہیہات نا گہاں (۱۲۹۲ھ)

۱۷۔ فارغؔ : ع: دبیرؔ کیا گیا مجلس سے مرثیہ ہی گیا (۱۲۸۲فصلی)

۱۸۔ فارغؔ : ع: گئے اس دار الانشا سے دبیرؔ ذو درس ہے ہے (۱۲۹۲ہجری)

۱۹۔ فارغؔ : ع: مرزا دبیرؔ سحر بیاں مر گئے افسوس (۱۲۸۲فصلی)

۲۰۔ فارؔغ : ے: سال تاریخ سنو فارغِ خستہ تن سے مرثیہ ہی گیا ہم پائے دبیؔر راوی (۱۲۹۲ھ)

۲۱۔ فارؔغ : ع: شد دبیؔر پاک بیں ازدار لاانشائے الم (۱۲۸۲فصلی)

۲۲۔ فارؔغ : ع: ہے ہے دبیؔر مرثیہ گو مر گئے (۱۲۹۲ہجری)

۲۳۔ نامعلوم ع: پورا کیا دبیر نے وادیٔ مرثیہ (۱۲۹۲ہجری)

۲۴۔ نامعلوم ع: جلوۂ مرثیہ تمام ہوا (۱۲۹۲ہجری)

۲۵۔ نامعلوم ع: ذاکر سیّدیں بود دبیؔر (۱۲۹۲ہجری)

۲۶۔ نامعلوم ع: روح ملک مرثیہ بود دبیر (۱۲۹۲ہجری)

۲۷۔ میر وزیر علی نوؔر لکھنوی:

از فلکِ نور ندا بہر سنش آمد شہِ اقلیم سخن بود بدنیا اے آہ

۲۸۔ شیخ فدا حسین فدؔا:

فدؔا یہ میں نے سنی منشیِ فلک کی صدا غمِ دبیؔر سے پیدا ہیں اشکِ کلکِ سیاہ

۲۹۔ غلام سرور لاہوری :

دبیرِ سخن گو چو رفت از جہاں بتاریخ آں مرد روشن ضمیر
عیاں گشت "توقیرِ ہندوستان" دوبارہ "سخن گوے رنگیں دبیؔر"
۱۲۹۲ہجری ۱۲۹۲ہجری

۳۰۔ محموؔد لکھنوی:

لکھتا ہوں جو سال رحلت ان کا محموؔد محفل میں، دبیؔر کو قلم روتا ہے

۳۱۔ خبیؔر لکھنوی:

ع: سدرہ بے جبریل کوہِ طور منبر بے دبیؔر ۱۲۹۲ہجری

۳۲۔ مولوی عبدالعلی مدراسی (عالم فرقۂ احناف)

چوں داشت ذوقِ شہیدانِ کربلا سلخ محرم آمدہ روزِ صالِ او

۳۳۔ سیّد سجاد حسین ریحانی:

نکلی یوں مصرع مذکور سے تاریخ دبیرؔ   وائے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہو گا

(لطف یہ ہے کہ انیسؔ کے مصرع ع: وائے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا۔ میر انیسؔ کی تاریخ وفات ۱۲۹۱ ھجری نکلتی ہے)

طبعِ ریحانی نے لکھی ہے یہ تاریخ انیسؔ   ہائے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہو گا

۳۴۔ آغا جو شرف نے ایک قطعہ لکھا جس کے آخری شعر سے تاریخ نکلتی ہے۔

دو داغ دونوں کے سنِ رحلت میں اے شرفؔ
ہے ہے غمِ انیسؔ میں / غم ہے دبیرؔ کا
۱۲۹۱ ھجری   ۱۲۹۲ ھجری

۳۵۔ سیّد کرار حسین روحانی نے دبیرؔ کی رباعی کے چوتھے مصرع سے تاریخ نکالی ہے:

رباعی: یا شاہِ زمن لطف کی ہو جائے نگاہ
دروازۂ دولت پہ فقیر آیا ہے
تم سے ہے امید کل سے ہے قطع نظر
تحصیل سعادت کو دبیرؔ آیا ہے

۳۶۔ سیّد احمد حسین فرقانی نے وفات دبیرؔ پر (۱۰۷) اشعار کا قطعہ لکھا اس کے ہر شعر کے مصرعہ ثانی سے تاریخ وفات ۱۲۹۲ ھجری نکلتی ہے۔

خضر چنین گفت بہ مرگِ دبیرؔ   خضر بسر چشمۂ احساں رسید ۱۲۹۲ ھجری

گفت امامِ فصحائے عرب   مورِ فصاحت بہ سلیماں رسید ۱۲۹۲ ھجری

واں قلم تعزیت اش سفت دُر   بر علم شاہِ شھیداں رسید ۱۲۹۲ ھجری

مرزا دبیر یکتائے فنِ زماں

ف ۱: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے اُردو شعرا میں سب سے زیادہ شعر کہے۔ دبیر کے مطبوعہ اشعار کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (۱،۲۰،۰۰۰) سے زیادہ ہے۔

ف ۲: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ مرثیے لکھے۔ مرزا دبیر کے مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (۳۹۰) اور غیر قلمی مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (۲۸۵)، یعنی کل مرثیوں کی تعداد (۶۷۵) ہے۔

ف ۳: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ رباعیاں کہی ہیں۔ مرزا دبیر کی رباعیات کی تعداد (۱۳۳۲) ہے۔

ف ۴: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ الفاظ استعمال کیے۔ ہم نے نظیر اکبر آبادی کا کلیات جس میں تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار اشعار ہیں، کھنگالا تو معلوم ہوا کہ یہ روایتی اور رعایاتی جملہ کہ نظیر اکبر آبادی نے سب سے زیادہ اُردو کے الفاظ استعمال کیے ہیں بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ انیس اور دبیر کے مقابل نظیر کے الفاظ کی تعداد بہت کم ہے۔ ہم اس موضوع کو کسی اور مقام پر تفصیل سے بیان کریں گے۔

ف ۵: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے صنعتِ غیر منقوط یا مہملہ میں سب سے زیادہ اشعار کہے۔ انشا اللہ خان انشا، جو دبیر کے سگے نانا خسر تھے، ان کے غیر منقوط اشعار دبیر سے تعداد میں کم ہیں۔

ف ۶: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کی آمدنی لاکھوں روپیوں تک تجاوز کر گئی تھی اور وہ سب اہلِ حاجت میں تقسیم ہوتی تھی۔

ف ۷: مرزا دبیر اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے علمِ بدیع کی لفظی اور معنوی صنعتوں کو سب سے زیادہ استعمال کیا ہے۔

ف ۸: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے حسب، نسب، کسب، مذہب، حیات، فن اور شخصیت پر حملے کیے گئے اور بعض حملے دوست استاد اور شاگردوں کی جانب سے ہوئے۔

ف ۹: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے دوست دبیر یے اور مخالف انیسیے شدید تھے۔ اُردو ادب نے ایسی چشمک نہیں دیکھی، اگر چہ خود دبیرؔ اور انیسؔ کے دل ایک دوسرے سے صاف تھے اور ایک دوسرے کی قدر کرتے تھے۔

ف ۱۰: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے نثری کتاب ''ابواب المصائب'' کے علاوہ شاعری کی ہر ہیئت اور صنف، یعنی غزل نظم، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، مخمس، مسدّس، تاریخ، رباعی، سلام، مرثیہ، شہر آشوب اور تضمین میں شاہ کار چھوڑے ہیں۔

ف ۱۱۔ مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے اپنی وفات کی تاریخ کی دعا مانگی اور وہ مستجاب ہوئی۔ دبیرؔ کا انتقال ۳۰ محرم ۱۲۹۲ ہجری کو ہوا: رباعی:

جب مصحفِ ہستی مرا برہم کرنا سی پارۂ ایامِ محرم کرنا
برباد نہ جائے مری خاک اے گردوں تیار چراغِ بزمِ ماتم کرنا

مقامِ دبیر مشاہیرِ سخن و ادب کی نظر میں

(۱) مرزا غالب: مرثیہ گوئی مرزا دبیر کا حق ہے، دوسرا اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا۔
یہ حصہ دبیر کا ہے۔ وہ مرثیہ گوئی میں فوق لے گیا۔ ہم سے آگے نہ چلا گیا۔
ناتمام رہ گیا۔

الطاف حسین حالی نے مرزا غالب کے قول کو یوں نقل کیا:

''ہندوستان میں انیس اور دبیر جیسا مرثیہ گو نہ ہوا ہے نہ آیندہ ہوگا''

(۲) شیخ ناسخ: مرزا دبیر کے یہ شعر کو سن کر فرمایا: سلامت علی سا طبیعت دار خلاقِ مضامین نہ ہوا ہے، نہ ہوگا۔

یاں پنجۂ مریم کہوں پہنچے کو پلک کے گہوارے میں عیسیٰ کو سلاتی ہیں تھپک کے

(۳) خواجہ آتش: مرزا دبیر کے غیر منقوط مرثیے کو سن کر کہا: کبھی فیضی کی غیر منقوط تفسیر سنی تھی اور اب سلامت علی کا یہ غیر منقوط مرثیہ۔ ''کوہِ رقیم پر جو علی کا گزر ہوا'' سن کر کہا: ارے میاں! ایسے مضامین کہو گے تو مر جاؤ گے یا خون تھوکو گے۔

(۴) میر انیس: انیس کے دل میں دبیر کی بڑی عزت تھی۔ میر نفیس کا بیان ہے کہ والد کے سامنے کوئی شخص صراحتہً یا کنایۃً مرزا دبیر کی تنقیص نہیں کر سکتا تھا اسی طرح مرزا دبیر کے یہاں کسی کی مجال نہ تھی کہ میر انیس پر بے جا حملہ کرے۔ دونوں ایک دوسرے کی نسبت فرماتے تھے کہ ایسا صاحبِ کمال شاید پھر پیدا نہ ہو۔ جب کسی سائل نے یہ سمجھ کر کہ میر انیس خوش ہوں گے، مرزا دبیر کی تنقیص کی تو میر انیس نے انھیں دو روپے تھما کر فرمایا: سید صاحب! مرزا دبیر نے میرا کیا بگاڑا ہے! وہ

آپ کے جدّ کا مرثیہ کہتے ہیں۔ کیا کریں؟ میری خاطر مرثیہ کہنا ترک کر دیں۔
خبردار! اگر دوبارہ مرزا صاحب کی تنقیص میرے سامنے کی۔''

(۵) مجتہد العصر علامہ جائسی: مرزا دبیرؔ کا اعزاز ان کے کمال کے سبب خاندان اجتہاد میں تھا۔ وہ سیّد نقی صاحب قبلہ خلف سیّد العلما کی مجلس میں پڑھا کرتے تھے جس میں تمام مجتہدین اور لکھنؤ کے اہل کمال شریک ہوتے تھے۔ یہ عزّت تمام اعزازوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

(۶) میر ضمیرؔ لکھنوی: ؎ پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیرؔ آیا ہے اب یہ کہتے ہیں استادِ دبیرؔ آیا ہے

(۷) مفتی میر عباس صاحب: میر انیسؔ کا کلام فصیح و شیریں ہے، مرزا صاحب کا کلام دقیق اور نمکین، پس! جب ایک دوسرے کا ذائقہ مختلف ہے تو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

(۸) مرزا رجب علی بیگ سرورؔ مؤلف ''فسانۂ عجائب'': مرثیہ گو بے نظیرؔ، میاں دلگیرؔ صاف باطن نیک ضمیرؔ خلیقؔ فصیح، مردِ مسکینؔ، مکروہات زمانہ سے کبھی افسردہ نہ دیکھا۔ اللہ کے کرم سے ناظمِ خوب، دبیرؔ مرغوب، بارِ احسانؔ، اہل دول کا نہ اٹھایا۔

(۹) واجدؔ علی شاہ: ؎ بچپن سے ان کے دامِ سخن میں اسیر ہوں میں کم سنی سے عاشقِ نظمِ دبیرؔ ہوں

(۱۰) میر صفدر حسین مؤلف ''شمس الضحیٰ'': مرزا دبیرؔ کی شہرت ہندوستان سے نکل کر ایران و عراق تک پہنچ گئی تھی۔

(۱۱) محمد حسین آزادؔ: دبیرؔ شوکتِ الفاظ، مضامین کی آمد، اس میں جا بجا غم انگیز اشارے، دردخیز کنائے، المناک اور دل گداز انداز جو مرثیہ کی غرضِ اصلی ہے: ان وصفوں کے بادشاہ تھے۔ دبیرؔ اور انیسؔ: یہ پاک روحیں جن کی بدولت ہماری نظم کو قوت اور زبان کو وسعت حاصل ہوئی، صلہ ان کا سخن آفرین حقیقی عطا کرے، ہمارے شکریے کی کیا بساط۔

(۱۲) شبلی نعمانی: میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کے موازنے میں عموماً میر انیسؔ کی ترجیح ثابت ہوگی لیکن کلیہ میں مستثنیٰ ہوتا ہے۔ بعض موقعوں پر مرزا دبیرؔ صاحب نے حسنِ بلاغت سے جو

مضمون ادا کیا ہے، میر انیس سے نہیں ہو سکا۔

(۱۳) شاد عظیم آبادی: مجھ سے زیادہ مرزا صاحب کا معترفِ کمال شاید ہی کوئی ہو جس نے اس فن میں ایسا نام پایا ہو اور میر انیس جیسے عجوبۂ روزگار کا جو طرفِ مقابل قرار دے گیا ہو، جس نے لوگوں کو کہہ کہہ کے دفتر کے دفتر دے دیے اور شاعر بنا دیا۔ ان کے کمال کا اعتراف نہ کرنا بڑی جہالت ہے۔ مرزا دبیر کا ایک خاص انداز تھا جس کو وہ خود بڑی آن بان سے نباہ گئے۔ تشبیہ و استعارات، ترکیب و نازک خیالی میں ایک معنی پوشیدہ کا رکھ دینا انھی کا کام تھا۔ وہ نظم کے تمام فنون سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ عروض کی تمام بحریں، ان کے زحافات اس طرح یاد تھے جیسے اہلِ اسلام کو توحید کے مسائل۔

(۱۴) امیر مینائی: میں تمام شعرائے عجم پر دو ایرانی شاعروں کو ترجیح دیتا ہوں: (۱) فردوسی (۲) جامی۔ دبیر اور انیس کو فردوسی و جامی پر بھی ترجیح و تفضیل دیتا ہوں۔

(۱۵) منیر شکوہ آبادی: دبیر سا عالی دماغ، بلند خیال، صاحبِ معلومات، ہر رنگ میں کہنے والا شاعر آج تک نہیں گزرا۔ مرزا دبیر زبان کے بادشاہ اور میر انیس جوہری ہیں۔ دبیر کا تخیل انیس کو نصیب نہیں ہوا اور انیس کی شناخت الفاظ و محل استعمال سے دبیر بے بہرہ تھے، مگر دبیر کے مقابلے میں صرف انیس اور انیس کے مقابلے میں صرف دبیر کو پیش کر سکتے ہیں۔ ہندوستانی کوئی اور شاعر ان دونوں کا پاسنگ بھی نہیں۔

(۱۶) گارساں دتاسی: دبیر کی شہرت ہندوستان سے نکل کر ایران و عراق تک پہنچ گئی تھی۔

(۱۷) نجابت حسین عظیم آبادی: ''الحق کہ دبیر در طلاقتِ بیان و پر گوئی و خوش خوانی نظیر نہ دارد۔''

(۱۸) سید امداد امام اثر: مرزا دبیر نے شاعری کا رتبہ ایسا بلند کر دیا کہ اور زبانوں کی شاعری اُسے دیدۂ حیراں سے نگراں ہے۔ دبیر کی سخاوت اور ایثار شہرۂ آفاق ہے۔ علم و فضل کے ساتھ توفیق عبادت خدا نے عطا فرمائی تھی۔ رفتار و گفتار میں یکتائے وقت تھے۔

(۱۹) مدیر ''اُودھ اخبار'': دبیر فنِ مرثیہ گوئی میں لاجواب تھے۔ تمام ہندوستان میں آفتاب تھے۔ عابد شب زندہ دار تھے۔ افصح الفصحا، ابلغ البلغا، سحبانِ زماں،

طوطیٔ ہندوستان، شاعرِ بے نظیر جناب مرزا دبیرؔ پر مرثیہ گوئی کا خاتمہ ہوگیا۔

(۲۰) نواب حامد علی بیرسٹر ایٹ لا: میرؔ، غالبؔ، دبیرؔ، انیسؔ جسم شاعری کے عناصر اربعہ ہیں۔ اگر اُردو میں بلینک ورس کا رواج ہوتا تو سب سے زیادہ دو شاعر کامیاب ہوتے:

(۱) غالبؔ (۲) دبیرؔ، اور دبیرؔ غالباً غالبؔ سے زیادہ کامیاب ہوتے۔

(۲۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانکا: میر انیسؔ نبیرۂ میر حسنؔ اور ان کے ہم عصر مرزا دبیرؔ مرثیہ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

(۲۲) امجد علی اشہریؔ: ؎ گر انیسؔ کو فردوسیِ سخن پایا دبیرؔ مثلِ نظامیؔ ہوئے مرصع نگار

(۲۳) مولوی عبدالحیٔ فرنگی محل: دبیرؔ و انیسؔ ایسے کامل شاعر ہندوستان میں تو کیا، عرب و عجم میں بھی نہیں نکل سکتے۔

(۲۴) امیرؔ لکھنوی: انیسؔ اور دبیرؔ: دونوں استاد ہیں اور میں ایک کو دوسرے پر علانیہ ترجیح نہیں دے سکتا۔

(۲۵) نظیر الحسن چودھری: مرزا صاحب نے مضمون آفرینی اور موشگافیوں کا جو رنگ اختیار کیا، یہ طرز بجائے خود ایسا دقیق اور سنگلاخ تھا کہ اس کو ایسی خوبی کے ساتھ طے کر جانا انھیں کے زورِ قلم کا کام تھا، یہی وجہ ہے کہ وہی اس طرز کے موجد ہوئے، انھیں کے دم سے اس نے نشو ونما پایا اور انھیں کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوگیا:

ع: ”خلعتی بود کہ بر قامت اُو دوختہ شد“

(۲۶) پروفیسر سیّد مسعود حسن ادیبؔ: مرزا دبیرؔ اعلی اللہ مقالہ کا پایۂ شاعری معرضِ اختلاف میں رہا کیا ہے مگر ان کے علم و فضل ذہن و ذکا، زہد و اتّقا، مذہبیت اور مومنیت کا کسی کو انکار نہیں۔

(۲۷) خبیرؔ لکھنوی: انیسؔ اور دبیرؔ بہر کیف ایسے ہوئے کہ آج دنیا ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے مگر چل نہیں پاتی:

اک آسمانِ مدح کے دو آفتاب تھے
ان کا جواب وہ تھے وہ ان کا جواب تھے

(۲۸) رشید احمد صدیقی: ''انیسؔ اور دبیرؔ وہ لوگ ہیں جو مرثیہ ہی نہیں کہتے، جو کچھ کہتے، خدائے سخن کہلاتے''

(۲۹) مہذبؔ لکھنوی: حقیقت یہ ہے کہ دبیرؔ کا اصل میدان مشکل پسندی ہے۔ صنائع بدائع کی حشر سامانی کے ساتھ ساتھ ان کے خیال کا تلاطم جب انگڑائیاں لیتا ہوا تراکیب اور لفظیات کی پیچیدہ چٹانوں سے ٹکراتا ہے تو قوّتِ متخیلہ کی شوریدہ سری تھمنے کا نام نہیں لیتی۔ یہاں ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ مرزا صاحب مغفور نے طبیعت کو خود اس طرزِ نظم پر مجبور کر کے آمادہ کیا۔

(۳۰) ثابتؔ لکھنوی: سوز خوانوں کا یہ مقولہ اور عقیدہ ہے کہ جس مجلس کو درہم برہم دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ رنگ نہ ہوگا، اس میں ہم مرزا دبیرؔ کا مرثیہ پڑھتے ہیں، وہی رنگ دیتا ہے، دوسرے کا مرثیہ رنگ نہیں دیتا۔ مرزا صاحب نے اوّل اوّل مرثیوں میں بین عمدہ کہہ کر نام پیدا کیا اور محاورہ بندی کا خیال رکھ کر سلیس اُردو میں سیدھے سادے مرثیے کہے، پھر جو لکھنؤ میں باریکیاں اور صنعتیں بڑھتی گئیں، وہ بھی ہر رنگ میں مرثیے کہتے گئے، ادھر قدرتی شاعری پر علم کی صیقل ہوتی گئی، یہی وجہ ہے کہ ہر رنگ میں ان کا کلام نظر آتا ہے اور اس کثرت سے ہر رنگ میں کہا ہے کہ دریا بہادیے ہیں۔

(۳۱) آغا شاعر قزلباش: مرزا دبیرؔ ایک بحرِ ناپیدا کنار ہیں جن کو شیر کی طرح اپنی طاقت کی مطلق خبر نہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں بڑھتے چلے جاتے ہیں، اپنی قادر الکلامی سے لفظوں کو مطیع بناتے چلے جاتے ہیں۔

(۳۲) مسٹر ہیر الال شیدا: میں اہلِ ادب سے معافی مانگ کر عرض کروں گا: مرزا دبیرؔ کے ساتھ بڑی ناانصافی اور بے اعتنائی سے لوگوں نے کام لینا شروع کیا ہے۔ مرزا غالبؔ کے مختصر دیوان میں سب شعر ایسے نہیں ہیں جن کو عوام سمجھ سکیں، پھر بھی ان کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اِسی طرح اگر مرزا دبیرؔ کا کچھ کلام دقیق ہے تو ان کو مجرم کیوں قرار دیا جائے، اپنا مبلغِ علم بڑھاؤ۔

(۳۳) ڈاکٹر اعجاز حسین: مرزا صاحب کے مراثی کی گریہ خیزی کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ نفسیات کے بڑے ماہر تھے۔

(۳۴) فراقؔ گورکھ پوری: دبیرؔ کا ذخیرۂ کلام اتنا بڑا ہے کہ عام پڑھنے والے اس بحرِ زخّار کی پیرا کی نہیں کر سکتے۔

(۳۵) مولوی قاضی عبدالودود: انیسؔ اور دبیرؔ نے اُردو میں سب سے زیادہ شعر کہے ہیں۔

(۳۶) عابد علی عابدؔ: دبیرؔ، انیسؔ سے بہتر بین لکھتا ہے اور اس سلسلے میں بلاغت کا حق ادا کر دیتا ہے۔

(۳۷) مرتضیٰ حسین فاضلؔ لکھنوی: ''مرزا دبیرؔ کے اشعار میں تمکنت، وقار، وزن اور بھاری بھرکم پن ہے۔ وہ سوداؔ، ناسخؔ، ذوقؔ کے ہم نوا ہیں۔ انھوں نے مرثیے کو قصیدے کی قبا پہنائی اور عربی نقد و نظر کے مطابق مرثیے کو ممدوح کے شایانِ شان بنانے کی طرف توجہ کی۔ آخر ان کی کوشش سے مرثیہ، قصیدے کے برابر پھر محنت و کاوش سے بلندی تک پہنچا۔ صاحبانِ نظر جانتے ہیں کہ مرزا دبیرؔ کا یہ کارنامہ تاریخِ ادب میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے زبان و اسلوب کے اعتبار سے مرثیے کو زیادہ جامع، زیادہ معنی خیز بنادیا، زبان کو قوت اور لہجہ دیا، عقیدت کی نگاہ کو فن کی نظر بخشی، فارسی اور عربی کے الفاظ و تعبیرات کا تجربہ کیا، مرثیے کو مجلس میں پڑھنے سننے کے علاوہ، مدرسوں میں مطالعہ و درس اور ایوانِ ادب میں موضوعِ نقد و نظر بنادیا۔ اب اگر سوداؔ کا قصیدہ اور غالبؔ کی غزل شرح طلب اور قابلِ مطالعہ ہے تو دبیرؔ کا مرثیہ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔''

(۳۸) نسیمؔ امروہوی: مرزا دبیرؔ کا کلام، معانی و بیان کی مقرر کردہ کسوٹی کے اعتبار سے اس بلندتر مقام پر فائز ہے جسے معراجِ سخن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، جس سے انکار یا احتراز، مذہبِ شاعرانہ میں کفر کے مترادف ہے۔

(۳۹) ڈاکٹر محمد احسن فاروقی: اگر میں کہوں کہ جدید دور کے شاعروں کے لیے، جو شاعری کو اپنے دور کی سچی ترجمانی بنانا چاہتے ہیں، مرزا دبیرؔ کی شاعری، اور اقسام کی شاعری سے زیادہ مشکل راہ ہوسکتی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اسے جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں، وہ مرزا دبیرؔ کے مطالعے سے حل ہوسکتی ہیں۔ بیسوی صدی مرزا دبیرؔ کو

اہم استاد منوانے کی طرف رجوع ہے۔ ہمارا ان کو سب سے بڑا خراجِ عقیدت یہ ہوگا کہ ہم ان کے ادراک کی اہمیّت کا اعتراف کر لیں۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کریں کہ اوّل درجے کے شاعر کی طرح ان کا بھی ایک منفرد اور مخصوص ادراک ہے۔ دورِ رواں کو اس کی اشد ضرورت ہے اور شاعروں کی شعوری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنا اہم ترین وقت مرزا دبیرؔ کے مطالعے کو دیں اور اس سے ہدایت حاصل کر کے اُردو شاعری، جو پستی میں گر گئی ہے، اسے ایک نئی زندگی بخشیں۔

(۴۰) پروفیسر گوپی چند نارنگ: شاعری کی اہمیّت صرف اس بات کی نہیں کہ شاعر، موضوع پر کتنا حاوی ہے بلکہ اس بات کی بھی ہے کہ خود موضوع، شاعر پر کتنا حاوی ہے۔ یہ نہایت دلچسپ اور ناقابلِ تردید حقیقت سامنے آتی ہے کہ پابند قوافی والے بندوں کے استعمال پر دبیرؔ کو وہ قدرت نہیں یا ان کی طبیعت کو پابند قوافی والے بندوں سے وہ نسبت نہیں، جو انیسؔ کو ہے، نیز تبدیلی اصوات کے مخصوص زیر و بم اور صوتی جھنکار سے جو جمالیاتی کیفیت پیدا ہوتی ہے، وہ اسی اعتبار سے دبیرؔ کے یہاں کم ہے۔ دبیرؔ کے یہاں کیفیّت اگرچہ موجود ہے لیکن اس ہمہ گیری اور اعلیٰ پیمانے پر نہیں جیسی انیسؔ کے یہاں ہے۔ انیسؔ و دبیرؔ نے مرثیے کو جس اوجِ کمال تک پہنچا دیا، اس کی دوسری نظیر دنیائے ادب میں مشکل سے ملے گی۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ پوری صنف کو دو ہم عصر شعرا نے ایسا نمٹا دیا کہ آیندہ آنے والوں کو شدید آزمائش سے دوچار کر دیا۔

(۴۱) پروفیسر نیر مسعود: مرزا سلامت علی دبیرؔ اور میر ببر علی انیسؔ اُردو مرثیے کے دو سب سے بڑے نام ہیں۔ ان دونوں باکمالوں کے درمیان زمانی فاصلہ نہ تھا اور وہ ایک وقت میں، ایک ہی شہر میں سخن وری کی داد لے رہے تھے۔ معرکۂ انیسؔ و دبیرؔ کا سب سے دل چسپ پہلو یہ ہے کہ خود انیسؔ و دبیرؔ میں کوئی خاص تصادم نہیں ہوا۔ ان دونوں کا تصادم زیادہ سے زیادہ یہاں تک رہتا تھا کہ ایک دوسرے کے ادا کیے ہوئے مضمون کو بہتر اور مؤثر تر پیرائے میں ادا کر کے دکھا دیں اور اپنے فنّی

رویئے کا زیادہ شدت سے اظہار کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتی سطح پر دونوں با کمال ایک دوسرے کے مدّاح اور معترف تھے۔

(۴۲) ڈاکٹر فرمان فتح پوری: مرزا صاحب صنف اوّل کے شاعر اور ایک بلند پایہ استادِفن ہیں۔ ان کا رنگ انیسؔ سے جدا ہے اور ایسی انفرادیت رکھتا ہے جس کی مثال اُردو مرثیے کی تاریخ میں نہیں۔ یہ دونوں دبستان اُردو میں شروع ہی سے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ایک کی نظر صرف زبان کی سادگی اور جذبے کی نرم روی پر رہتی ہے اور دوسرا رنگیں بیانی اور خروش الفاظ پر جان چھڑکتا ہے۔ دونوں کی الگ الگ اہمیت ہے، ایک زمانہ یہ تھا، صنائع سب کچھ تھی اور اب یہ زمانہ ہے، سادگی سب کچھ ہے۔

(۴۳) پروفیسر اکبر حیدری: مرزا دبیرؔ اُردو کے ایک عظیم، مستند اور مسلم الثبوت استاد شاعر ہیں۔ دبیرؔ شوکت الفاظ کے پروں میں اڑتے تھے اور انیسؔ صفائی کے دریا بہاتے تھے۔ معاصرین، دبیرؔ کے رنگ کو پسند کرتے تھے اور دل سے ان کی دادِ سخن دیتے تھے، ان میں مرزا رجب علی بیگ سرورؔ، مرزا غالبؔ، سیّد احمد حسین فرقانی، نجاتؔ عظیم آبادی اور سلطانِ عالم واجد علی شاہ قابل ذکر ہیں۔ جب تک اُردو زبان اور اُردو مرثیہ کوئی دنیا میں قائم رہے گی، دبیرؔ کا نام میر انیسؔ کے دوش بدوش لیا جائے گا۔

(۴۴) پروفیسر صفی حیدر: دبیرؔ نے مرثیے کے فکری معیار کو بلند کیا۔ ان کے مرثیے کا اندازہ ان کی جدت پسندی، خلاقی و معنی آفرینی، پرشکوہ طرز سخن، عالمانہ زبان، علم بیان اور بدیع کے ماہرانہ استعمال سے کیا جاسکتا ہے، جنھوں نے مل کر ان کے فن کی تشکیل کی ہے۔ اُردو مرثیہ اگر صرف میرؔ کے اسلوب کی نمایندگی کرتا تو اس میں کلاسیکی تکمیل نہ ملتی۔ مرزا دبیرؔ نے سوداؔ اور غالبؔ کے پرعظمت اسلوب سے اُردو مرثیے میں ہماری شاعری کا صرف ایک رخ سامنے آتا۔ دبیرؔ نے اس کمی کو جو خوش اسلوبی سے پورا کیا، وہ یقیناً ایک ادبی کارنامہ ہے۔

(۴۵) ڈاکٹر اسد اریب: مرزا سلامت علی دبیرؔ تفصیل نگاری اور توضیحی شاعری کے با کمال استاد ہیں۔ انھوں نے اُردو کے شعری سانچے میں پہلی بار یہ ترمیم کی۔ اُردو میں وہ

پہلے شاعر ہیں جنھوں نے شعر کو تفصیلِ معانی اور توضیحِ خیال کے لیے بالکل نثر کی طرح لکھا۔ شعر کی اس نثری ساخت میں شعر سے تخیل اور تخیل کی رنگینی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

(۴۶) ڈاکٹر محمد زماں آزردہ: بعضوں کا خیال ہے کہ دبیرؔ نے مشکل زبان، پُر شکوہ الفاظ، فارسی اور عربی لغات سے کام لے کر کلام کو دق بنا دیا ہے۔ ان کے معترض اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ زبان اور ماحول ایک دوسرے سے اتنا قریبی تعلق رکھتے ہیں کہ کسی ایک کو سمجھے بغیر دوسرے کے بارے میں رائے دینا مناسب نہیں ہو سکتا۔ مرزا دبیرؔ عالم متبحر تھے۔ اگر ایک طرف ان کی نظر تاریخ احادیث و روایات پر تھی تو دوسری طرف فارسی شعر و ادب سے کماحقہٗ واقف تھے، اساتذۂ فارسی کے دواوین کا غور سے مطالعہ کیا تھا۔ وہ بھی اس بات کے لیے کوشاں تھے کہ اُردو شاعری خصوصاً اُردو مرثیہ اپنے اندر وہ تمام خوبیاں پیدا کرے، جو فارسی شاعری کا خاصہ ہیں۔

(۴۷) ڈاکٹر گیان چند: دبیرؔ کی نامقبولیت کی اصلی وجہ ان کا کلام نہیں، ایک علامہ کا جانب دارانہ فیصلہ ہے جسے سہل انگاری کے سبب قبول کر لیا گیا ہے۔ اسی دبیرؔ کا، جس کا کلام بقولِ شبلی: فصاحت چھو بھی نہیں گئی، بلاغت نام کو نہیں، میں غیر مسلم ہونے کے باوجود ان بندوں کو نقل کرتا ہوں تو ایک خاموش رقّت طاری ہوتی ہے، آخر صاحبِ اولاد ہوں۔ قدر دانانِ دبیرؔ کو چاہیے کہ صحیح انتخاب کے ذریعے دبیرؔ کو ان کا جائز مقام دلائیں۔

(۴۸) عبد القوی دسنوی: اِسے اُردو ادب کا بڑا سانحہ کہیے کہ مرزا سلامت علی دبیرؔ بحیثیتِ انسان اور بحیثیتِ مرثیہ نگار جس مرتبے کے مستحق تھے، ہم اُردو والے وہ مرتبہ دلانے میں ناکام رہے ہیں بلکہ انھیں متعارف کرانے سے بھی گریز کرتے رہے ہیں۔ دراصل ہمارا یہ عمل اُردو ادب کو عظیم ادبی سرمایے سے محروم رکھنے کی سعی کے مترادف ہے۔

(۴۹) جناب کاظم علی خان: میں یہ نہیں کہتا کہ دبیرؔ، انیسؔ سے بہتر شاعر تھے، میرا مقصد تو یہ ہے

کہ انیسؔ و دبیرؔ کی نوک جھونک کو اب بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ موجودہ حالات کے پیشِ نظر بند کر دینا چاہیے۔ اس دور میں صحت مند اور سائنٹیفک تنقید کی روشنی میں ان دونوں حضرات کے کلام کو پرکھ کر آسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ انیسؔ و دبیرؔ: دونوں ہی فنِ مرثیہ گوئی میں امامِ فن کی حیثیت رکھتے تھے، دونوں ہی مرثیے کے میدان میں صاحبِ کمال شاعر تھے اور دونوں ہی نے اُردو مرثیے کو معراجِ کمال پر پہنچادیا۔ ہمارے اس قول کی تائید میں مولانا محمد حسین آزادؔ کی یہ عبارت پیش کی جا سکتی ہے: ''دونوں باکمالوں نے ثابت کر دیا کہ حقیقی اور تحقیقی شاعر ہم ہیں۔ ہر رنگ کے مضمون، ہر قسم کے خیال پر ایک حال کا، اپنے الفاظ کے جوڑ بند سے ایسا طلسم باندھ دیتے ہیں کہ چاہیں رُلا دیں، چاہے ہنسا دیں، چاہیں تو حیرت کی صورت بنا کر بٹھا دیں۔''

(۵۰) ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی: اُردو کو فارسی کا ہم پلّہ ثابت کرنے کا کارنامہ دبیرؔ ہی نے انجام دیا۔ انھوں نے مدح میں خاقانیؔ اور انوریؔ سے ٹکر لی، مبالغے میں ظہیرؔ فاریابی کا پہلو دبایا، شکوہِ الفاظ و طنطنۂ بیان میں فردوسیؔ کے کمال کا مظاہرہ کیا، اخلاق و موعظت میں سعدیؔ و رومیؔ کی سنّت کی تجدید کی دقّت پسندی و مضمون آفرینی میں صائبؔ، بیدلؔ کا مقابلہ کیا اور ان تمام میدانوں میں اپنی پروازِ فکر کے جوہر دکھائے جو اب تک ایرانی سخن آفرینوں کی جولاں گاہ تصور کیے جاتے تھے۔ مرزا صاحب کی مضمون آفرینیوں، صناعیوں اور ژرف نگاریوں نے ہمیں پہلی مرتبہ وہ سرمایۂ شعر و ادب عطا کیا جسے ہم سخن آفرینانِ فارس کے مقابلے میں فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

(۵۱) ڈاکٹر ہلالؔ نقوی: مرزا دبیرؔ کے رنگِ سخن میں قوّتِ متخیّلہ کا شکوہ بھی ہے، خیال آفرینی کا جوہر بھی، استعارات و تشبیہات میں ندرت، تراکیب میں جدّت اور مبالغے میں شدّت بھی، صنائع و بدائع کی کثرت بھی ہے اور مصائب کو تفصیل سے بیان کرنے کا رجحان بھی۔ اپنے متقدمین مرثیہ گو شعرا کے مقابلے میں ان کا یہی طرزِ جدید ہے جس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ دبیرؔ کے فنِ مرثیہ گوئی کا کلیدی پہلو ان کا

جذبۂ ایجاد و اختراع ہے۔ ایجادات و اختراعات کی یہ رَو اُن کے تقریباً ہر مرثیے میں نظر آتی ہے۔ ع: ’’مضمون نئے کرتا ہوں ایجاد ہمیشہ‘‘

(۵۲) شجاعت علی سندیلوی: یہ امر مسلمہ ہے کہ مرزا دبیرؔ اپنے فن کے استاد تھے اور انیسؔ سے اُن کا راستہ جدا تھا۔ میر انیسؔ کی طرح ان کے کلام کو مقبولیت اور شہرت نصیب نہیں ہوئی لیکن اس سے اُن کے کمال پر کسی قسم کا حرف نہیں آ سکتا۔ ایسا پُر گو اور عالی مرتبت شاعر دنیائے اُردو میں کوئی دوسرا نہیں۔ عروسِ سخن کے سنوارنے میں مرزا دبیرؔ نے کچھ کم عرق ریزی نہیں کی ہے۔

(۵۳) پروفیسر جعفر رضا: اُردو مرثیے کا دورِ عروج میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کی سرکردگی میں تخلیقی وفنی قوتوں کا سرچشمہ بنا۔ میر انیسؔ نے اپنے اخلاقی مضامین سے شعر کی زمین کو آسمان کر دیا۔ نظم کو درِ شہوار کی لڑیاں بنا دیا، اپنے عمیق تجربات و مشاہدات کے ذریعے فکر و احساس کا حسین تاج محل تعمیر کیا۔ دوسری طرف مرزا دبیرؔ نے مضمون آفرینی تکلّف نفاست اور خارجی بیانات پر زور دیا۔ ایک ایک منظر یا واقعے کے بیان میں طرح طرح کی تشبیہوں استعاروں اور صنائع بدائع سے جودت طبع کے جوہر کھول دیے۔ ان کے معتقدین دو الگ الگ گروہوں میں تقسیم تھے جو ایک دوسرے سے کشمکش اور چشمکیں کرتے رہتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے اپنی برتری کا اعلان کرتے رہتے اور بقولِ محمد حسین آزادؔ: منصفی بیچ میں آ کر کہتی تھی، دونوں اچھے، کبھی کہتی: وہ آفتاب ہیں، یہ ماہ اور کبھی: یہ آفتاب اور وہ ماہ۔

(۵۴) ضمیر اختر نقوی: مرزا دبیرؔ نے اُردو مرثیے کے لیے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے جو اُن حالات اور مقدرت کے ساتھ، جس کے وہ حامل تھے، دوسرا کوئی انجام نہیں دے سکتا تھا۔ مرزا دبیرؔ بہت بڑے شاعر اور نہایت اعلیٰ فن کار ہیں۔ اگر مرزا دبیرؔ نہ ہوتے تو شاید اُردو مرثیہ ان بلندیوں پر نہ پہنچ پاتا جس پر آج وہ پہنچا ہے۔ یہ دونوں شاعروں کے شایانِ شان نہیں کہ ایک دوسرے کا موازنہ اس ارادے سے کیا جائے کہ ایک کی فوقیت جتا کر دوسرے کے کلام میں خامیاں

نکالی جائیں۔

(۵۵) عظیم امروہوی: دبیرؔ نام ہے مرثیہ کی دنیا کے مینارۂ نور کا۔ دبیرؔ نام ہے مرثیے کے اس سمندر کا جس میں غوّاصی کے بعد کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں آیا۔ دبیر نام ہے مرثیے کے اس دریا کا جو مرثیہ نگاروں کو ذہنی طور پر ہمیشہ سیراب کرتا رہے گا۔ دبیرؔ نام ہے مرثیے کے اس ابدی چراغ کا جس سے سیکڑوں چراغ روشن ہو چکے ہیں اور آیندہ ہوتے رہیں گے۔

(۵۶) ڈاکٹر سیّد کاظم حسین کاظمی: مرزا دبیرؔ نے شاعری کی جملہ خوبیوں کو مرثیے کے کینوس میں فٹ کرنے کے لیے اعلیٰ و ارفع اقدام کیے ہیں اور نقادانِ شعر و ادب سے اپنے فکر وفن کی جامعیت، علم کی وسعت اور شاعرانہ مہارت کا اعتراف کرایا ہے۔ دبیرؔ نے جو مرثیہ نگاری میں کمال پیدا کیا، اپنی علمی صلاحیت اور جدّتِ طبع کے سبب کیا ہے۔

(۵۷) ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن: یہ امر انتہائی ملال انگیز ہے کہ اردو زبان و ادب کے بیشتر ناقدین نے مرزا سلامت علی دبیرؔ کی شخصیت وفن پر سنجیدگی سے کام کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ شبلؔی اور ان کے حواریوں نے مرزا دبیرؔ کے محاسن پر پردہ ڈال کر اپنے تئیں ان کے عیوب کی جی بھر کے تشہیر کی۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ایک بہت بڑے شاعر کی حقیقی تفہیم سے محروم رہ گئے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دبیرؔ کو جدید تناظر میں سمجھا اور پرکھا جائے اور ان کے مرتبے کا بارِ دگر تعین کیا جائے۔ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی صاحب اس لحاظ سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ''مجتہدِ نظم مرزا دبیرؔ'' لکھ کر نہ صرف مرزا دبیرؔ کی حیات، شخصیت اور فن کے نئے نئے گوشوں سے قارئین کو آگاہ کیا ہے بلکہ انہوں نے دبیرؔ فہمی اور دبیرؔ شناسی کے حوالے سے بعض اہم اور قابلِ قدر نکات اجاگر کئے ہیں۔

مختصر تجزیۂ کلامِ عاطلۂ دبیر

صنعت غیر منقوط کو صنعت بے نقط، کلامِ مہملہ، صنعت عاطلہ یا صنعت تعطیل بھی کہتے ہیں۔ یہ صنعت علم بدیع کی صنائع لفظی میں شمار کی جاتی ہے۔ اس صنعت کی بنا پر کلام میں سب حروف بغیر نقطے کے ہوتے ہیں، یعنی جن حروف کے اوپر، درمیان اور نیچے نقطے ہوتے ہیں، وہ استعمال نہیں ہوتے۔ قدما نے بخصوص انشا کے دور تک ہندی کے بعض حروف، جیسے ٹ، ٹھ، ڈ، ڈھ، ڑ وغیرہ کو اس صنعت میں اس لیے نہیں کیا کہ اُن دنوں ''ط'' کی علامت کی جگہ اُس حرف پر چار نقطے لگائے جاتے تھے اور بعض افراد ان حروف پر چلیپہ (+) کی علامت لگاتے تھے، چنانچہ قدما نے ان ہندی کے ان الفاظ کو نقطہ دار قرار دے کر ان کے استعمال سے اجتناب کیا لیکن دبستانِ ناسخ اور اُردو ہندی کے حرفوں کی مزید شناخت نے ان کو فارسی، عربی حروف سے علیحدہ کیا اور ان حروف کے اوپر چار نقطے نکال کر ''ط'' کی علامت لگا دی اور اس طرح یہ حروف غیر نقطہ یا مہمل محسوب ہوئے جن کا استعمال پھر شعرا نے مہملہ کلام میں بھی کیا۔ انشا کے بے نقط دیوان میں اسی لیے ٹ، ڈ، ڑ جیسے حروف نظر نہیں آتے۔ اس طرح مہملہ میں ''قواعد اُردو'' مولوی عبدالحق کے بیان کردہ پچاس (۵۰) حروف تہجی سے صرف چودہ (۱۴) حروف استعمال کیے جاتے تھے۔ سیّد انشا اللہ خان (۱۷۵۲ء۔۱۸۱۷ء) اُردو ادب کے وہ پہلے عظیم شاعر ہیں جنھوں نے نظم اور نثر میں اس صنعت کے جوہر کُھل کر دکھائے۔ نثر میں ایک پوری داستان ''سلک گوہر'' غیر منقوط ہے۔ یہ داستان تقریباً چالیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ نظم میں ایک پورا غیر منقوط دیوان موجود

ہے۔ اس کے علاوہ ایک سو اشعار پر مشتمل غیر منقوط مثنوی فارسی میں اور ایک منقبت ''قصیدۃ الطور'' غیر منقوط، حضرت علیؑ کی شان میں پچپن (۵۵) اشعار میں لکھی، جس میں عربی، فارسی، ترکی اور اُردو کے اشعار شامل ہیں۔ انشا کے غیر منقوط اُردو دیوان میں ایک حمد، ایک مخمس اور چوبیس غزلیات شامل ہیں۔ یہ تمام دیوان، سوائے ایک فارسی کی غزل کے، پورا کا پورا اُردو میں ہے۔ جس میں کل اشعار کی تعداد ۳۴۲ ہے صنعت بے نقطہ کے ذیل میں اس بات کا ذکر بھی خارج از محل نہیں کہ آج سے تقریباً چار سو سال قبل ہندوستان کی سرزمین پر شہنشاہ اکبر کے دربار کے نورتن کا گہر اور ملک الشعرا شیخ فیضی نے ''قرآنِ مجید'' کی تفسیر غیر منقوط ''سواطع الالہام'' لکھی اور اس کا مادۂ تاریخ میر حیدر علی معمائی نے سورہ اخلاص بغیر بسم اللہ کے (۱۰۰۲ھ) نکالا۔ اس کے علاوہ فیضی نے اخلاق پر ایک غیر منقوط کتاب ''موارد الکلم'' بھی لکھی ہے۔ ان غیر منقوط تحریروں کو جب حاسدوں نے ایک عبث کاوش قرار دیا تو فیضی نے ان کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ''کلمۂ طیبہ، جس پر تمام مسلمانوں کا ایمان منحصر ہے، جب وہ خود بے نقط ہے تو بس اس سے بڑھ کر بے نقط تحریر کی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے۔''

مرزا دبیر نے اُردو میں سب سے زیادہ غیر منقوط اشعار کہے ہیں جن کی مجموعی تعداد ۵۵۷ ہے۔ ان غیر منقوط اشعار کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ رباعیات (مختلف مضامین)	۱۱ عدد	تعداد شعر	= ۲۲
۲۔ قطعۂ تاریخ (مرثیہ: مہرِ علم سروڑ اکرم ہوا طالع)	۱ عدد	تعداد شعر	= ۵
۳۔ قطعۂ منقبتی (حضرت امام حسینؑ)	۱ عدد	تعداد شعر	= ۳
۴۔ سلام (ع: مسطور اگر کمال ہو سرورِ امامؑ کا)	۱ عدد	تعداد شعر	= ۱۷
۵۔ مرثیہ (ع: مہرِ علم سروڑ اکرمؑ ہوا طالع)	۶۹ بند	تعداد شعر	= ۲۰۷
۶۔ مرثیہ (ع: ہم طالعِ ہُما مرادِ ہم رسا ہوا)	۱۰۱ بند	تعداد شعر	= ۳۰۳
	کل اشعار		= ۵۵۷

یہ تعداد مطبوعہ اشعار کی ہے۔ اگر چہ مولف ''المیزان'' سیّد ظہیر الحسن رضوی فوقؔ لکھتے ہیں: ''صنعت مہملہ میں مرزا دبیر کے کئی مرثیے ہیں۔''علمائے دبیریات نے ایک غیر منقوط

مرثیہ، جو حضرت حُر کے حال میں ہے، کا ذکر کیا ہے لیکن وہ مرثیہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکا۔

انشا اللہ خان اور سلامت علی دبیرؔ اُردو ادب کے وہ دو عظیم شعرا ہیں جنھوں نے صنعتِ مہملہ میں شاہکار نمونے چھوڑے ہیں۔ دبیر کے غیر منقوط کلام کے مطالعے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ ان کے غیر منقوط کلام پر انشاؔ کے کلام کی گہری چھاپ ہے، چنانچہ ان مرثیوں میں استعمال ہونے والے کم و بیش تمام الفاظ انشاؔ کے غیر منقوط دیوان میں موجود ہیں۔ بہر حال، یہاں اس بات کا تذکرہ بھی دلچسپ ہوگا کہ مرزا دبیرؔ کی بیوی انشاؔ کی سگی نواسی اور سیّد معصوم علی صاحب دامادِ انشاؔ کی بیٹی تھی، اس طرح انشاؔ، دبیرؔ کے نانا خُسر تھے۔ اسی رشتے پر فخر کرتے ہوئے دبیر کے فرزند محمد جعفر اوجؔ نے کہا تھا:

نانا ہیں مرے سیّد عالی نسب انشاؔ
عاجز ہے خرد اُن کے فضائل ہوں کب انشا

حقیقت یہ ہے کہ حروف نقطہ دار اُردو اور فارسی ہجّی کے نمک و مرچ حروف ہیں۔ ان کے بغیر لفظوں میں مزہ باقی نہیں رہتا اور اس صنعت کی پابندی کی وجہ سے شاعر کو غیر مانوس، ثقیل، مشکل اور بھدّے الفاظ اور دوسری زبانوں کے الفاظ حاصل کرنے پڑتے ہیں جس سے شعر کی شگفتگی، سلاست، روانی، سادگی اور شیرینی ختم ہو جاتی ہے بلکہ شعر ایک معمّا، چیستان، خشک اوبستان اور الفاظ کا قبرستان بن جاتا ہے اور اغلب شعرا اسے اپنی استادی منوانے، قادر الکلامی دکھانے اور صنعت گری بتانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، چنانچہ جہاں تک انشاؔ کی نثری داستان ''سلک گوہر'' کا تعلق ہے، یہ خشک، مشکل، غیر مانوس اور بوجھل ہے اور اس صنعت نے داستان کا لطف بڑی حد تک ختم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے ''اُردو کی نثری داستانیں'' میں صحیح کہا ہے کہ ''اس بے لطفی کی وجہ سے پوری داستان کا پڑھنا تقریباً محال ہو گیا ہے'' نثر کے برخلاف انشاؔ کا منظوم کلام بہت بہتر ہے۔ شعرا کی صنعت گری کے بارے میں حافظؔ نے کہا تھا:

اُن را کہ خواندی استاد گر بنگری بہ تحقیق
صنعت گریست امّا طبعِ رواں ندارد

(یعنی جس کو تو نے استاد کہا ہے، اگر تحقیق سے دیکھے گا تو معلوم ہوگا کہ وہ ضرور صنعت

گر ہے لیکن اس کے شعروں میں روانی نہیں)

جہاں تک دبیر کے غیر منقوط کلام کا تعلق ہے، اس کا طرّہ امتیاز یہ ہے کہ شعروں میں بہتے ہوئے پانی کی روانی اور کلام کی چاشنی باقی ہے۔ انھوں نے صنعت گری کے ساتھ ساتھ شعری روانی اور سلاست کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ مترنم بحروں میں غیر منقوط اشعار کہنا کہ مشکل اور غیر مانوس الفاظ کے داخلی آہنگ، نغمہ خیز بحروں کے ترنم سے دلکش ہو جائیں۔ یہی نہیں بلکہ صنف رباعی میں، جو فنی اعتبار سے کٹھ صنفِ سخن ہے، جس کو چوبیس (۲۴) اوزان اور چار مصرعوں میں مضمون کی ترسیل دشوار بنا دیتی ہے، صنعتِ غیر منقوطہ اور بھی مشکل کر دیتی ہے لیکن ان تمام دشواریوں کے باوجود مختلف موضوعات پر ایک درجن سے زیادہ رباعیات کہہ کر مرزا دبیر نے اپنی قادرالکلامی کی داد حاصل کی ہے۔ یہ سچ ہے جس کا اعتراف خود مرزا غالب نے کیا کہ ''مرثیہ گوئی دبیر کا حق ہے اور ہم سے اس راہ میں چلا نہ گیا'' اور مرثیے کے صرف تین بند کہہ کر خاموش ہو گئے، اسی طرح خدائے سخن میر انیس نے صرف تین چار غیر منقوط بند لکھ کر سکوت اختیار کیا۔ شاید میر صاحب کی خاموشی اپنی بے زبانی میں اعتراف کر رہی تھی کہ یہ راستہ مرزا دبیر کا ہے اور ہم سے اس راہ میں چلا نہ گیا۔ ہم اس مقام پر میر انیس کے غیر منقوط بند پیش کرتے ہیں:

وہ طاہر و اطہر ہو اگر معرکہ آرا　　معلوم ہو حملہ اسدُ اللہ کا سارا
آگاہ ہو کس طرح کہو عمرو کو مارا　　صمصام کا اک وار ہوا کس کو گوارا
واللہ گر اک دم کو وہ صمصام علم ہو
ہر روح کو اس دم ہوسِ ملکِ عدم ہو

کس کا اسدُ اللہ سا ہوا والدِ مرحوم　　حلالِ مہم مالکِ کل طاہر و معصوم
صدرِ دو سرا رحم دل و سرورِ مہموم　　آسودہ ہر اک سالک و گمراہ و محروم
معصوم کا دلدار ہو سالارِ اُمم ہو
اولاد کا اس عالم و عادل کو الم ہو

اس طرح کا والا ہمم اس طرح کا سردار　　اس طرح کا عالم کا ممد اور مددگار
وہ مصدرِ الہامِ احد محرمِ اسرار　　وہ اصلِ اصولِ کرم داورِ داوار

حاصل اگر اک مردِ دل آگاہ کو مارا
مارا اگر اس کو اسدُاللہ کو مارا

سردارِ امم محرمِ اسرارِ محمدؐ مہرو اسدُاللہ کا دل دارِ محمدؐ
دلدار و دل آرام و مددگار محمدؐ ممدوح ملک مالکِ سرکارِ محمدؐ
سروڑ کہو اسلام کا اس مالکِ کل کو
آرام دو اک دم دلِ سردارِ رُسل کو

میر انیسؔ کے ان چار بندوں میں مرزا دبیرؔ کے مرثیوں کی گہری چھاپ نظر آتی ہے اور تمام حروف مرزا صاحب کے مرثیوں میں اسی خوبصورتی سے نظم ہوئے ہیں۔

لطیفہ: ایک دن میر انیسؔ کے سامنے کسی مصاحب نے کہا کہ سنا ہے مرزا دبیرؔ نے ایک پورا مرثیہ صنعت غیر منقوط میں کہا ہے۔ میر انیسؔ نے مسکرا کر کہا: یہ کیوں نہیں کہتے کہ مرزا صاحب نے مہمل مرثیہ کہا ہے۔ راقم نے اسی بنا پر اس کتاب کا نام ''کلام عاطلۂ عطاردؔ (مہملۂ دبیرؔ)'' رکھا ہے تا کہ دبیرؔ کے اس عظیم تخلیقی شاہ کار کا سرورق بھی میر انیسؔ کے الفاظ سے تزئین ہو جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا دبیرؔ صنعت غیر منقوط کے عمدہ شاعر ہیں اور ان کا کلام اس صنعت میں سیّد انشاؔ کے کلام سے بھی آگے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس صنعت کا شہنشاہ مرثیہ گو شاعر قاری یعقوب علی خان نصرتؔ مدوؔ ہے۔

ع: مصرعوں میں روانی ہے کہ بہتا ہوا پانی'' نصرتؔ مدوؔ کا غیر منقوط مرثیہ ع:
''مداح ہوا کلک امامِ دوسرا کا''

ہم نے اس تالیف میں اس لیے شامل کر دیا کہ یہ ادبی اور رثائی شاہکار سرمایہ محفوظ ہو جائے اور اس سے ہمارا مدعا بھی پورا ہو جائے کہ مرزا دبیرؔ کے دو مرثیے اس مرثیے سے کتنے مختلف ہیں۔ مشہور ہے۔ ''ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شود''

دبیر کی غیر منقوطہ تصانیف کی فہرست

۱۔ رباعیات

مرزا دبیرؔ کی صرف گیارہ غیر منقوط رباعیات ہیں جبکہ مرزا صاحب کی کل رباعیات کی تعداد (۱۳۳۲) ہے۔ ان گیارہ رباعیات کی تفصیل اور ترتیب یہ ہے۔

۱۔	نعتیہ رباعی۔	ع: مداح ہوا مورِ دِامداد رسولؐ
۲۔	منقبتی رباعی (امام حسینؑ)	ع: گر مہرِ امامؑ دوسرا حاصل ہو
۳۔	رثائی رباعی (امام حسینؑ)	ع: ہو درد و الم مُدام درد ا درد ا
۴۔	رثائی رباعی (امام حسینؑ)	ع: دردا کہ ملول امامِ معصومؑ رہا
۵۔	رثائی رباعی (حضرت علی اصغرؑ)	ع: آرام دل حرم کا معدوم رہا
۶۔	رثائی رباعی (شہدا کربلا)	ع: کامِ گلوئے آلِ محمدؐ سوکھا
۷۔	رثائی رباعی (حُر ابن ریاحی)	ع: اعدا کو اُدھر حرام کا مال ملا
۸۔	رثائی رباعی (حُر ابن ریاحی)	ع: واللہ کہ طالع رسا حُر کو ملا
۹۔	رثائی رباعی (حُر ابن ریاحی)	ع: سرگرمِ ولا دل رہا حُر سر دہوا
۱۰۔	رثائی رباعی (حُر ابن ریاحی)	ع: واللہ کہ حُر کو دلِ آگاہ ملا
۱۱۔	مدحیہ رباعی (حُر ابن ریاحی)	ع: حُر کو مددِ حرم کا الہام ہوا

۲۔ قطعۂ تاریخ

دبیرؔ نے پانچ اشعار کا ایک تاریخی قطعہ غیر منقوط کہا جو مرثیہ الخ ع: ''مہرِ علم سرورؑ اکرم ہوا طالع'' کی تاریخ تصنیف کے سلسلے میں ہے۔ اس سے تاریخ ۱۲۵۹ ہجری نکلتی ہے۔

شعر مادۂ تاریخ یہ ہے:

سال ادراک اس دل کو ہوا مصرع کہا
مدحِ روحِ سالمِ سرورؑ عطاردؔ کا کلام (۱۲۵۹ ہجری)

دوسرا مصرع تاریخ یہ بھی ہے: ع: ''درمدح سرورؑ عالم عطاردؔ کا کلام''

۳۔ قطعۂ منقبتی (امام حسینؑ)

چودھری سیّد نظیر الحسن رضوی نوتق مولف ''المیزان'' نے دبیرؔ کا ایک غیر منقوط قطعہ جو امامِ حسینؑ کی شان میں ہے، پیش کیا ہے:

علام ہر اک علم کا اور موردِ الہام — وہ اس کا ہوا حکم کہ اسلام ہوا عام

روحِ اسد اللہ محمدؐ کا دل آرام — صدرِ دو سرا علم کا گھر مصدرِ اکرام

محکوم احد حاکمِ سرکارِ محمدؐ

مدّاحِ رُسل محرمِ اسرارِ محمدؐ

۴۔ سلام

''دفترِ ماتم'' کی سولھویں جلد مطبوعہ مطبع احمدی لکھنؤ، ۱۸۹۶ء میں سترہ اشعار پر مشتمل ایک غیر منقوط سلام ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:

مطلع: مطور اگر کمال ہو سروِ امامؑ کا
مصرع ہمارا سرو ہو دارلسلام کا

مقطع: لامع ہو گر کمال عطاردؔ سر سما
مداح ہو گا کلکِ عطاردؔ کلام کا

۵۔ معروف مرثیہ

مطلع: مہرِ علمِ سروڑا کرم ہوا طالع

حال: حضرت عباسؑ

تعداد بند: (۶۹) انہتر

''نادراتِ مرزا دبیرؔ'' میں مولف ڈاکٹر سیّد صفدر حسینؒ نے تعداد (۷۲) بتائی ہے جو صحیح نہیں۔ بعض بند ایک مصرعے کی تبدیلی سے مکرر لکھے گئے اور اس طرح تین بند تکراری ہیں۔ سہل انگاری یہ بھی ہے کہ اس غیر منقوط مرثیے میں بعض مصرعے نقطہ دار بھی شامل ہو گئے۔)

سنہ تصنیف: ۱۲۵۹ ہجری مطابق ۱۸۴۳ء

تخلّص: عطاؔرد۔ مرثیے کے چھٹے بند اور انچاسویں بند میں آیا ہے لیکن آخری بند میں تخلّص نہیں ملتا۔

بند(۶)= او کلکِ عطاؔرد سوٗ مولا ہو کمک کر
ہر اہم گروہِ عمرِ سعد کا حک کر

بند(۴۹)= گہ سہم عطارد کا ہوا مرگ عدو کو
گہ ہالۂ صمصام ہوا ہار عدو کو

مرزا دبیؔر نے اپنے تخلّص دبیؔر کے ہم معنی غیر منقوط تخلّص عطاؔرد رکھا ہے جیسا کہ خود کہتے ہیں:

ڈھونڈا جس دم تخلّص بے نقط
ہم نام دبیؔر کا عطاؔرد نکلا

حکایت: میر محمد رضا ظہیؔر لکھنوی شاگرد دبیؔر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرثیہ خواجہ آتشؔ کی زندگی میں کہا گیا تھا (آتشؔ کی وفات ۲۵ محرم ۱۲۶۳ ہجری مطابق ۱۳ جنوری ۱۸۴۷ عیسوی ہے)۔ جس مجلس میں مرزا دبیؔر نے یہ مرثیہ پڑھا، اس میں میر ضمیؔر اور خواجہ آتشؔ بھی تشریف لائے تھے اور اختتامِ مجلس پر خواجہ آتشؔ نے پکار کر اس طرح داد دی تھی: ''یہ صنعت اس بے تکلفی کے ساتھ آپ ہی کا حصہ ہے۔ یا فیضیؔ کی تفسیر سنی تھی یا آج یہ مرثیہ سنا''۔

طباعت: پہلی بار یہ مرثیہ مرزا دبیؔر کے انتقال کے (۸۵) پچاسی برس بعد شائع ہوا۔ ''حیاتِ دبیؔر'' کے مولف ثابتؔ لکھنوی نے صرف تین بند اس مرثیے کے لکھ کر حاشیے میں لکھا: ''نہ وہ مرثیہ میرے پاس ہے نہ اور کسی کے پاس ہے، بجز جانشین جناب، حضرت اوجؔ مدظلہ کے۔'' یہ مرثیہ پہلی بار مہذبؔ لکھنوی نے ۱۹۶۱ء میں بعنوان ''ماہ کامل'' سرفراز قومی پریس لکھنؤ سے شائع کیا۔ دوسری بار یہ مرثیہ ۱۹۶۵ء میں ڈاکٹر مظفر حسن نے اپنے مقالے میں شائع کیا اور تیسری بار یہ مرثیہ ''نادراتِ مرزا دبیؔر'' مولفہ ڈاکٹر صفدر

حسین میں ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ اس مرثیے کے کچھ بند ''پیامِ عمل''، لاہور دبیر نمبر میں بھی ۱۹۷۵ء ہی میں شائع ہوئے۔

۶۔ متنازع مرثیہ

مطلع: ع: ہم طالعِ ہُما مرا وہم رسا ہوا

مقطع: ع: ہوگا عطارِدِ اسمِ معرّی ہمارا عام

حال: حضرت امام حسینؑ

تعداد بند: (۱۰۱)

نادر قلمی نسخہ: راقم کی لائبریری واقع ٹورنٹو کینیڈا میں ایک بہت قدیم قلمی نسخہ موجود ہے جس میں مرثیے کو مرزا دبیر کی تصنیف لکھا گیا ہے۔ مخطوطے پر کوئی سنہ تصنیف موجود نہیں۔ ہم اس کتاب میں اس قلمی نسخے کے پہلے اور آخری اوراق کی فوٹو کاپی پیش کر رہے ہیں۔

طباعت: پہلی مرتبہ یہ مرثیہ ۱۸۹۱ء میں مطبع شوکت جعفری گولا گنج سے ''مرثیۂ اختر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس مرثیے کی مطبوعہ کاپی ہمیں نہ مل سکی۔

دوسری بار ۱۹۱۸ء میں سیّد صغیر حسن زیدی نے مطبع یوسفی، دہلی سے اسے طبع کر کے شائع کیا۔ اس کتاب میں اس مطبوعہ مرثیے کے پہلے اور آخری اوراق کی فوٹو کاپی پیش کی گئی ہے۔

اِسے زمانے کی ستم ظریفی نہ کہیں تو اور کیا کہیں کہ لوگوں نے اس مرثیے کو ایک متنازعہ مرثیہ بنادیا ہے۔ بعض افراد کا خیال ہے کہ یہ مرثیہ نواب مرزا محمد تقی اختر شاگردِ دبیر کا ہے لیکن اغلب علماے دبیریات نے اِسے مرزا دبیر کی تصنیف قرار دیا ہے۔ ہماری تحقیق اور مرثیہ کا تجزیہ ہمیں مطمئن کر چکا ہے کہ یہ مرثیہ دبیر ہی کا ہے، اسی لیے ہم اس کو کلامِ عاطلۂ دبیر کی زینت بنا رہے ہیں۔ اپنے ادعا کو ثابت کرنے سے پہلے ہم اُن معتبر حوالوں کو پیش کریں گے جن میں اسے تصنیفِ دبیر ہونے سے اقرار اور انکار کیا

گیا ہے اور آخر میں تاریخی، ادبی، عقلی اور منطقی دلیلوں سے اپنے مدعا کو صاحب نظروں تک صحیح پہنچانے کی کوشش کریں گے تاکہ حق حق دار کو مل سکے۔

ف ا: علمائے ادب جنھوں نے اس مرثیہ کو دبیر کی تصنیف بتایا ہے:

۱۔ محمد حسین آزاد ''آبِ حیات'' صفحہ ۴۷۸ پر لکھتے ہیں: ''ایک مرثیہ بے نقط لکھا جس کا مطلع ہے:

''ہم طالع ہما مرادہم رسا ہوا'' اس میں اپنا تخلص بجائے دبیر کے عطارد رکھا''۔

۲۔ ڈاکٹر ذاکر حسین ''دبستان دبیر'' میں لکھتے ہیں: ''شبلی نعمانی نے اس مرثیے کو مرزا دبیر سے منسوب کیا''

۳۔ شاد عظیم آبادی ''پیمبران سخن'' صفحہ ۱۷۸ پر لکھتے ہیں: ''صنعتِ مہملہ کوئی معمولی صنعت نہیں۔ فیضی اگر صرف ''سواطع الالہام'' لکھ جاتا اور کوئی تصنیف چھوڑ کر نہ جاتا تو اُس کی شہرت کمال کے لیے کافی تھا۔ سب مورخ اور تذکرہ نویس معترف ہیں کہ قرآن کی بے نقط تفسیر لکھ لینا فیضی کے تبحر پر دلیل واضح ہے۔ مرزا صاحب نے اس صنعت میں دو مرثیے کہے اور غالباً ایک مرثیے میں سو بند سے زیادہ ہیں۔ مرثیہ کے مطلع کا بند یہ ہے:

ہم طالع ہما مرادہم رسا ہوا طاؤس کلکِ مدح اُڑا اور ہُوا ہُوا
مصرع ہمارا مطلع مہر سَما ہوا اور دوحۂ کلام سراسر ہُرا ہُوا
مطلع ہوا کہ مہر ہو دارالسلام کا
عطرِ گل ارم ہوا حاصل کلام کا

۴۔ نواب دولھا صاحب نے ''تذکرۂ مرغوب دل'' مطبوعہ ۱۲۸۲ ہجری میں مرثیۂ غیر منقوط

''ہم طالع ہما مرادہم رسا ہوا'' کو دبیر سے منسوب کیا ہے۔

۵۔ ''المیزان'' میں سیّد نظیر الحسن چودھری نے اس بات کی تائید کی ہے کہ مرزا دبیر نے ایک سے زیادہ غیر منقوط مرثیے لکھے۔ کہتے ہیں: ''صنعتِ مہملہ میں مرزا صاحب کے

کئی مرثیے ہیں۔ ان میں سے ایک مرثیے کا مطلع ہے: "مہر علم سروڑا کرم ہوا طالع"۔
بے نقط مرثیوں میں اپنا تخلص "عطارد" رکھا ہے۔

۶۔ لالہ سری رام نے "خم خانۂ جاوید" مطبوعہ دہلی، طبع ۱۹۱۷ء میں اس مرثیے کو دبیر کی تصنیف قرار دیا ہے۔

۷۔ سیّد صغیر حسن شمّی زیدی دہلوی نے اس مرثیے کو ۱۹۱۸ء میں دہلی کے مطبع یوسفی سے "تصنیف دبیر" کے نام سے شائع کیا جس کا عکس اس کتاب میں موجود ہے۔

۸۔ عبدالروٴف عروج نے "اُردو مرثیے کے پانچ سو سال" میں یہ مرثیہ مرزا دبیر کے نام کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۹۔ ڈاکٹر مظفر حسن ملک نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں اس مرثیے کو دبیر کی تصنیف بتایا ہے۔

۱۰۔ ڈاکٹر یعقوب عامر نے اپنے مضمون "صنائع لفظی" "درس بلاغت" میں "ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا" کو دبیر کی تصنیف بتایا ہے۔

۱۱۔ مرزا دبیر کے فرزند اکبر مرزا محمد جعفر اوج نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ مرزا دبیر کے ایک سے زیادہ غیر منقوط مرثیے ہیں۔ جناب صادق صاحب نے "دبیر اور شمس آباد" میں لکھا ہے کہ "حیات دبیر" کے صفحہ نمبر ۱۹۶ کے حاشیے میں اوج صاحب نے "مہر علم سروڑا کرم ہوا طالع" کے تذکرے کے ساتھ یہ تحریر اضافہ کردی کہ "ایک مرثیہ اور ہے" ع: مداح ہو دلا اسد کردگار کا"

نوٹ: (یہاں مرزا اوج مرحوم کو غلط فہمی ہوئی۔ یہ مرثیہ قاری یعقوب علی نصرت مدد کا ہے)

علماے ادب جنھوں نے اس مرثیے کو نواب محمد تقی اختر کی تصنیف قرار دیا۔

۱۔ ثابت لکھنوی مولف "حیات دبیر" اس مرثیے کو دبیر کے شاگرد نواب محمد تقی کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔

۲۔ ۱۸۹۱ء میں یہ مرثیہ اختر کے نام سے مطبع شوکت جعفری، گولا گنج لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۳۔ "سبع مثانی" کے مولف خبیر لکھنوی صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں: "اگر کبھی کسی شاگرد نے

شاگردی سے انکار کیا تو سکوت اختیار کرتے تھے، چنانچہ نواب مرزا محمد تقی صاحب اختؔر مرثیہ گو نے، جن کا بے نقطہ مرثیہ ہے (ہم طالع ہما مراوہم رسا ہوا) ایک بھری ہوئی مجلس میں بر سر منبر کہا کہ بہت لوگ حقیر کو مرزا دبیؔر کا شاگرد کہتے ہیں، میں ان کا شاگرد نہیں ہوں اور اگر وہ خود بھی ایسا دعویٰ کریں تو اُن سے کہہ دیجیے گا کہ وہی میرے شاگرد ہیں۔ رات میں جب بہت سے احباب اور شاگردوں نے بالاتفاق دبیؔر سے یہ ذکر کیا تو سب کی سن کر یہ مصرع کہہ دیا۔

ع: ''شاگرد ہوں سبھوں کا سب استاد ہیں مرے''

۴۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ثابتؔ لکھنوی کی ''حیات دبیؔر'' سے بیسوی صدی اور موجودہ دور کے رثائی ادب کے علما نے استفادہ کیا۔ شاید ہی کوئی کتاب دبیؔر پر ایسی ہو جس میں ''حیات دبیؔر'' کا تذکرہ نہ ہو، چنانچہ اغلب کتابوں، مقالوں، رسالوں، تحریروں اور مضمونوں میں ثابتؔ لکھنوی کی آواز کی گونج صاف سنائی دے رہی ہے کہ یہ مرثیہ اختؔر کا ہے اگرچہ اس کے ثبوت میں کچھ دلائل اور وقائع پیش نہیں کیے گئے۔

مثال کے طور پر ۱۹۷۵ء میں شائع ہونے والے دبیؔر نمبر ''پیام عمل'' لاہور کے مدیر لکھتے ہیں: ''البتہ ایک غیر منقوطہ مرثیہ (ہم طالع ہما مراوہم رسا ہوا) ان کی تصنیف نہیں۔ نہ معلوم کیوں اُن سے منسوب ہوگیا ہے۔ وہ دراصل آغا تقی محمد اختؔر کی تصنیف ہے۔

تحقیق اور تبصرہ: نواب مرزا آغا محمد تقی خان اختؔر، لکھنؤ کے نواب زادے تھے۔ ان کے حالات زندگی اور ادبی کارناموں کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ راقم کے کتاب خانہ ذاتی میں صرف ایک قلمی نسخہ موصوف سے منسوب ہے، جس کا مطلع ہے: ع:

باغِ محمدی میں ہے آمد بہار کی

''ہم طالع ہما مراوہم رسا ہوا'' ۱۸۹۱ء میں مطبع شوکتِ جعفری، لکھنؤ سے شائع ہوا جس کو مرثیۂ اختؔر کہا گیا، چنانچہ محمد تقی کا نام ادبی اور رثائی دنیا میں اس مرثیے کے انتساب سے باقی ہے۔ ''حیاتِ دبیؔر'' کے مولف ثابتؔ لکھنوی کی حکایت نے اس مسئلے کو اور

محکم کر دیا۔ حیات دبیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ اختر نے یہ مرثیہ پڑھا، لوگوں کو یقین نہ آیا، چنانچہ اختر نے دبیر کی شاگردی سے انکار کیا اور گستاخی کی جس کا ہم ذکر اوپر کر چکے ہیں۔ اس حکایت کو چمکانے کے لیے خبیر لکھنوی نے اپنے قلم سے ان الفاظ پر سونے کا پانی چڑھایا جس کا نتیجہ کچھ ایسا ہوا کہ لوگ اس مرثیے کو اختر سے منسوب کرنے لگے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ''حیاتِ دبیر'' میں بعض روایات، حکایات، واقعات مجہول معلوم ہوتے ہیں، بعض واقعات میں ضد و نقیض مسائل یک جا ہیں، بعض واقعات میں مرحوم ثابت لکھنوی نے اپنے نانا ظہیر لکھنوی کی دبیر سے قربت اور ان کی فنی عظمت ثابت کرنے کے لیے واقعات کی بے نمک غذا پر مرچ اور نمک ہی نہیں چھڑکا بلکہ خیالی پلاؤ بھی پکا کر دسترخواں پر رکھا۔ ہمیں اولاً اس گستاخانہ داستان کی کوئی اور اطلاع نہیں ملتی۔ کئی محققین نے اس داستان کو، جس کے داستان ہونے میں ہم کو شک ہے، من و عن نقل کیا ہے۔ میر ضمیر کے شاگردوں میں محمد علی شہرت اور عابد علی بشیر، دبیر سے حسد کرتے تھے اور ان کے مخالف تھے۔ معروف مرثیہ ع: ''ذرہ ہے آفتاب، درِ بوتراب کا'' کی داستان جو میر ضمیر اور مرزا دبیر میں اختلاف کا سامان بنی، ہمارے اس دعوے کی محکم دلیل ہے۔ مرزا دبیر کے شاگردوں میں مشیر لکھنوی تیز اور اختر مرموز تھے چنانچہ اختر نے دبیر کے انتقال کے سولہ سال بعد اس مرثیے کو اپنے نام سے مطبع شوکت جعفری کولاگنج سے شائع کروایا جو اس وقت نول کشور کی دونوں جلدوں میں ۱۸۷۵ء اور ۱۸۷۶ء میں شائع نہ ہوا تھا۔

''دفترِ ماتم'' کی بیس (۲۰) جلدیں، جو ۱۸۹۵ء اور ۱۸۹۷ء کے درمیان لکھنؤ سے اوج لکھنوی کی زیر نگرانی شائع کی گئیں، اس میں سوائے دس غیر منقوط رباعیات، ایک قطعۂ منقبت اور ایک سلام غیر منقوط کے علاوہ کوئی غیر منقوط مرثیہ شامل نہیں۔ شاید اوج مرحوم اس متنازع مسئلہ کو چھیڑنا نہیں چاہتے تھے، البتہ اوج مرحوم نے سلام کی سولھویں سترھویں اور اٹھارویں جلدوں میں دبیر کے اڑتالیس (۴۸) شاگردوں کے

سلام شامل کیے لیکن اختر کا کوئی سلام اس میں نظر نہیں آتا۔ حق تو یہ تھا کہ مرزا اوج اپنے قلم سے اس مسئلے کو حل کر دیتے اور ان مرثیوں کے مخطوطات کو عوام نہیں بلکہ خواص، جو دبیر کی عظمت کو ثابت کر رہے تھے، اور حیات بخش رہے تھے اُن تک ضرور فراہم کرتے۔ ''حیات دبیر'' کے صفحہ (۱۹۸) پر ثابت لکھنوی کا جملہ سلگتا ہوا احتجاج ہے ''نہ وہ مرثیہ میرے پاس ہے، اور نہ کسی اور کے پاس بجز اوج مدظلہ کے''۔ ''المیزان'' کے مولف چودھری سیدنظیر الحسن نے خبیر لکھنوی کی مرتبہ ''سبع مثانی'' کے مقدمہ میں بہت سچ کہا کہ ''مرزا صاحب کے کلام سے روز بہ روز کم توجہی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تمام مرثیہ گویوں سے زیادہ اُن کا کلام نہایت غلط چھپا ہے۔ اُن کے اہل خاندان کا یہ فرض تھا کہ وہ اس خرابی کو رفع کرتے اور مرثیوں کو اصل سے مقابلہ کر کے صحت و تصحیح کے ساتھ طبع کراتے اور یہ بات اُن کے واسطے کچھ دشوار نہ تھی کیوں کہ اصل مرثیے ان کے قابو میں تھے اور وہ خود یا اُن کے معتقدوں اور شاگردوں کا گروہ کثیر اُس کلام کو نہایت صحت اور آب وتاب کے ساتھ طبع کرا دینے کی استطاعت رکھتا تھا، لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے کبھی اپنے فرض کو محسوس نہیں کیا اور تمام توجہ اپنی تصانیف، اپنی ترقی وشہرت اور اپنے لیے داد تحسین حاصل کرنے تک محدود رکھی اور اپنے بزرگ خاندان کو، جس کی مبارک ذات نے خاندانی وقعت کی بنیاد ڈالی، بالکل فراموش کر گئے۔''

ہم اس تحریر میں اُن عظیم علماے ادب کے نام اور بیانات دے چکے ہیں جنھوں نے اس مرثیے کو دبیر کی تصنیف قرار دیا ہے جن میں محمد حسین آزاد (آب حیات) شبلی نعمانی (موازنہ انیس ودبیر) نواب دولھا صاحب (مرغوب دل) شاد عظیم آبادی (پیمبر انِ سخن) لالہ سری رام (خم خانہ جاوید) اور سیدصغیر حسن شمسی (مطلع یوسفی) خاص اہمیت کے اس لیے حامل ہیں کہ ان بزرگوں نے دبیر کو دیکھا اور سنا بھی ہے اور بعضوں نے دبیر سے شخصی ملاقاتیں بھی کیں ہیں۔ ان علما نے اس مرثیہ کے بیان کو کسی حوالے سے نہیں بلکہ اپنی نجی تحقیق اور تشخیص سے ہم تک پہنچایا ہے۔ اس کے برخلاف

ہمیں جو دو تحریریں، یعنی ۱۸۹۱ء کا مطبوعہ ''مرثیۂ اختر'' اور ''حیاتِ دبیر'' کا اقتباس کچھ وزن رکھتی ہیں لیکن ان کے بعد کا سپاہیٔ لشکر، جس نے اس مرثیے کو اختر سے منسوب کیا ہے، صرف انھی دو پاؤں پر کھڑا نظر آتا ہے۔

''دبیر اور شمس آباد'' کے مصنف کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ مرزا دبیر کا ایک اور مرثیہ غیر منقوط ضرور تھا یا اور بات ہے کہ مرزا اوج نے جس مرثیے کا مطلع حاشیے پر لکھا، وہ یعقوب علی خاں نصرت مدد کا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ مسائل اوج کی زندگی کے آخری چند سالوں سے ربط رکھتے ہیں جہاں انسان کا اپنا آپ حواس نہیں رہتا چہ جائے کہ قادر الکلام باپ کے صدہا مرثیوں کا پتا اور مطالع یاد ہوں لیکن اتنا تو ثابت ضرور ہوا کہ مرزا دبیر کے کم از کم دو غیر منقوط مرثیے ہیں۔

راقم کی نظر میں ان تاریخی، تحریری، تنقیدی، تائیدی اور تحریکی بیانات سے اہم وہ نکات ہیں جو خود اس مرثیے میں موجود ہیں اور ہمیں اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ یہ مرثیہ دبیر کا ہے، یا کسی ایسے عظیم شاعر کا جو دبیر جیسا باکمال ہو اور جس کا تخلص بھی دبیر کا ہم نام عطارد ہو۔

نکتہ نمبر ۱: مرثیے کا آخری یا مقطع کا بند اس مصرعے سے شروع ہوتا ہے۔

ہوگا عطارد اسم معرّی ہمارا عام

ہمیں اتنا معلوم ہے کہ دبیر نے اپنا ہم معنی غیر منقوط تخلص عطارد اختیار کیا تھا۔ یہ شاید دبیر نے اپنے نانا خسر انشا اللہ خان انشا کی تقلید میں کیا ہو۔ انشا اللہ خان نے اپنا غیر منقوط تخلص اپنے نام کا ترجمہ ''لوار اداللہ'' رکھا تھا، اِسی طرح یعقوب علی خان نصرت نے نصرت کا ہمنام مدد تخلص کیا۔ مرزا دبیر کے جواں سال فرزند محمد ہادی حسین، جن کا عین عالمِ شباب میں دبیر کی آنکھوں کے سامنے انتقال ہوگیا، جو مبتدی شاعر تھے، وہ عطارد تخلص کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنا ذوقِ تخلص شدید تھا کہ نواب مرزا محمد تقی

خان اختر نے بھی عطارد تخلص اختیار کیا؟ اس کا جواب تو صرف ذوق سلیم رکھنے والے افراد ہی دے سکیں گے۔

نکتہ نمبر ۲: کلام مہملہ کہنا بہت دشوار ہے۔ یہ راستہ تو سودا، میر، مصحفی، ناسخ، آتش، غالب، ذوق، امیر، داغ، اقبال، اور جوش سے طے نہ ہوسکا۔ میر انیس نے تین چار بند کہہ کر مضمون مہمل بند کردیا۔ اس میدان کے شہسوار تو یا فارسی میں فیضی یا اُردو میں انشا، دبیر اور یعقوب علی نصرت ہیں۔ سوال یہ ہے کہ نواب مرزا محمد تقی خان اختر، جن کے نام، کلام اور پیام سے عوام تو ایک طرف خواص بھی واقف نہیں، جن کا لے دے کر ایک آدھ کمزور سست مرثیہ ہے، کس طرح (۱۰۱) بند کا معرکہ آرا مہملہ مرثیہ، جو صنعتوں سے بھرا ہوا ہو قلم بند کرسکیں۔ کیا اِسے عقل اور منطق قبول کرسکتی ہے؟ کہ بچہ پیدا ہوتے ہی دوڑنے لگے؟ ہم نے مرغی کے بچے کو تو ایسا دیکھا ہے لیکن انسان کے بچے کو ایک ڈیڑھ سال کی مشق ضرور درکار ہوتی ہے۔

نکتہ نمبر ۳: مرزا دبیر کے مرثیوں میں عمدہ اور پُر شکوہ مراثی امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے حال کے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہو کہ دبیر نے ایک مرثیہ حضرت عباسؑ کے حال کا لکھا: ع: ''مہر علم سرور اکرم ہوا طالع'' جو ۹۶ بند کا ہے اور متنازع مرثیہ حضرت امام حسینؑ کے حال کا ہے، جس میں ۱۰۱ بند ہیں۔

نکتہ نمبر ۴: سب سے اہم نکتہ ان دونوں مرثیوں کی ہم آہنگی ہے۔ اس صنعتِ معطلہ میں دونوں مرثیوں میں چہرہ، رخصت، آمد، سراپا، رجز، رزم، اور شہادت وغیرہ کا نظام ایک ہی ذہن کی تخلیق معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں مرثیوں میں الفاظ کی ترکیب، ''لفظوں کی بندش'' القاب کی تزئین، استعارتی نظام کا تسلسل، نادر الکلامی، معنی آفرینی، مطالب کی فراوانی اتنی مشابہ اور ہم رنگ ہے کہ یہ دونوں مرثیے ایک ہی ذہن کی پیداوار ہو سکتے ہیں، چنانچہ یہ دونوں مرثیے ایک ہی شخص کے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہے کہ ایک مرثیہ صد در صد دبیر کا ہے تو دوسرے کو بھی دبیر ہی کا مرثیہ کہنا درست ہوگا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ شاگرد دبیر، اختر کے مرثیے پر دبیر کی اصلاح اتنی گہرے رنگ کی ہے

کہ اس دبیرؔ فلک کی روشنی میں معمولی سے اخترؔ کی روشنی نظر نہیں آتی؟ اللہ ھوالعالم۔
یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہیں کہ ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی نے ''دبستان دبیرؔ'' میں اس مرثیے کو محمد تقی اخترؔ کا مرثیہ قرار دے کر اس کا مرزا دبیرؔ کے مرثیے ع: مہر علم سرورِ اکرم ہوا طالع'' سے مقائسہ کیا ہے۔ موصوف نے وہی موازنہ کے شبلی والی چال چلی یعنی معروف مرثیے کے عمدہ بند اور متنازع مرثیے کے ضعیف بندوں سے مقائسہ کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ایک استاد اور دوسرا شاگرد کا مرثیہ ہے۔
ہمیں یہاں حافظؔ کا مصرع یاد آ رہا ہے:

''چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند''

بات یہ ہے کہ ہر شاعر کا ہر شعر چست یا سست نہیں ہوتا۔ بعض اشعار عالی اور بعض معمولی ہوتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان اشعار میں رنگ کیا ہے، زبان برتنے کا ڈھنگ کیا ہے، زبان کیا ہے، استعاراتی نظام اور الفاظ کی بندش کس طرح کی گئی ہے۔ سرسری دو چار بند پڑھ کر تصفیہ کرنا اچھی تنقید کاری نہیں بلکہ بقول جوشؔ:

لیلائے سخن کو آنکھ بھر کر دیکھو
قاموس و لغات سے گزر کر دیکھو
الفاظ کے سر پر نہیں اڑتے معنی
الفاظ کے سینے میں اتر کر دیکھو

اگر فاروقی صاحب اس بحر بیکراں کی غواصی کرتے تو معلوم ہوتا کہ یہ لولو و مرجان ایک ہی بحر عدن سے متعلق ہیں۔

محاسن، صنائع اور بدائع

صنعتِ مہملہ خود ایک مشکل صنعت ہے اور اس صفت میں دوسری صنعتوں کا پیدا کرنا شاہ کارانہ ہنر سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس تحریر میں صرف مرزا دبیرؔ کے ایک معروف غیر منقوطہ مرثیے:

''مہرِ علم سرورِ اکرم ہوا طالع'' کے بعض اشعار میں محاسن، صنائع اور بدائع کو پیش کریں گے۔

ف۱: روزمرّہ = ع: اللہ مدد کر اسدؒ اللہ مدد کر

ع: عمّو اِدھر آؤ اِدھر آؤ اِدھر آؤ

عادل کا ہوا دور ڈرو دور ہو سرکو

سر دُو دمِ صمصام کو اور اسلحہ دھر دو

ف۲: محاورے : سر دینا، دھر دینا۔

ف۳: مراعات النظیر : صمصام، اسلحہ۔

ف۴: صنعتِ تضمین المزدوج: سر، دھر۔

ف۵: صنعتِ شبہ اشتقاق: دور، دور۔

ف۶: ع: دل گردہ وہ کس کا کہ ہو اس صدمے کا حامل

محاورہ: دل گردہ کا ہونا

محکوم وہ اللہ کا حاکم وہ اِرم کا

حامل وہ علم کا وہ مددگار حرم کا

ف۷: صنعتِ تضاد: محکوم، حاکم۔

ف۸: صنعتِ تضریع: محکوم، حرم۔

ف۹: صنعتِ جمع: محکوم، حاکم، حامل، مددگار۔

سلکِ گہر و لعلِ علم دارِ مکرّم لمعہ دہ الماس و دُرّ لعلِ دو عالم

پورا شعر صنعت جمع میں ہے۔

ف۱۰: صنعتِ ایہام: ہر سور گرا اور کہا مرگ ہو حاصل

سور سے مراد بہادر اور خنزیر بھی ہے۔

ف۱۱: صنعتِ ذوالِلسانین: ہر گام دعا کو ملک و حور سرِ راہ

اللہ معک صلّی علاہ منّک اللہ

پہلا مصرع اُردو اور آخری مصرع عربی میں ہے۔

ف۱۲: صنعتِ شبہ اشتقاق ع: رہوار کو ہر لطمہ ہوا کا ہُوا کوڑا
(ہَوا اور ہُوا)

ف۱۳: صنعتِ مبالغہ غلو: اُڑ کر ہُوا طاؤس علمدارؑ کا گھوڑا

ف۱۴: صنعتِ مذہب کلامی: گر حکم علمدارؑ و امامؑ دوسرا ہو
وہ مار ہو طاؤس ہو موسیٰؑ کا عصا ہو

ف۱۵: صنعتِ ذوالقافیتین: اک **ولولہ** ایک حوصلہ دو ہمدم **مولا**
رہوار ہما وار سوے طارم اعلا

ف۱۶: صنعتِ حسن تخلّص: اُو کلکِ عطارد سُوءِ **مولاؑ** ہو کمک کر
ہر اسم گروہِ عمرِ سعد کا حک کر

ف۱۷: صنعتِ تجنیسِ تام: عکسِ علم و عالم معمور کا عالم
عالم (دنیا) عالم (حال)

ف۱۸: تکرار بالواسطہ: ع: گہ ماہ کا گہ مہر کا گہ طور کا عالم

ف۱۹: جدید بندش: مہرِ علم ماہِ مراد حاسدِ کم حوصلہ

وہ اصلِ طلسمِ حکما سحرِ ارسطو ذُلذُلِ **عمل** و حورِ **کمال** اور ملک رو
سرِ کوہ و کمرِ **لالہ** و دُمِ سرو وسُم آہو اور دامِ ہما طرّۂ رہوار کا ہرمو

محکوم وہ اسوار کا حاکم وہ ہُما کا
رہوار علمدارؑ کا اسوار ہوا کا

اس بند میں گھوڑے کے صفات، تشبیہات، استعارات، اور صنعتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

ف۲۰:   تلمیحات: طلسمِ حکما، سحر ارسطو، دُلدل، حور، ملک، ہُما، علمدار۔

ف۲۱:   صنعتِ تنسیق الصفات + صنعتِ جمع: سر، کمر، دُم، سُم، مو۔

ف۲۲:   صنعتِ مراعات النظیر: طلسم، حکما، سحر، ارسطو۔

ف۲۳: صنعتِ طباق: راہوار = اسوار

سر = دُم

کوہ = کمر

محکوم = حاکم

ف۲۴:   صنعتِ تضمین المزدوج: رہوار، اسوار

ف۲۵:   استعارات: سحر، دُلدل، حور، کوہ، لالہ، سرو، آہو۔

ف۲۶:   جدید ترکیبات: اصلِ طلسم حکما، دامِ ہما، طرۂ راہوار۔

ف۲۷:   صنعتِ سوالیہ: ع: سر وڑ کہو آرام ہوا دردِ کمر کو؟

ف۲۸:   صنعتِ سیاق الاعداد: ع: وہ دوسرا احمدؐ کا اور اوّل دہ و دو کا

ع: اک وار لگا اور الگ سر ہوا سُو کا

اس بند میں صنعتِ تقابل، صنعتِ تضاد، صنعتِ تکرار اور صنعتِ جمع تقابل ذکر ہیں:

وہ کور وہ آگاہ وہ وسواس وہ الہام   وہ گرد وہ سُرمہ وہ ملال اور وہ آرام

وہ وعدہ وہ حاصل وہ سول اور وہ اکرام   وہ ذیر و ملکہ وہ حرام اور وہ احرام

وہ سہو وہ ادراک وہ مملوک وہ مالک

وہ وہم وہ علم اور وہ گمراہ وہ سالک

ف۲۹:   صنعتِ تضاد: ملال = آرام

گمراہ = سالک

وہم = علم

ف۳۰:   صنعتِ تقابل: گرد = سرمہ

ذیر = ملکہ

کور = آگاہ

مملوک = مالک

وہم = علم

ف۳۱: صنعتِ جمع: گرد، سرمہ، ملال، آرام، دیر، ملّہ، مملوک، مالک وغیرہ

دلدار علمدارؑ کا ہو وصل دُعا دو   دلدار سوا درد ہوا دل کو دوا دو

دلدار علمدارؑ دلاور کو صدا دو   دلدار علمدارؑ کا رُو ہم کو کھا دو

عموؔ اِدھر آوٗ اِدھر آوٗ اِدھر آوٗ

مردہ ہوا سردارؑ علمدارؑ گھر آوٗ

ف۳۲: اس بند کے پہلے چار مصرعوں کو کسی بھی ترتیب سے پڑھنے سے معنی میں فرق نہیں ہوتا۔

ف۳۳: صنعت تضاد: درد = دوا

ف۳۴: صنعت تکرار: اِدھر اور آوٗ کی تکرار ہے

ف۳۵: صنعت تضریع: عموؔ ۔ آوٗ

ف۳۶: تلمیحات: علمدار، سردارؑ سے مراد حضرت عباسؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

رباعیات

(II)

نعتیہ رباعی — حضرت ختمی مرتبتؐ

(۱)

مدّاح ہوا موردِ امدادِ رسولؐ
کھولا وہ درِ مدح کرو داد رسولؐ
حلّال مہم سرورِ کُل مالکِ مُلک
واللہ رسولؐ اور اولادِ رسولؐ

مدّاح: تعریف کرنے والا/ مورد: باعث/داد: انصاف/حلّال مہم: لڑائی جیتنے والا

منقبتی رباعی — حضرت امام حسینؑ

(۲)

گو مہرِ امامِ دوسراؑ حاصل ہو
گر درد ہو لا دوا دوا حاصل ہو
اس دم ہو مددگار گر احمدؐ کا لال
واللہ کہ دُرِّ مدعا حاصل ہو

مہر: محبت / امام دوسراؑ سے مراد امام حسینؑ ہیں/ دُرِّ مدعا: مدعا کا موتی

رثائی رباعی | حضرت امام حسینؑ

(۳)

ہو درد و الم مدام دردا دردا
ہمدم ہو دمِ حسام دردا دردا
آوارۂ ملک مالکِ ہر دوسرا
محرومِ لحد امامؑ دردا دردا

الم: رنج / مدام: ہمیشہ / دردا: افسوس / ہم دم: ساتھی / لحد: قبر / محروم: بغیر

رثائی رباعی | حضرت امام حسینؑ

(۴)

دردا کہ ملول امامِ معصومؑ رہا
ہر اہلِ طمع عمر کا محکوم رہا
مالک ہوا ساحل کا گروہِ گمراہ
اور ہائے امامِ عصر محروم رہا

دردا: افسوس / ملول: رنجیدہ / طمع: لالچ / محکوم: اطاعت گزار / امامِ عصر: امامِ زماں

رثائی رباعی	حضرت علی اصغرؑ

(۵)

آرام دلِ حرم کا معدوم ہوا
کم عصر کا حالِ مرگ معلوم ہوا
دودھ اُگلا لہو ڈالا ذرا کھا کر سہم
اور سرد وہ معصومؑ کا معصومؑ ہوا

معدوم: فنا / سہم: تیر / معصومؑ سے مراد امام حسینؑ ہیں / معصومؑ سے مراد اصغرؑ معصوم ہیں / سرد ہونا: مرجانا

رثائی رباعی	شہدائے کربلا

(۶)

کام و گلوے آلِ محمدؐ سوکھا
ہر لحظہ لہو حرم کا لاحد سوکھا
وہ موسمِ گرما و سمومِ صحرا
ہر سرو گل و لالۂ احمدؐ سوکھا

کام: تالو / لاحد: بے حد / سموم: زہریلی ہوا (گرم لو) / سرو: مخروطی درخت جس سے قد کو تشبیہ دی جاتی ہے / گل: گلاب کا پھول / لالہ: سرخ پھول

مدحیہ رباعی	حُر ابن ریاحی

(۷)

حُر کو مددِ مُحرم کا الہام ہوا
ہر درد و الم سُرور و آرام ہوا
مسلم ہوا سرورؑ کا ہراول ہو کر
حاصل حُر کو کمالِ اسلام ہوا

الہام: وہ بات جو خدا کی طرف سے دل میں اترتی ہے / الم: رنج / سُرور: خوشی / ہراول: وہ سپاہی جو لشکر کے آگے آگے ہوتا ہے / کمالِ اسلام: اسلام کی معراج

رثائی رباعی	حُر ابن ریاحی

(۸)

واللہ کہ طالع رَسا حُر کو ملا
سردارؑ امامؑ دوسرا حُر کو ملا
گھر حُر کا ہوا احمدؐ مرسل کا دل
حُور و اِرم و حُلّہ صِلا حُر کو ملا

واللہ: اللہ کی قسم / طالع رَسا: خوش نصیبی / امامؑ دوسرا سے مراد امام حسینؑ ہیں / اِرم: جنت / حُلّہ: لباسِ جنت / صلا: انعام

(۹)

اعدا کو اُدھر حرام کا مال ملا
حُر کو اسدؑاللہ کا اِدھر لال ملا
واللہ کُلاہِ سرِ عالم ہوا حُر
حُلّہ ملا معصومہؑ کا رومال ملا

اعدا: دشمن / اسدؑاللہ: حضرت علیؑ کا لقب (اللہ کا شیر) / واللہ: اللہ کی قسم / کلاہ: ٹوپی / حلّہ: جنتی لباس معصومہؑ سے مراد حضرت فاطمہؑ ہیں

رثائی رباعی حُر ابن ریاحی

(۱۰)

سرگرمِ ولا دل رہا حُر سرد ہوا
معصومؑ کا وہ ہمدم و ہمدرد ہوا
درد و الم امامِ طالع کو ملا
سُو حُر کا علم ہم عددِ درد ہوا
۲۰۸ ۲۰۸

سرگرم رہنا: مشغول رہنا / ولا: محبت / الم: رنج / امامِ طالع: امامِ خوش نصیب

حر: ح+ر: ۸+۲۰۰=(۲۰۸) درد: ۴+۲۰۰+۴=(۲۰۸)

(۱۱)

واللہ کہ حُر کو دلِ آگاہ ملا
ہمدم ملکِ سدرہ سرِ راہ ملا
کامل ہوا اسلام دم وصلِ امامؑ
اللہ ملا اور اسدؒاللہ ملا

واللہ: اللہ کی قسم / دل آگاہ: خبردار دل / ہمدم: ساتھی / سدرہ: عرش / سرِ راہ: راستے میں / وصل امامؑ: امامؑ سے ملاقات

قطعہ منقبتی (بند مسدّس)

مولف ''المیزان'' چودھری سید نظیر الحسن رضوی فوق نے دبیرؔ کا یہ بند مدحِ امام حسینؑ میں بطور مثال پیش کیا۔

علّام ہر اک علم کا اور موردِ الہام
وہ اس کا ہوا محکم کہ اِسلام ہوا عام
روحِ اسدؒاللہ محمدؐ کا دلِ آرام
صدرِ دوسرا علم کا گھر مصدرِ اکرام
محکومِ احد حاکمِ سرکارِ محمدؐ
مدّاح رُسل محرمِ اسرارِ محمدؐ

علّام: عالم جاننے والا / مورد: باعث فیض یافتہ / الہام: وہ بات جو خدا کی طرف سے دل میں اترتی ہے / اسد اللہ: لقب حضرت علیؑ کا ہے / مصدر اکرام: بخشش کا منبع / محکوم احد: خدا کا اطاعت گزار / سرکار: حکومت / مدّاح: تعریف کرنے والا / محرم اسرار: راز جاننے والا

سلام

مسطور اگر کمال ہو سروِ امامؑ کا
مصرع ہمارا سُرو ہو دارالسّلام کا

حاصل سرِ عمر کو مرصّع کُلاہ واہ
دروا سرِ علم سرِ اطہرؑ امامؑ کا

اَسرارِ طالعِ عمر و حُر کا وا ہوا
داور کا وہ عُدو و ہراول امامؑ کا

وہ محرمِ حرم کہ ہو آرامِ دردِ کل
درد و علم ہو اُس کو دوا و طعام کا

مسطور حالِ موسمِ سرما ہو کس طرح
سرگرمِ آہ سرد رہا دل امامؑ کا

صلح و ورع عطا و کرم حلم و داد و عدل
واللہ ہر عمل ہوا اطہر امامؑ کا

سلام
مسطور اگر کمال ہو سروِ امامؑ کا

اس طرح محوِ حمد رہا سرورِ اُمم
اعدا کو حوصلہ ہوا مدحِ امامؑ کا

وردا لہو امامؑ اُمم کا حلال ہو
سہل اس طرح ہو مسئلہ ہر حرام کا

ہر سو وہ آمد آمدِ سردائی دوسرا
اور ہمہمہ وہ اَدیم صَرصَر لگام کا

کہرام مُلک مُلک ہوا دھوم کوہ کوہ
سوکھا لہو دلِ اسد و گرگ و دام کا

ڈر کر اُدھر کو گم ہوا عُمرِ عدو کا ماہ
طالع ہوا ہلال اِدھر کو حسام کا

محرومِ گور احمدِ مرسل کا لاڈلا
سردارِ دہر آہ ولد ہو حرام کا

آرامِ گور کا ہو اگر دل کو مدّعا
ہر سال و ماہ سوگ رکھا کر امامؑ کا

دردا دلِ عمر کو ہو آرام اور سُرود
روحِ حرم کو درد ہو مرگِ امامؑ کا

ہر دم ملا حرم کو وہ درد و الم کہ آہ
روحِ رسولؐ کو ہوا صدمہ مدام کا

سروؔر کا مدح کو ہوا ہر مصرعہ رسا
”سحرِ حلال“ اسم رکھا اس کلام کا

لامع ہو گر کمال عطاؔرد سرِ سما
مدّاح ہو گا کلکِ عطاؔرد کلام کا

لغات:

مسطور(ع) لکھا جائے سرو:(ف) خوبصورت مخروطی درخت جس کو قد سے تشبیہہ دیتے ہیں۔

دارالسلام:(ع) بہشت	مرصع:(ع) موتی جواہر جڑا ہوا	کلاہ:(ف) ٹوپی
دردا:(ف) افسوس	اطہر:(ع) بہت پاک	طالع:(ع) قسمت
وا:(ف) کھلنا	داور:(ف) خدا	ہراول:(ت) آگے کی فوج کا سردار
محرمِ حرم:(ع) حرم کا رازدار	الم:(ع) غم	طعام:(ع) غذا
آہِ سرد: ٹھنڈی ہوا کے ساتھ افسوس کرنا	ورع:(ع) پرہیزگاری	حلم:(ع) نرم دلی
داد:(ف) انصاف	سرورِ امم:(ع) امت کا سردار	اہرِ حرام:(ع) حرام کا کام
دوسرا:(ف) دونوں عالم	ہمہمہ:(ع) گھوڑے کی آواز	ادہم:(ع) کالا گھوڑا

صرصر: (ع) آندھی	اسد: (ع) شیر	گرگ: (ف) بھیڑیا
دام: (ف) پھندے	ماہ: (ف) مہینا	طالع: (ع) طلوع ہوا
حسام: (ع) تلوار	گور: (ف) قبر	دہر: (ف) دنیا
حرامکا: حرام زادہ	سوگ: (ف) ماتم۔غم	روحِ حرم: (ع) اہلبیت
مدام: (ع) ہمیشہ	مصرعِ رسا: (ف) بلند مصرعہ	سحرِ حلال: (ع۔ف) فصیح اشعار، دبیر کے جدِ اعلیٰ شیرازی کی مشہور مثنوی کا نام
لامع: (ع) چمکنے والا۔درخشاں	عطارد: دبیرِ فلک۔ستارہ	سرِ سما: (ف۔ع) آسمان پر
کلک: (ف) قلم		

قطعۂ تاریخ

مرثیہ: مہرِ علم سروڑا کرم ہوا طالع

علمِ کامل محرمِ اسرار کا لامع ہوا
ہم کو وہ مرہم ہر اعداءِ حاسد کو حسام

کردگار اس کا ممد مولا اسد اللہ کا
اس کا دل آرا سلامِ مالکِ دارالسلام

وِرد آلِ احمدؐ مرسل کو لکھا عطل کر
ہر ملک کا ورد وہ ہو گا ہوا سرورِ امامؑ

مہر و اکرامِ رسولؐ اس سلکِ گوہر کا صلہ
ہو عطا اس کو سرورِ دل کہ حاصل ہو مرام

سال کا ادراک اس دل کو ہوا مصرع کہا
مدحِ روحِ سالم سرور عطاؔرد کا کلام

(متبادل مصرع) در مدحِ سرورِ عالم عطاؔرد کا کلام (۱۲۵۹ ہجری)

محرم: رازدان اسرار/ راز/ لامع: درخشاں/ حسام: تلوار/ ممد: مددگار/ اسد اللہ سے مراد لقب حضرت علیؑ ہے/ آرا: سجانے والا/ دارالسلام: بہشت/ ورد: بار بار دہرانا/ عطل: بے نقطہ حرف/ مہر: محبت/ اکرام: عطا/ سلک گوہر: موتی کی لڑی/ سرور: خوشی/ مرام: مطلب/ ادراک: ہوش/ روحِ سالم: مطمئن روح/ عطاؔرد: دبیر کا تخلص

معروف مرثیہ

مہرِ علمِ سرورِؒ اکرم ہوا طالع

۶۷ بند

درحالِ حضرت عباسؑ

(۱)

مہرِ علم سرورِ اکرم ہوا طالع
ہر ماہِ مُرادِ دلِ عالم ہوا طالع
ہر گام علمدار کا ہمدم ہوا طالع
اور حاسدِ کم حوصلہ کا کم ہوا طالع

عکسِ علم و عالمِ معمور کا عالم
گہ ماہ کا گہ مہر کا گہ طور کا عالم

بعض نسخے میں مصرعِ دوم اس طرح ہے۔ ''وہ مہر سو اہر سحر کم ہوا طالع'' /مہر: سورج/سرورِ عالم: بخشنے والا سردار سے مراد امام حسینؑ ہیں/طالع: (ع) طلوع ہوا/سوا: (ع) علاوہ ماہ مراد: (ف) مراد کا چاند/گام: (ف) قدم/عکس: (ع) تصویر/عالمِ معمور: (ع) آباد جہان/گہ: کبھی

(۲)

عالم ہوا مدّاحِ علمدار و علم کا
وہ گل اسداللہ کا وہ سَرو ارم کا
محرم وہ حرم کا وہ گواہ اہلِ حرم کا
رہرو وہ عدم کا وہ عصا راہِ عدم کا

مصدر وہ علمدار کرم اور عطا کا
مطلع وہ علم طالعِ مسعود ہما کا

سرو ارم: بہشت کا مخروطی درخت جس کو قد سے تشبیہ دیتے ہیں/محرم: (ع) رازدار/راہِ عدم: (ف) آخرت کا راستہ مصدر: (ع) بنیاد/مطلع: (ع) افق/طالع: (ع) قسمت والا/مسعود: (ع) خوش نصیب/ہما: خیالی پرندہ اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ جس کے سر پر بیٹھتا ہے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔

(۳)

مردم کو ملا سرمۂ گردِ سُمِ راہوار
رہوار ہماوار علمدار ملک وار
گُل محوِ علم اور علم محوِ علمدار
اللہ مددگار اسداللہ مددگار

دل سرد اسد کا ہوا سُم گاؤ کا سرکا
ہمدرد ہوا دردِ دلِ و روحِ عمر کا

یہ بند ''نادرات مرزا دبیر'' میں دوبار شائع ہوا۔ صرف ایک مصرع جداگانہ ہے

مردم: (ف) لوگ۔ سم: (ف) کھر / رہوار: (ف) گھوڑا / سم گاؤ: (ف) گائے کی سم (قدیم خیال کے مطابق وہ گائے جس کے ایک سینگ پر زمیں رکھی ہوئی ہے)

(۴)

ہر گام دعا کو ملک و حور سرِ راہ
اللہ معک صل علا سلمک اللہ
ہمراہ رسولؐ دوسرا اور اسداللہ
اور وردِ کہہ و مہ کا اِدھر آہ اُدھر واہ

ہر سُو ہوا کہرام کہ سرگرمِ دعا ہو
اور روحِ گروہِ عمرِ سعد ہَوا ہو

گام: قدم / اللہ معک: اللہ تیرے ساتھ ہے / صل علا: درود بھیجا / سلمک اللہ: (ع) اللہ تمھیں سلامتی دے۔ ورد: (ع) بار بار پڑھنا۔ مہ: (ف) چاند۔ سرگرم ہونا (محاورہ) مصروف ہونا / ہوا ہونا (محاورہ): بھاگنا /

(۵)

اُس دم ہوا سرگرمِ صدا طالعِ مولا
او مرگ ادھر آ عمرِ سعد کا سر لا
اور عہد علم کر علمِ سرورِ والا
اور دور گرا ہر علمِ طالعِ اعدا

او مہر دکھا کور مہِ عمرِ عمر کو
او گردِ عدم روک رہِ عمرِ عمر کو

سرگرم صدا: (ف) آواز دینا او: اے رعہد: (ع) زمانے رعلم کرنا: بلند کرنا۔طالع اعدا (ع) دشمنوں کی قسمتیں
مہ عمر: عمر کے مہینے رعدم: مرنے کے بعد جانے کی جگہ رہ عمر کو روکنا: موت آنا۔

(٦)

او مہر سوا سال و مہِ عمر حرم کر
لا مہ و سالِ عمرِ سعد کو کم کر
اور ماہِ سرِ اہلِ ولا مہر و کرم کر
اور گم سرِ ہر حاسدِ سردارِ اُمم کر

او کلکِ عطارد سوے مولا ہو کمک کر
ہر اسم گروہِ عمرِ سعد کا حک کر

مہر: (ف) سورج رسوا: (ع) سوائے رسال و مہ: (ف) سال اور مہینے رلا: (ع) لیکن رماہ: چاند رمہر و کرم: (ف) محبت
اور بخشش کلک: (ف) قلم رعطارد: دبیر تخلص۔حک: کھرچنا

(۷)

رہوار کو ہر لطمہ ہُوا کا ہُوا کوڑا
اُڑ کر ہُوا طاؤس علمدار کا گھوڑا
اور ساعدِ صَرصَر کو دم کاوہ مروڑا
اس طور مڑا گرم کہ رُو مہر کا موڑا

سو گام اُڑا ادہم صَرصَر کو گھرک کر
رہوار ہُوا گردِ ہُوا در سرک کر

رہوا: (ف) گھوڑا/ لطمہ (ع) طمانچہ/ طاؤس: (ع) مور/ ساعد: (ع) کلائی/ صَرصَر: (ع) آندھی/ دم کاوہ: گھوڑے کو اس طرح چکر دینا کہ اس کے قدموں کے نشان سے زمین پر ایک دائرہ بن جائے/ مروڑا: پیچ و تاب/ ادہم: (ع) کالا گھوڑا/ گھرک: ڈانٹنا

---

(۸)

عکسِ دمِ رہوار سرِ راہ ہوا دام
ہر دام و دد وگرگ و اسد اُس کا ہوا رام
لا دلِ اعدا کو ملا درد ہر اک گام
رم کردۂ صحرا ہوا ہر آہوے آرام

ہر سُور گرا اور کیا مرگ ہو حاصل
دِل گردہ وہ کس کا کہ ہو اس صدمہ کا حامل

دام: (ف) فریب دھوکا/ ہر دام و دد: دوں: (ف) چرند و درند/ گرگ: (ف) بھیڑیا/ اسد: (ع) شیر/ لا: (ع) لیکن/ رم کردہ: (ف) وحشت زدہ/ آہو: (ف) ہرن/ ہر سو: (ف) چار طرف/ دل گردہ ہونا (محاورہ): ہمت ہونا

---

(۹)

لو سامعو الحال سلام اور دعا ہو
دل محوِ علمدارِ رسولؐ دوسرا ہو
اور صلِّ علا صلِّ علا صلِّ علا ہو
مدّاحِ علمدار کا ادراک سوا ہو

واللہ اگر مدحِ علمدار ادا ہو
مدّاح کا حور و ارم وحُلّہ صلہ ہو

سامعو الحال: (ع) موجودہ سننے والو/محو: (ع) عاشق یا فریفتہ ہونا/ صلِّ علیٰ: درود بھیجنا/ادراک: (ع) پانا، دریافت کرنا/سطور: (ع) لکھا جائے روداد: (ف) کیفیت/ملول: (ع) اداس/حُلّہ: (ع) بہشتی لباس/صلہ: (ع) انعام

(۱۰)

وہ مطلعِ اسرارِ کمالِ اسدؒاللہ
آرام و سرورِ دلِ آلِ اسدؒاللہ
ممدوحِ مہ و مہرِ ہلالِ اسدؒاللہ
واللہ مَلال اس کا ملالِ اسدؒاللہ

محکوم وہ اللہ کا حاکم وہ ارم کا
حامل وہ علم کا وہ مددگار حرم کا

متبادل مصرع یوں ہے = ع: دل سرد مگر گرمِ وصالِ اسدؒاللہ

مطلعِ اسرار: (ع) رازوں کا چہرہ/کمالِ اسدؒ اللہ سے مراد یہاں حضرت عباسؑ ہیں/ممدوح: (ع) جس کی تعریف کی جائے/ مہ ومہر: (ف) چاند اور سورج ہلال: (ع) نیا چاند/مَلال: (ع) غم/محکوم: (ع) تابع/ وصال (ع) ملاقات

(۱۱)

رُو اصلِ گُلِ وَرد مہک عطرِ گُلِ وَرد
آرام دہِ روح و دلِ دارو ہر درد
لمعہ کا وہ عالم کہ سدا طور کا دل سرد
سو لاکھ مہ و مہر اِدھر گرد اُدھر گرد

رُو ماہِ مرادِ حرمِ سرورِ والا
اور دل اسدؒاللہ کا اس ماہ کا ہالا

رُو: (ف) چہرہ/گُل وَرد: گلاب کا پھول/عطر: خوشبو/دارو: (ف) دوا/لمعہ: (ع) روشنی/ ہالا: (ف) چاند کے اطراف جو روشنی کا حلقہ ہوتا ہے۔

---

(۱۲)

سر ہمسرِ کوہِ حرمِ داورِ علّام
دل مصدرِ الہام گلو مطلعِ اسلام
اور طرّہ کا گُل دلِ اسلام کا اک لام
وہ لام کہ حاصل ہوا اسلام کو آرام

لوسلسلہ درہم ہوا ہر درد و الم کا
کا گُل کو لکھا دامِ دلِ اہلِ حرم کا

ہمسر: (ف) برابر/داور: (ف) خدا/علّام: (ع) ہر بات جاننے والا/الہام: (ع) خدا کی طرف سے دل میں آئی ہوئی بات/طرّہ کا کُل: وہ پھول جو زلف یا گیسو میں لگائے جاتے ہیں/دام: (ف) جال/مصدر: (ع) بنیاد

(۱۳)

لو اور کھلا طرۂ کاکل کا معمّا
ہر مو ہُوا مدّاح کو اسلام کا سودا
وہ لام دو اِسم اور وہ کاکل دو مُسمّیٰ
اسرار لہُ الملک لہُ الحمد ہُوا وَا

دل کو اگر اس طرۂ سرورؐ کی ولا ہو
آسودۂ رحم و کرم و مہر و عطا ہو

طرۂ کاکل: زلفوں میں لگائے ہوئے پھول/معمّا: (ع) پہیلی/مو: (ف) بال/سودا: (ع) شغف/مسمّیٰ: (ع) کا نام رکھا گیا
لہُ الملک: (ع) اسی کا ملک/لہُ الحمد: (ع) اسی کی تعریف/وا: (ف) کھلا/آسودہ: (ف) اطمینان

(۱۴)

دعویٰ ہوا کاکل کا سرِ لوحِ مدلّل
حاصل سرِ ہر مو ہوا اسرار مطوّل
اور مسئلۂ دِرعِ علمدارؑ ہوا حل
اس کاکلِ اطہر کا گرا عکس مسلسل

اس سلسلہ کا عکس سلاسل ہوا اُس کو
ہر سلسلہ اسلام کا حاصل ہوا اُس کو

آخری دو متبادل مصرعے یوں ہیں: وہ دِرع کو کھولا گرہِ درد و الم کو: ہر سلسلہ آرام کا حاصل ہوا اہم کو

سرِ لوح: تختی کے قریب/مدلّل: (ع) دلیل سے ثابت کیا گیا/ہر مو: ہر بال/مطوّل: (ع) طویل/دِرع: زرہ جو جنگ کے وقت پہنتے ہیں/کاکل: شانوں تک کٹے بال/سلاسل: زنجیریں

(۱۵)

ہر صاد علمدارِ امامِ اطہر و اسعد
وہ صاد ہر اک صلی علیٰ آلِ محمدؐ
لو سامعو ادراک کا ادراک ہوا رد
حاصل صلۂ مداحی سرورؐ ہوا لاحد

ہر صاد لکھا اور ملا ہم کو صلۂ صاد [1]
اس دم سر ہر مصرعِ مدّاح ہوا صاد

[1] متبادل مصرع: وہ درج کہ کھولا گرہ درد والم کو : ہر سلسلۂ آرام کا حاصل ہوا ہم کو
[1] ''نادراتِ مرزا دبیرؔ'' مؤلفہ ڈاکٹر سید صفدر حسین نے اس شعر کی جگہ منقوط یہ شعر لکھا ہے:
[1] اب عجز طبیعت پہ مرے دال ہے بے نقط : یہ مرثیہ بے نقط ہے اور خال ہے بے نقط

صاد: (ع) علامتِ تصدیق/ اطہر (ع) بہت پاک/ اسعد: (ع) نہایت خوش نصیب/ صلی علیٰ: درود بھیجنا

(۱۶)

مردم کو سوادِ دلِ لالہ کرو مسطور
اور سُرمہ دہ مردمکِ ہر مَلک و حور
اس مردمِ اطہر کو ملا لمعۂ صد طور
وہ لمعۂ صد طور وہ رُو سورۂ والطور

مدحِ گہر و لعل سرِ سطر اگر ہو
گہ سطر رگِ لعل ہو گہ سلکِ گہر ہو

مردم: (ف) آدمی/ سواد: (ع) سیاہ نقطہ/ مسطور: (ع) لکھو/ سرمہ دہ: (ف) سرمہ دینے/ مردمک: (ف) آنکھ کی پتلی۔
لمعہ: چمک، روشنی صد طور: سو طور/ سورۂ والطور: والطور کا سورہ/ گہر و لعل: موتی و ہیرا/ گہ: (ف) بعض اوقات/
سطر رگِ لعل: (ف) ہیرے کی تراش

(۱۷)

سلکِ گہر و لعلِ علمدارِ مکرم
لمعہ دہِ الماس و دُرِ لعلِ دو عالم
ہر لعلِ علمدار ملا روح کا ہمدم
دَم مُردۂ صد سالہ کو حاصل ہوا ہر دَم

والہ ہوا ہر لعلِ علمدار کا لالا
گوہر کا ہر اک لو لو لالہ ہوا لالا

سلکِ گہر و لعل: موتی اور ہیروں کی لڑی/لمعہ دہ: (ع) چمک دینے والا/الماس: (ف) ہیرا/دُر: (ف) موتی/لعلِ دو عالم: دو جہاں کا ہیرا/ دم: (ف) نفس/ صد: (ف) سو/ والہ: (ع) عاشق/ لالا: غلام گہر: جوہر/لولو: موتی، مروارید/
لالہ: سرخ پھول جس میں سیاہ داغ ہوں/ لالا: روشن

(۱۸)

رَاسُ الرّؤسا راسِ علمدارِ دلاور
سردارِ مہ و مہر کلاہ سرِ اطہر
دردا کہ گرا آہ سرِ معرکہ وہ سر
حامل ہوا کس کوہِ الم کا سرِ سرور

وہ صدمہ ہوا دل کو علمدار و عَلَم کا
عمامہ گرا سرور و سردارِ اُمَم کا

راس الرؤسا: (ع) رئیسوں کا حاکم/راس: (ع) حاکم/مہ و مہر: (ف) چاند سورج/کلاہ: (ف) ٹوپی/دردا: (ف) افسوس/کوہ الم: (ف) غم کا پہاڑ/سردارِ امم: (ف) اُمت کا سردار

(۱۹)

ہر دم کلمہ حمد کا وردِ دلِ آگاہ
اور سامع مولاؑ کو گواہِ سَمِعَ اللہ
مدّاح ہُوا صدرِ علمدارؑ کا ہر ماہ
دل عالمِ ہر صدرۂ اسلام ہوا واہ

ڈورا ہو کمر کا کہ رگِ لعل و گہر کا ۱
کھولا گرہِ مُو کو لکھا حال کمر کا

۱ ''مادۂ کامل'' مولانا حضرت مہذب لکھنوی میں یہ مصرع یوں ہے: ڈورا ہوا محسوس رگِ لعل و گہر کا

وِرد: (ع) بار بار پڑھنا/ سامع: (ع) سننے والا/ سمع اللہ: (ع) اللہ سننے والا/ صدر: (ع) سینہ/ صدرۂ اسلام: اسلام کے صدر/ ڈورا: ناڑہ، ازار بند/ رگِ لعل و گہر: موتی اور ہیرے کی تراش/ گرہ مُو: بال کی گرہ

(۲۰)

صمصام وہ صمصام کہ ہر سو عمل اُس کا
گہ کاسۂ سر گہ دلِ اعدا محل اُس کا
کس طرح معمّا ہو دمِ مدح حل اُس کا
ہے راسِ درم روحِ عدو ماحصل اُس کا ۱

گر حکمِ علمدارؑ و امامؑ دوسرا ہو
وہ مار ہو طاؤس ہو موسیٰؑ کا عصا ہو

۱ ''مادۂ کامل'' مولانا مہذب لکھنوی میں یہ مصرع یوں ہے: ہر اک درمِ روحِ عدو ماحصل اس کی

صمصام: تلوار/ کاسۂ سر: کھوپڑی/ گہ: بعض اوقات/ معمّا: پہیلی/ راس: (ع) سر/ ماحصل: (ع) حاصل، ثمر/ مار: (ف) سانپ/ طاؤس: مور

(۲۱)

لو واہ کہو حال کُھلا ڈھال کا حالا
مدّاح کو دو داد کہ اس ڈھال کو ڈھالا
حل مہر کا گردہ ہوا اور ماہ کا ہالا [۱]
اور دودۂ آلِ حرم سرورِ والا [۲]

ہالا اِدھر اس ڈھال کا گردِ مہ رو ہو
معکوس اُدھر کاسہ ہر عمرِ عدو ہو

[۱] [۲] ''نادراتِ مرزا دبیر'' مولفہ ڈاکٹر صفدر حسین میں یہ شعر اس طرح ہے: مسطور ہوا مدح کا اس طور رسالہ حل مہر کا گردہ ہوا اور ماہ کا ہالا

حالا: (ف) اس وقت/مسطور: (ع) لکھا جائے/رسالہ: چھوٹی کتاب/گردہ=حلقہ: (ف) حلقہ ہالا: (ف) چاند کے اطراف جو روشنی کا حلقہ ہوتا ہے/مہ رو: (ف) چاند کی صورت/معکوس: (ع) اوندھا/دودہ: (ف) خاندان، کنبہ/والا: (ف) بلند مرتبت

(۲۲)

رہوارِ ہُما طالع اسد حملہ ہوا دم
طاؤس ادا رعد صدا صور کا ہمدم
آمد کا وہ کردار کہ ہو عمرِ عدو کم
ہم طورِ مَلک سدرۂ اعلیٰ کا وہ محرم

دُم وہ کہ ہلا کاکلِ ہر حور کا عالم
سُم وہ کہ ہلا اور ہوا طور کا عالم

رہوار: گھوڑا/ہما: (ف) خیالی پرندہ (علامت خوش نصیبی)/طالع: خوش نصیب۔ اسد: (ع) شیر/طاؤس/ (ع) مور/رعد: (ع) بجلی کڑکنے کی صدا/صور: (ع) بگل/ہم طور: (ف) جیسا/محرم: (ع) رازدار/کاکل: (ف) زلف/سُم: کھر/سدرۂ اعلیٰ: وہ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے جہاں جبرائیل کا مقام ہے۔

(۲۳)

وہ اصلِ طلسمِ حکما سحرِ ارسطو [1]
دلدل عمل و حورِ کمال اور ملک رو
سر کوہ و کمر لالہ و دُم سرو و سُم آہو
اور دامِ ہما طرّۂ رہوار کا ہر مو

محکوم وہ اَسوار کا حاکم وہ ہما کا
رہوار علَمدار کا اَسوار ہوا کا

[1] ''نادراتِ مرزا دبیرؔ'' میں یہ مصرع یوں ہے: اسم اس کا طلسم حکما، سحر ارسطو

طلسم: (ع) جادو/ حکما: (ع) فلاسفر/ سحر: (ع) جادو/ دلدل: (ع) ذوالجناح/ دامِ ہما: ہما کا جال/ محکوم: (ع) مطیع/ اسوار: (ف) سواری پر بیٹھنے والا۔

(۲۴)

ہر گاہ ہوا معرکہ آرا وہ علَمدار
اس طرح کہا: او عمر حاسد و مکّار
ہو کر کلمہ گو ہوا ملحد کا ہم اطوار
دردِ دلِ احمدؐ کا ہوا آہ روا دار

ہمدم کو ہر اول کو مددگار کو مارا
دامادِ امامِؑ مَلک اطوار کو مارا [1]

[1] ''بدرِ کامل'' میں یوں ہے: اولادِ امامؑ ملک اطوار کو مارا

گاہ: (ف) وقت/ معرکہ آرا: (ف) لڑنا/ ملحد: (ع) بے دین/ ہم اطوار: جیسا/ روادار: جائز رکھنا/ ہراول: (ت) آگے کی فوج کا سردار

(۲۵)

واللہ کہ اس صدمے کا دل کو ہوا صدما
صدہا سُمِ رہوار اور اک دُولھا کا مردا
آلودۂ گرد آہ وہ ہار اور وہ سہرا
گُل سرورِ معصومؑ کا اور صر صرِ صحرا [۱]

گھر سرورِؑ عالم کا محل درد و الم کا
دولھا کا لہو عطرِ عروس اور حرم کا

۱؎ "نادراتِ مرزا دبیر" میں یوں ہے: روح اسد اللہ کو صدمہ ہوا اس کا

سمِ رہوار: گھوڑے کے نعل / سرورِ معصوم سے مراد امام حسنؑ / صرصر: (ع) آندھی

(۲۶)

دردا حرمِ سرورِؑ طاحاؐ کو رُلاؤ
دردا دلِ اولادِ محمدؐ کو دُکھاؤ
دردا لحدِ احمدِؐ مرسلؐ کو ہلاؤ
سردارؑ کو معصومؑ کو صمصام دکھاؤ

آلودۂ مکر و حسد و حرص و ہوا ہو
آسودۂ اموال ہو محرومِ وِلا ہو

دردا: (ف) افسوس / سرورِ طہٰ: مراد حضرت رسول کریمؐ ہیں / لحد: (ع) قبر / صمصام: تیز تلوار / حرص وہوا: (ع) لالچ /
آسودہ / اموال: مالدار۔ ولا: (ع) محبت

(۲۷)

معصومہؑ کا ہو مہر ہر اک رُود مگر واہ
الماء ہو وردِ حرمِ محرمِ اللہ
آسودۂ ساحل ہوا ہر سالک و گمراہ
لا رہا محروم امامِ دوسرا آہ

مُردہ ہوا ہر کودکِ کم عمر حرم کا
اور گُل سا گلا سوکھا مددگار اُمم کا

معصومہ: حضرت فاطمہؑ/مہر: (ع) کاحق ذوجیت/رود: (ف) ندی/الماء: پانی/ورد: تکرار/آسودہ: (ف) فراغت/ سالک: (ف) اچھا بندہ/ لا (ع) لیکن/امامِ دوسرا سے مراد امام حسینؑ ہیں۔ مددگار اُمم سے مراد امت کا مددگار ہے۔

(۲۸)

آگاہ ہو آگاہ ہو آگاہ ہو آگاہ
سردارؑ ہمارا اسدؑاللہ کا وہ ماہ
والد ولدِ عمِ محمدؐ اسدؑاللہ
مولودِ حرم ماہِ ہمم مہرِ کرم واہ

سر احمدِ مرسلؐ کا وہ سرورؑ رؤسا کا
حاکم اُمرا کا وہ مدرّس علما کا [1]

[1] متبادل مصرع یوں ہے: مالک ملک وجود کا حاکم دوسرا کا

آگاہ: (ف) باخبر/اسداللہ سے مراد حضرت علیؑ (لقب حضرت علیؑ)/ولدِ عم: (ع) چچا زاد بھائی/مولود: (ع) پیدا ہوا/ ماہ: چاند/ہمم: ہمت، حوصلہ/سر احمدؐ (مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے) حضرت علیؑ حضورؐ کے چہرے کی طرح ہیں۔

(۲۹)

حُور و مَلَک و آدمؑ و حوّا کا مددگار
ممدوحِ رُسلؑ مالکِ کُل عالِمِ اَسرار
حلّالِ مہم دادرس و سرورؑ و سردارؑ
وہ ماہرِ حالِ دلِ مُور و مگس و مار

وہ عسکرِ اسلام کا سالار دلاور
وہ احمدؐ مرسل کا علمدارؑ دلاور

ممدوح: (ع) جس کی تعریف کی جائے/حلّال مہم: (ع) مشکلات کا حل کرنے والا دادرس (ف) فریاد سننے والا
مور: چیونٹی/مگس: (ف) مکھی مار: سانپ/عسکر: (ع) فوج/دلاور: (ع) بہادر

(۳۰)

وہ صوم وہ عمرہ وہ صراط اور وہ احرام
گھر حلم کا در علم کا معمورۂ اسلام
حامل علمِ حمد کا اور مالکِ صمصام
ملّاکِ مُلوکِ دوسرا حاکمِ حکّام

وہ سرورؑ عادل کہ عَلم عدل کا گاڑا
اللہ کہا اور درِ محکم کو اکھاڑا

صوم: (ع) روزہ/عمرہ (ع) زمانۂ حج کے علاوہ مکّے میں حاضری/معمورہ بھرا ہوا آباد (ع)/عز/ملّاک: (ع) مالک
ملوک: (ع) سلاطین/صمصام: تلوار

(۳۱)

وہ ہر مَلَکِ سدرہ کا مولا و مدرّس
اور گُل کدۂ آدم و عالم کا مؤسّس
الواحِ سما کا وہ مصوّر وہ مُحرّس
وہ ہادمِ معمورۂ اوہام و وساوِس

محکم ہوا دعوا کہ معطّل ہوا دھوکا
وہ دو سرا احمدؐ کا اور اوّل دہ و دو کا [1]

۱۰+۲=۱۲

[1] بارہ سے مراد بارہ امامؑ ہیں۔

سدرہ: بیری کا وہ درخت جو ساتویں آسمان پر ہے/ مولا: (ع) والی/ مدرّس: (ع) استاد/ گُل کدہ: (ف) گلستان/ مؤسّس: (ع) بانی/ الواحِ سما: (ع) آسمان کی تختیاں/ مصوّر: (ع) نقاش/ محرّس: (ع) لکھنے والا/ ہادم: (ع) منہدم کرنے والا/ معمورہ: (ع) مزرع/ اوہام: وساوس: وہم/ معطّل: بےکار

(۳۲)

وہ صدرِ کلام اصلِ کلامِ اللہ اطہر
الحمد کا اور سورۂ والعصر کا مصدر
اللہ کا ہم اسم محمدؐ کا وہ ہمسر
ہم کاسہ و ہم عمر وہ احمدؐ کا سراسر

سلکِ گوہرِ علم و دُرِ سلکِ محمدؐ
وہ مالکِ مہر و عَلَم و کلکِ محمدؐ

صدرِ کلام: (ع) اہم کلام/ اطہر: (ع) بہت نیک/ مصدر (ع) بنیاد/ ہم عمر: (ف) برابر/ سراسر: (ف) تمام/ سلکِ گوہر: موتیوں کی لڑی/ مہر: (ف) انگوٹھی/ کلک: قلم/ کاسہ: کٹورا/ نوٹ: حضرت رسولِ اکرمؐ اور مولا علیؑ نے ۶۳ سال عمر کی۔

(۳۳)

گر ہو ہَوسِ وصلِ رسولؐ و اسدؓ اللہ
حاکم کا عدو ہو کہ وہ حاکم ہوا گمراہ
مولاؑ کا ہو مولاؑ کہ ہو دِل محرم و آگاہ
دل رکھ سوئے درگاہِ حرم رُو سوئے اللہ

وہ حاکمِ مکّار گدا مُلکِ حسد کا
سردارؑ ہمارا کرم اللہ احد کا

ہوس: (ع) آرزو وصل: (ع) ملاقات محرم: (ع) رازدار آگاہ: (ف) باخبر رُو سوئے اللہ: (ف) چہرہ اللہ کی طرف

(۳۴)

وہ گرد وہ سرمہ وہ ملال اور وہ آرام
وہ کور وہ آگاہ وہ وسواس وہ الہام
وہ دَیر وہ مکّہ وہ حرام اور وہ احرام
وہ وعدہ وہ حاصل وہ سوال اور وہ اکرام

وہ سہو وہ ادراک وہ مملوک وہ مالک
وہ وہم وہ علم اور وہ گمراہ وہ سالک

ملال: (ف) رنج کور: (ف) اندھا وسواس: (ع) وہم الہام: (ع) خدا کی طرف سے دل میں آئی ہوئی بات دیر: مندر اکرام: بخشش ادراک: (ع) شعور سہو: (ع) غلطی، بھول مملوک: (ع) غلام وہم: (ع) وسواس سالک (ف): نیک بندہ

(۳۵)

وہ سَم وہ عَسل اور وہ ہول اور دلاسا
وہ سحر وہ اَسرار لِہِ دوسرا کا
وہ مرگ وہ عمر اور وہ درد اور وہ مداوا
وہ دار وہ سرو اور وہ کاہ اور وہ لالا

وہ ہالۂ حرص اور وہ مہِ کاملِ احمدؐ
وہ سُکرِ حرام اور وہ سُرورِ دِل احمدؐ

سَم: زہر/عَسل: شہد/ہول: خوف/اسرار: راز/دوسرا: (ف) دوجہاں/مداوا: (ع) علاج/دار: (ف) پھانسی کی لکڑی/
سرو: (ف) مخروطی درخت/کاہ: (ف) گھاس/لالا: (ف) سرخ پھول/ہالہ حرص: حرص کا دائرہ/سکر: نشہ/سرور: خوشی

(۳۶)

محرومِ طعام آہ محمدؐ کا وَلد ہو
آوارۂ صحرا اسدؒاللہ کا اسد ہو
محصورِ الم مالکِ سرکارِ اَحد ہو
اور کودکِ معصومؑ کا گہوارہ لحد ہو

عالم کا رہا کام رَوا ماہِ محرّم
سرورؑ کو مہِ صوم ہوا ماہِ محرّم

ولد: (ع) بیٹا/اسد: (ع) شیر/محصور (ع) گھرا ہوا/الم: (ع) غم/کودک: (ف) چھوٹا لڑکا، بچہ/روا: (ف) جائز/
مہِ صوم: (ع) روزوں کا مہینا

(۳۷)

سر گرمِ مُدارا ہوا سروؔر کا علمدار
لاؔ رہا مردود کا مردود وہ مکّار
للکارا ہر اَسوار کو مڑ کر کہ کرو وار
سدِّ رہِ ساحل ہوا آ کر ہر اک اَسوار

گمراہ کا ہر حاسدِ گمراہ مددگار
لعلِ اسدُاللہ کا اللہ مددگار

سرگرم: (ف) مصروف / مدارا: (ف) صلح وآشتی / لاؔ: لیکن / سدِّ راہ: (ف) راستہ روکو / لعل: (ع) سرخ رنگ کا ہیرا

(۳۸)

وہ معرکہ وہ وسوسہ وہ عسکرِ عامہ
وہ دمدمۂ ہر ڈہل و کوس دمامہ
وہ گردِ دَوادَو وہ کلاہ اور وہ عمامہ
وہ گرمِ روارو سُمِ رہوار دوگامہ

وہ عہد مکمل صلۂ داد و کرم کا
وہ دَور مسلسل ڈہل و کوس و علم کا

معرکہ: جنگ / وسوسہ: (ع) خوف / عسکرِ عامہ: (ع) عام فوج / دمدمہ: (ف) مورچہ / ڈہل: (ف) ڈھول / کوس: (ف) بڑا طبل / دمامہ: (ف) نقارہ / دوادو: (ف) بھاگ دوڑ / روارو: (ف) چلنے میں مصروف / سُم رہوار: (ف) گھوڑے کے سُم / دوگامہ: گھوڑے کا آہستہ چلنا / صلہ: انعام / داد: (ف) شاباش، عطا کرنا

(۳۹)

گردِ عمرِ سعد اُدھر عسکرِ اعدا
کرّار کا دلدار اِدھر معرکہ آرا
اک ولولہ اک حوصلہ دو ہمدمِ مولا
رہوارِ ہُما وار سوئے طارمِ اعلا

لاحول وَلا وِردِ عَلمدار دلاور
اَرواحِ رُسُل گرد عَلمدار دلاور

عمرِسعد: (ع) یزیدی فوج کا سپاہ سالار/عسکرِ اعدا: دشمن کی فوج/رہوار: گھوڑا/ہماوار: فرضی پرندے کی طرح/طارمِ اعلا: فلک الافلاک/لاحول ولا: آیتِ قرآن (کوئی قوت اللہ کی طاقت سے بڑی نہیں)/ورد: بار بار کہنا/دلاور: بہادر۔

---

(۴۰)

صمصام کو الہام ہوا سر کو علم کر
کہ سورۂ الحمد کو کہ صوٗر کو دم کر
اک وار لگا اور دو اعداد کو کم کر [1]
ہر دم عُمرِ سعد کا دم محوِ عدم کر

دو حصّہ کمر کر کہ الگ کاسۂ سر کر
ہر طرح مہم سہل کر اور معرکہ سر کر

[1] ''بدرِ کامل'' میں یوں ہے: اک وار لگا اور دو اعدا کا علم کر

صمصام: تیز تلوار/الہام: (ع) وہ بات جو خدا کی طرف سے دل میں آتی ہے/کہ: بعض اوقات/صوٗر: بگل/محوِ عدم: آخرت کے خیال میں موت کا خیال کرنا/کاسۂ سر: کھوپڑی/مہم: (ع) لڑائی/سہل: (ع) آسان/معرکہ: (ع) لڑائی

(۴۱)

داؤدؑ کا ہمدمِ دمِ صمصامِ دلاور
اس طرح ہوا گرم سرِ دورۂ عسکر
سو کوس دلِ کوہ ہوا موم سراسر [1]
معدوم ہر اک درع کا لوہا ہوا گھل کر

ہر گرم روِ گور کا دل آگ سا سلگا
موسمِ سرِ صحرا ہوا گُل لالہ و گُل کا

[1] درات مرزا دبیرؔ میں یوں ہے: سر کوس دل کوہ ہوا موم سراسر

داؤد: (ع) حضرت داؤد پیغمبر/ ہمدم: (ف) ساتھی/ صمصام: تیز تلوار/ دورہ عسکر: فوج کے اطراف/ کوس: فرسنگ (تین ہزار گز کا) معدوم: (ع) غائب/ درع: (ع) زرہ جو جنگ کے وقت پہنتے ہیں

(۴۲)

طاؤسِ مرصّع و ہلالِ کمر آرا
اس طرح ہوا لامع و ساطع سرِ صحرا
ہر سال کو دو ماہ ملا موسمِ گرما
معلوم ہوا آگ کا اسرار و معمّا

دھوکا ہوا عالم کو کہ اہم اس کا رکھا آگ
عکسِ دمِ صمصام گرا اور ہُوا آگ

طاؤس: (ع) مور/ مرصّع: (ع) موتی جواہر جڑا ہوا/ کمر آرا: (ف) کمر کی زینت/ لامع: (ع) چمکنے والا/ ساطع: (ع) اونچا/ معمّا: (ع) پہیلی/ عکسِ دمِ صمصام: تلوار کے دم کی تصویر/ سودا: (ف) معاملہ/ کلاہ: ٹوپی

(۴۳)

اعدا کو ہلاہل کا ہوا سُم دمِ صمصام
ہر گام گرا مادّہ سودا کا سرِ عام
معدوم دلِ اہلِ لحد کا ہوا آرام
اللہ رے سام کو اس دم ہوا سرسام

رُو عسکرِ مردود کا ہر سو ہوا کالا
اور مردمِ مردم کا ہر آہو ہوا کالا

ہلاہل: (ع) زہر / سُم: زہر / مادّہ: (ع) جسم / معدوم: (ع) غائب ہوئے / اہلِ لحد: (ع) مُردے / سرسام: ایک بیماری جس میں دماغ میں ورم ہو جاتا ہے / عسکر: (ع) فوج / رُو: (ف) صورت / مردمِ مردم: انسانوں کی آنکھ کی پتلی / آہو: ہرن

(۴۴)

اس کاسۂ صمصام کا عالم ہوا مدعو
اک کاسۂ مگر اطعمہ ہر طرح کا مملو ؎۱
اعدا کا دل و گردہ گلو صدر و سر و رُو
اور ابرِ گلو ابرِ گلو عام ہر اک سو ؎۲

آسودہ ہوا حوصلہ ہر مور و مگس کا
مملو ہوا معدہ طمع و حرص و ہوس کا

؎۱ ''نادراتِ مرزا دبیرؔ'' میں یوں ہے: اک کاسۂ مگر اطعمہ ہر طرح کا مملو
؎۲ ''نادراتِ مرزا دبیرؔ'' میں یوں ہے: اور ابرِ گلو ابرِ گلو عام ہر اک سو

کاسہ: کٹورا / صمصام: تیز تلوار / مدعو: (ع) دعوت کیا گیا / اطعمہ: (ع) کھانے / مملو: (ع) بھرا ہوا / صدر: (ع) سینہ

(۴۵)

ہر گاہ ارادہ ہوا اَسوار کا گھر کو
رہوار اُڑا اُس کا دہل کر کہ کدھر کو
صمصام کا اک وار ملا کاسۂ سر کو
آدھا وہ اِدھر کو گرا آدھا وہ اُدھر کو

دل سہا لہو سہم کر اسوار کا سوکھا
لوہا رہا صمصامِ علمدارؓ کا روکھا

ہرگاہ: (ف) ہر وقت/رہوار: (ف) گھوڑا/صمصام: (ع) تیز تلوار/کاسۂ سر: کھوپڑی/سہا: ڈرا/سوکھا: خشک

(۴۶)

صمصامِ علمدارؓ کے احکام عُمر کو
اُو کور درِ گور کھلا کھول کمر کو
رہوار کا اعلام اِدھر اور اُدھر کو
عادل کا ہوا دور ڈرو دُور ہو سرکو

صمصام کا محصول سرِ معرکہ سُر دو
سُر دو دمِ صمصام کو اور اسلحہ دھر دو

صمصام: تیز تلوار/کور: اندھے/در گور: (ف) قبر کا دروازہ/رہوار: (ف) گھوڑا/اعلام: (ع) خبر دینا/محصول: (ع) ٹیکس/اسلحہ: (ع) ہتھیار/دھر دو: (ھ) زمین پر ہتھیار ڈال دو

(۴۷)

ہر دم دمِ صمصام دو دم رعد سا کڑکا
اس طرح گرا سر کہ کھلا سلسلہ دھڑ کا
ہر وہ دلہ کو سہو ہوا اسم کا کڑکا
سر گم ہوا اور کام معطل ہوا دھڑ کا

اِدراک و حواس و دل و ارواح گم اس دم
موہوم ہر اک رُود و سُرود و طرم اُس دم

رعد: (ع) بجلی کی کڑک / کڑکا: کڑکنا / دھڑ: بدن / معطّل: (ع) تعطیل ہوا / ادراک: فہم / موہوم: (ع) فرضی / رود: (ف) ندی / سرود: (ف) نغمہ / طرم: گاڑھا شہد

(۴۸)

اک وار لگا اور الگ سر ہوا سو کا
مالک ہوا مسرور ملا حال گرو کا
ہر کاہ کو وہ وار ہوا داسا درو کا
اور ملکِ عدم کو ہوا ارواح کا ہوکا

گہ سہم عطارد کا ہوا مرگ عدو کو
گہ ہالۂ صمصام ہوا ہار عدو کو

مسرور: خوشی / گرو: رہن / کاہ: گھاس / داسا: لکڑی جو دیوار سے آگے نکلی ہوتی ہے جس پر چھپر باندھتے ہیں / درو: کٹائی / ہوکا: لالچ / سہم: تیر / عطارد: (ع) تخلص دبیر فلک

(۴۹)

کردارِ حسام ولِد سروڑ کرّار
گہ لطمہ و گہ ورطہ و گہ ساحل و مدرار
اور رمح علم داڑ کا اعدا کو ہوا وار
حصّہ کمرو دل کا ہر اک سہم علم داڑ

وہ حملۂ رہوار وہ دو لاکھ کا عالم
صرصر کا اِدھر طور اُدھر راکھ کا عالم

ولد: بیٹا/لطمہ: طمانچہ/گہ: بعض اوقات/ورطہ: بھنور/رہوار: گھوڑا/مدرار: بارش/رمح: برچھی/سہم: چھوٹا تیر/صرصر: (ع) آندھی

(۵۰)

اعدا کو ہر اک صدمۂ کامل ہوا حاصل
سرداڑ کو درد و الم دل ہوا حاصل
اس گوہرِ اسلام کو ساحل ہوا حاصل
ساحل ملا اور سہم ہلاہل ہوا حاصل

رو کر کہا دردا دِرِ سرداڑ رہا دُور
ہم واردِ ساحل اور امام دو سرا دُور

سہم ہلاہل: تیز زہر/دردا: افسوس/وارد: داخل/امام دو سرا: دو جہاں کا امام

(۵۱)

سردارؑ ادھر محو علمدارؑ دلاور
دل مُردہ و مہموم ملول اور مکدّر
گہ مرگِ علم دارؑ کا وسواس سراسر
گہ ولولۂ وصلِ علمدارؑ مکرّر

گہ دردِ کمر گہ دلِ آگاہ کا صدمہ
گہ صدمۂ آلِ اسدؑ اللہ کا صدمہ

سردار سے مراد امام حسینؑ ہیں محو: (ع) مصروف، دلاور: (ع) بہادر، مہموم: (ع) غم زدہ، ملول: غم زادہ، مکدّر: ناراض، وسواس: (ع) مصیبت کا خیال دل میں آنا، ولولہ: (ع) جوش، وصل: (ع) ملاقات

(۵۲)

گہ رُو سوئے صحرا کہ کدھر گم ہوا وہ ماہ
گہ مردمکِ اطہرِ معصومؑ سرِ راہ
ہر لحظہ سوا درد و ملالِ دلِ آگاہ
گہ آہ گہ الحاح سوئے درگہِ اللہ

گہ درد کہ ہر صدمہ علم دارؑ کا رو کر
اللہ مدد کر اسدؑ اللہ مدد کر

رو: (ف) چہرہ، مردمک: (ف) آنکھ کی پتلی، سوا: جدا، ملال: (ف) رنج، الحاح: (ع) گریہ وزاری، سوئے: جانب، مرودن: بار بار کہنا، رد: (ف) ختم کرنا

(۵۳)

سرگرمِ صدا گہ سوئے دلدار وہ سروؔر
آؤ اِدھر آرام دل و والد و مادر
ڈھارس دو وہ ہم کو کہ ہو آرام سراسر
معلوم کرو حالِ علم دار دلاور

اس دم ہوا گم آہ علم دارؔ ہمارا
دلدار ہمارا وہ مددگار ہمارا

سرگرم صدا: مخاطب ہونا/ گہ سو: بعض وقت/دلدار سے مراد حضرت علی اکبرؑ ہیں۔ سراسر: (ف) کامل/دلاور: (ف) بہادر

(۵۴)

دلدار ہوا درد ہوا دل کو دوا دو
دلدار عَلم دارؔ کا ہو وصل دعا دو
دلدار عَلم دارؔ کا رُو ہم کو دکھا دو
دلدار عَلم دارؔ دلاور کو صدا دو

عمّو اِدھر آؤ اِدھر آؤ اِدھر آؤ
مردہ ہوا سردارؔ عَلم دارؔ گھر آؤ

دلدار سے مراد یہاں حضرت علی اکبرؑ ہیں/علم دار سے مراد یہاں حضرت عباسؑ ہیں/سوا: زیادہ/وصل: (ع) ملاقات/رُو: چہرہ

(۵۵)

حاصل ہوا ہم کو الم مرگِ محمدؐ
معصومہؑ کو دُرّہ لگا صدمہ ہوا لاحد
وہ صوم وہ روداد سرِ ہمسرِ احمدؐ
معصومؑ کا سوگ اور الم احمدِؐ اوحد

الّا الم اس طرح کا کس دم ہوا حاصل
واللہ کہ دردِ کمر اس دم ہوا حاصل

الم: (ع) رنج / دُرّہ (ع) کا زیانہ / لاحد: (ع) بے حد / صوم: (ع) روزہ / ہمسر احمدؐ سے مراد حضرت علیؑ ہیں / سوگ: غم / اوحد: یگانہ / الا: (ع) لیکن

(۵۶)

اولادِ محمدؐ کو رہا کس کا سہارا [1]
دلدار دلاسا دو ہُوا کام ہمارا
ساحل کو سدھارا کہ عدم کو وہ سدھارا
وہ مُردہ ہوا آہ کہ سردارؑ کو مارا

مڑ کر سوئے گورِ اسدؑ اللہ دعا کر
دادا اسد اللہ مہم سرکرو آ کر

[1] ''نا دراتِ مرزا دبیرؔ'' میں یوں ہے: دلدار کہو حال تمام وار کا سارا

گور: (ف) قبر / اسدؑ اللہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں / مہم: (ع) لڑائی / سر کرو: فتح کرو۔

(۵۷)

آرام دہ سرورِ عالَم ہوا دلدار
رو کر کہا معلوم ہوا حالِ عَلمدار
وہ عمو و ساحل و علم اور وہ رہوار
آمادہ سرِ راہ مسلّح ہر اک اسوار

اللہ مدد گار ہوا اہلِ کرم کا
عمو کو ملا دُرِّ مراد اہلِ حرم کا

آرام دہ: (ف) تسکین بخش / سرِ راہ: (ف) راستے میں / دُرِّ مراد: مراد کا موتی

(۵۸)

اللہ سدا حوصلہ عمو کا سوا ہو
اس عہدۂ عمدہ کا صلہ عمدہ عطا ہو
آلِ اسدُ اللہ کا ہر کام روا ہو
سوکھا ہوا ہر دَوحہ محمدؐ کا ہرا ہو

ہو دردِ حسد عسکرِ مکّار کو حاصل
آرام ہو سردارؔ و عَلمدارؔ کو حاصل

سوا: (ف) زیادہ / صلہ: (ع) انعام / روا: (ف) ٹھیک / دوحہ: درخت / عسکر: (ع) فوج

(۵۹)

لو حمد کرو حمد کرو سرورِ عالم
مسرور ہو مسرور ہو مسرور ہو اِس دم
لوگھر کو ارادہ ہوا عمو کا مصمم
مولا کہو لِلّٰہ ہُوا صدمۂ دل کم ۱؎

سرورؐ کہو آرام ہوا دردِ کمر کو
رہوار مڑا عمِ دلاور کا اِدھر کو ۲؎

متبادل مصرع=۱؎ مولا کہو صدمۂ دلِ اطہر کا ہوا کم ۲؎ = لوڑو ہوا رہوارِ علمدارؑ کا گھر کو

حمد: شکر / مصمم: (ع) پکا / للّٰہ: خدا کے واسطے / رہوار: گھوڑا / عم دلاور: بہادر چچا

(۶۰)

مولاؑ کو ہوا وصلِ دلاور کا سہارا
طالع کا ہوا آہ وصال اس کو گوارا
للکارا گروہِ عمرِ سعد وہ سارا
لو ~~سرورِ عالم وہ~~ علمدارؑ کو مارا

محکوم کو ہمدم کو مددگار کو روؤ
لو آؤ وہ دم اکھڑا علمدارؑ کو روؤ

طالع: قسمت / عمرِ سعد: سپہ سالار فوجِ یزید / محکوم: اطاعت گزار

(۶۱)

وہ وار لگا کاسۂ سر اس کا ہوا دو
مارا اسدؒ اللہ کو لو ہم کو صلہ دو
ہو مرگِ علمدارؑ سہل آؤ دعا دو
مردہ حرمِ احمدؐ مرسل کو دکھا دو

ہر طرح گوارا کرو اس درد و الم کو
لو سوگِ علمدارؑ کا دو حکم حرم کو

کاسۂ سر: کھوپڑی / اسدؒ اللہ سے مراد حضرت علی ہیں (لقب حضرت علیؑ) / صلہ: (ع) انعام

(۶۲)

سردارؑ گرا اور کہا آہ علمدارؑ
محروم کو محروم رکھا واہ علمدارؑ
اک لحہ رہو اور سرِ راہ علمدارؑ
ہمراہ لو سردار کو لِلّٰہ علمدارؑ

واللہ سدھارو مع سردار ارم کو
اس دم الَمِ مرگ گوارا ہوا ہم کو

سردارؑ سے مراد یہاں امام حسینؑ ہیں / للہ: اللہ کے واسطے / مع: ساتھ / الم مرگ: موت کا رنج / ارم: بہشت

(۶۳)

آرامِ لحد روح کو اس دم ہوا درکار
اک گور ہو اور مردۂ سالار و علمدارؑ
گر مرگِ مددگار ہو طالع ہو مددگار
حاصل سرِ ساحل ہو مرادِ دلِ سالار

آسودہ مدام احمدؐ مرسل کا ولد ہو
سردارؑ و علمدارؑ کو آرامِ لحد ہو

طالع: قسمت / مراد: (ع) آرزو / آسودہ: (ف) مطمئن، خوش / مدام: (ف) ہمیشہ

(۶۴)

مُردہ ہوا الحال امامؑ دو سرا آہ
سر آلِ محمدؐ کا سرِ عام کھلا آہ
وردِ اسدؑ اللہ ہوا وا وَلدا آہ
کاسہ سرِ کرّارؑ کا دو حصہ ہوا آہ

واللہ علمدارِؑ دلِ آگاہ کا صدمہ
ہم کو ہوا مرگِ اسدؑ اللہ کا صدمہ

الحال: اس وقت / ورد: (ف) بار بار زباں پر آنا / وَلدا: اے بیٹے / کاسۂ سر: کھوپڑی / واللہ: اللہ کی قسم

(۶۵)

دلدار کو مڑ کر کہا آگاہ ہو آگاہ
دردا کہ عَلَم احمدؐ مرسل کا گرا آہ
دلدار رکھو سوگ عَلمدارؑ کا لِلّٰہ
ساحل کا ارادہ کرو اور ہم کو لو ہمراہ

سردار کا سر کھول دو عمامہ گرا دو
اور مردہ عَلمدارؑ دلاور کا دکھا دو

دلدار سے مراد حضرت علیؑ اکبر ہیں۔آگاہ: (ف) باخبر۔دردا: (ف) افسوس

(۶۶)

ہمراہِ امامِ اُمم اُس دم ہوا دلدار
اور رہرَوِ ساحل ہوا وہ کُل کا مددگار
سو درد اور اِک روحِ امامؑ ملک اطوار
اور درد عَلمدارؑ عَلمدارؑ عَلمدارؑ

ہر گام صدا آہ مددگار کدھر ہو؟
آگہ کرو لِلّٰہ عَلمدارؑ کدھر ہو؟

امامِ اُمم: (ع) امتوں کے امام امت سے مراد امام حسینؑ ہیں۔ملک اطوار: فرشتہ صفت

(۶۷)

کس دم سرِ ساحل ہوا مولا کا ورود آہ
دم ہمدمِ مرگ اور علمدار سرِ راہ
دوڑا سوے ہمدم اسدؔ اللہ کا وہ ماہ
اور آہ لہو اس کا سرِ رُو مَلا واللہ

صدمہ ہوا اس طرح کا دل کو کہ ہلا دِل
اللہ کہا اور گرا سرورِ عادل

ورود: داخلہ/ ہالہ: روشنی کا وہ حلقہ جو چاند کے اطراف رہتا ہے/ سرِ رُو: منہ پر

(۶۸)

اُس ہمدمِ سردار کو اُس دم ہوا الہام
آگاہ ہو آگہ کہ ہوا موردِ اکرام
وارد ہوا سردارِ اُمم مالکِ اسلام
اکھڑا ہوا دم روکا کہ سرور کو ہو آرام

رو کر کہا: سردار کہو درد کمر کا
دردا کہ سرِ راہ عمامہ گرا سر کا

الہام: وہ بات جو خدا کی طرف سے دل میں آتی ہے/ موردِ اکرام: بخشش کے لائق/ وارد: داخل/ دردا: افسوس

متنازعہ مرثیہ

ہم طالعِ ہُما مرا وہم رسا ہوا

۱۰۱ بند

درحالِ امام حسینؑ

(عکس قلمی مرثیہ۔ مرزا دبیرؔ)

(یہ نسخہ راقم کے کتب خانہ ٹورنٹو میں موجود ہے)

(۱)

ہم طالعِ ہُما مرا وہم رسا ہوا
طاؤسِ کلکِ مدح اڑا اور ہما ہوا
مطلع ہمارا مطلعِ مہرِ سما ہوا
اور دوحۂ کلام سراسر ہرا ہوا

مصرع ہوا کہ سَرو ہو درالسّلام کا
عطرِ گُلِ اِرم ہوا حاصل کلام کا

طالع: نصیب / ہما: فرضی پرندہ جس کے بارے میں کہتے ہیں یہ جس کے سر پر سے گزر جائے، وہ بادشاہ بن جاتا ہے / رسا: (ف) بلند ہونے والا / طاؤس (ع) مور / کلک: (ف) قلم / مہر سما (ف+ع) آسمان کا سورج / دوحہ: درخت / سرو (ف) خوبصورت درخت جس سے قد کو تشبیہ دی جاتی ہے / دارالسّلام: (ع) بہشت / ارم: (ع) بہشت

(۲)

اَو دل سُرور دل کو ہو اِس دم وہ کام کر
ہر اہلِ دل ہو محو وہ مدحِ امام کر
حاصل صلہ کلام کا دارالسّلام کر
کر اس محل کو طور وہ اِس دم کلام کر

عالم ہو سارا مہر کا اور طور ماہ کا
اس دم ہو دَور دَور نگر واہ واہ کا

سرور: (ع) خوشی / محو: (ع) مصروف / صلہ: (ع) انعام / دارالسّلام: (ع) جنت / طور: (ع) کوہِ طور: تلمیح / مہر: (ف) سورج / ماہ: (ف) چاند / دور (ف) دورہ

(۳)

سرگرمِ مدح ہو کہ اِرم اس کا ہو صلہ
حاصل مدادِ مردمکِ حُور کر دِلا
لوحِ طلائے احمرِ مہرِ سما کو لا
اور ہو کمالِ کلکِ گہر سلک کام کا

وہ مدح ہو کہ صلِّ علیٰ دُور دُور ہو
وہ واہ واہ ہو کہ مَلک کو سُرور ہو

سرگرم: (ف) مصروف ہونا / مداد: لکھنے کی روشنائی / مردمک: (ف) آنکھ کی پتلی / لوح: آسمان کی تختی / طلائے احمر: سرخ سونا / کلک: (ف) قلم / گہر سلک: (ف) موتی کی لڑی / صلِّ علیٰ: (ع) درود / سرور (ع) خوشی

(۴)

او کلکِ لمع طور کا لا اور کر مداد
عالم اِدھر طلوعِ سحر کا اُدھر سواد
حاسد کو آگ آگ کر او لمعۂ وِداد
ہر حُور ہر مَلک مگر اس دم ہو محوِ داد

لکھ آہ آہ سرورِ والا گہر کا حال
حالِ وداعِ اہلِ حرم اور سحر کا حال

کلک: (ف) قلم / لمعہ: (ع) روشنی، نور / مداد: روشنائی / سواد: سیاہی / والا گہر (ف) بلند مقام / وداد: دوستی، چاہت

(۵)

ہر گاہ مہر طالعِ درد و الم ہوا
سرگرم کارِ مرگ امامِ اُمَم ہوا
ہر سو علم ملال کا اُس دم علم ہوا
اور ہم دمِ حسامِ دو دم اس کا دم ہوا

محوِ رہِ الٰہ ہوا دل امامؑ کا
مردم کو حوصلہ ہوا دارالسلام کا

مہر: (ف) سورج/طالع: (ع) طلوع ہونا/امامِ امم: امتوں کے امام سے مراد حضرت حسینؑ ہیں/ملال: (ف) رنج/
حسام: (ع) تلوار/ دارالسلام: (ع) جنت

(۶)

اُس دم کا وہ ہراس وہ وسواس مرد مرد
وہ ہولِ مرگ اور وہ دھڑکا وہ دل کا درد
وہ دکھ وہ درد اور وہ الم اور آہِ سرد
وہ مہر کا طلوع سحرگاہ سارا گرد

حاصل دلِ امامؑ کا وہ مدّعا ہوا
حورِ ارم کا حوصلہ دل کو سوا ہوا

ہراس: (ف) ڈر/وسواس: (ع) خوف/ہول: (ع) ڈر/سارا گرد: (ف) خوشبو/مدعا: (ع) مطلب/ارم: بہشت/
حوصلہ (ع) ہمت/سوا: زیادہ

(۷)

اُس دم ہوا امامؑ کو ہر طرح کا الم
اس طرح کا الم دلِ عالم کو ہو گا کم
رو کر کہا کہ دل کو ہو گو صدمہ اور وہم
سُر ہو مہم اگر ہوا اللہ کا کرم

اس امر کا امامؑ کو صدمہ سوا ہوا
سر ہوگا آہ اہلِ حرمؑ کا کھلا ہوا

الم: (ع) غم/سر ہونا: (ف) فتح ہونا/مہم: (ع) لڑائی

(۸)

رو رو کر آہ اہلِ حرمؑ کو کہا کہ آؤ
اولاد کو دلاسا دو للّٰہ رحم کھاؤ
گردِ ملال دور کرو دل کو کم کڑھاؤ
روحِ رسولؐ و مادرِ اطہر کو کم رُلاؤ

ہو دور درد دل کا وہ اس دم دوا کرو
ہو مدّعا حصول ہمارا دعا کرو

کڑھاو: (ھ) رنجیدہ ہونا/حصول: (ع) حاصل ہونا/مدّعا: (ع) مطلب

(۹)

اور آہ لاؤ ہمسرِ معصومہؓ کو اِدھر
ہو گا کمال اس کو الم کھولا ہو گا سر
اس دل ملول کو کہو: لو مِل لو اک دگر
اس امر کا مُدام رہا آہ اس کو ڈر

دل ہو گا دلِ ملول کا مسرور کس طرح
طالع کا ہو گا لکھا ہوا دُور کس طرح

ہمسرِ معصومہؓ سے مراد مثال فاطمہؑ حضرت زینبؑ ہیں / اک دگر: (ف) ایک دوسرے سے / مدام: (ع) ہمیشہ / ملول: (ع) رنجیدہ / طالع: (ع) قسمت / امر: چیز

(۱۰)

سرورؑ کو لو وداع کرو آہ بار بار
سہہ لو ہمارا درد و الم اور کرو سوار
ہو گا ممد کار ہمارا وہ کرو گار
مِل لو کہ ہو گا عصر کو واللہ ہمارا کار

کم طول دو کلام کو ہم کو رہا کرو
سرکارِ کردگار کا لو آسرا کرو

وداع: (ع) رخصت / الم: غم / واللہ: اللہ کی قسم / ممد کار: (ع) مددگار / سرکار: بارگاہ / آسرا: (ف) پناہ

(۱۱)

کس کر کمر کھڑا ہوا معصومؑ کا وہ لال
اس دم کمال اہلِ حرم کو ہوا ملال
مولاؑ کو روک کر کہا صدمہ ہوا کمال
معلوم کس طرح ہو مگر آہ دل کا حال

ہو کس طرح کہ سرورؑ عالم سوار ہو
لو آؤ ہم کو مار کے اس دم سوار ہو

کمال: شدید/ اہلِ حرم: اہلِ بیت

(۱۲)

ہمراہ لاؤ اور دو ہم کو ملال امامؑ
روکر ہلاک ہو گا ہر ایک آہ لا کلام
سوکھا گلا امامؑ کا اور آہ وہ حسام
سو حصہ ہو سُرور اگر ہو ہمارا کام

کس طرح مرگِ سرورؑ عالم گوارا ہو
ہو ہم کو کس کا آسرا کس کا سہارا ہو

لاکلام (ع) سے مراد وہ بچے جو بات نہیں کر سکتے، معصوم بچے۔ اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اس میں شک نہیں/ ملال: (ع) غم/ حسام: (ع) تلوار/ سرور: (ع) خوشی

(۱۳)

اس دم ورود ہمسرِ معصومہؑ کا ہوا
رُو لال گم حواس سر اُس کا کھلا ہوا
آ کر کہا کہ روح کو صدمہ سوا ہوا
مادر کا آہ آہ سراسر کہا ہوا

دم لو امامؑ مادرِ اطہر کا واسطہ
اور سر کو کھول کر کہا اس سر کا واسطہ

ورود: (ف) داخلہ/ ہمسر معصومہؑ سے مراد حضرت زینبؑ ہیں/ رُو: (ف) چہرہ/ سوا: زیادہ/ سراسر: (ف) پورا

(۱۴)

ہو گا امامؑ والدہ کا آہ سر کھلا
ہم کو دمِ وداعِ لحد رو رو کر کہا
گر موردِ ہلاک ہمارا ہو لاڈلا
روک اس کو اور راہ کو ہمراہ رہ سدا

عالم کُل اس امام اُمم کا عدو ہوا
دکھ اس کو وہ ہوا کہ کم اس کا لہو ہوا

وداع: (ع) رخصت/ اُمم: (ع) اُمتیں/ مورد: (ع) کیا جائے/ عالمِ کُل: تمام دنیا

(۱۵)

مادرؑ کا وہ کلام اگر ہو کرو عمل
اس کا وہ حال ہم کو کہو کس طرح ہو کل
سرورؑ کا وہ کلام کہ ہر دل کو ڈالا مَل
ہر لاڈلا ہلاک ہوا لو دہل دہل

لِلّٰہ کوہِ درد و الم کو اکھاڑ دو
اس دم لحد کو کھود لو اور ہم کو گاڑ دو

کل: آرام/لِلّٰہ: اللہ کے واسطے/الم: رنج

(۱۶)

اس کلمہ و کلام کو عرصہ ہوا سوا
وہ سوگوار گرد سرِ سرورؑ ہوا
کہرام آہ آمدِ معصومؑ کا ہوا
اس دم کہا کہ لوگو ہوا دل کو آسرا

مادر کا لو ورود ہوا کم کرو صدا
کم کم کرو کلام کہ معلوم ہو صدا

عرصہ: وقت/سوا: زیادہ/کہرام: غُل/آسرا: (ف) پناہ/

(۱۷)

رو کر کہا کہ مادرِ اطہر مرا سلام
کوہِ الم گرا کہ ہوا آہ دل کا کام
کس کام کا وہ دم کہ ہو اس دم ہلاک امامؑ
دکھ درد کہہ لو والدہ اور ہو لو ہم کلام

ہمراہ ہم کو لو کرو مسرور والدہ
اس دردِ لادوا کو کرو دور والدہ

کوہِ الم: غم کا پہاڑ/دم: جان/ہم کلام: بات چیت کرو/مسرور: خوش / لادوا: جس کی دوا نہیں/والدہ: ماں

(۱۸)

معصومہؑ کو الم ہوا اور رو رو کر کہا
او دل ملول کھول سر اور دھول کو اڑا
ہو گا ہلاک عصر کو وہ لاڈلا مرا
اس کو رہا کر اور کر اللہ کا آسرا

گر لاکھ روکو اس کو مگر ہو گا وہ ہلاک
عالم ہو گر اِدھر کا اُدھر ہو گا وہ ہلاک

ملول: رنجیدہ/آسرا: (ف) پناہ/

(۱۹)

معصومہؓ کا کلام ہوا مصرعِ الم
اللہ کہہ کر آہ ہوا سرد اس کا دم
رو کر کہا: لہو ہوا اس دم ہمارا گم
لو لوگو وہ ہلاک ہوا سرورِ اُمم

اور آہ مار کر کہا: مل لو امامؓ آؤ
اسوار ہو سدھارو امامؓ اور کام آؤ

الم: غم/ سرورِ اُمم: اُمتوں کے امام/ اسوار: سوار

(۲۰)

وہ سارا گھر اُداس وہ اہلِ حرم کا حال
اولاد کا امامؓ کو درد و الم کمال
اس کا ملال دل کو ہوا اس کا گہ ملال
ہر دم مگر ہوس کہ ہو اللہ کا وصال

رو کر ہلاک سارا وہ سرورؓ کا گھر ہوا
کہرام آہ آہ اِدھر اور اُدھر ہوا

گہ: (ف) بعض اوقات/ ہوس: (ع) خواہش/ کہرام: (ف) غل

(۲۱)

کر کر وداع اہلِ حرم کو مآلِ کار
طالع ہوا رسولؐ کا وہ مہر مہر وار
اور طور سا کھڑا ہوا مولاؑ کا رہوار
دم کر دُعا کو سرورِ عادل ہوا سوار

اس دم مگر کلام ہوا دور دور کا
موسیٰؑ ہوا سوار وہ رہوار طور کا

مآلِ کار: حاصل کام سے مراد امام حسینؑ ہیں/ طالع: (ع) طلوع ہوا/ مہر مہر وار: (ف) وہ سورج جس کا سورج طواف کرتا ہے/ طور: کوہ طور (تلمیح)/ رہوار: گھوڑا/ دَم کرنا۔ (ف) پڑھ کر پھونکنا

(۲۲)

عالم وہ محو محو امامِ ہدا ہوا
ہر ہمدم امامؑ سرِ رہ کھڑا ہوا
کر کر سلام ~~امامؑ کو محو~~ دُعا ہوا
گردِ سرِ امامؑ علم وہ کھلا ہوا

ہر سو کلام عام ہوا واہ واہ کا
گردِ سرِ امامؑ ہوا ہالہ ماہ کا

محو: (ع) مصروف/ امامِ ہدیٰ: سے مراد امام حسینؑ ہیں/ گرد: اطراف/ ہر سو: چاروں طرف/ ہالہ: (ف) روشنی کا وہ حلقہ جو چاند کے اطراف رہتا ہے

(۲۳)

وہ دُور دُور مہر وہ عکس اس کا دُور دُور
وہ عالمِ طلوعِ سحر اور وہ سُرور
ہر رُو وہ مہر و ماہ وہ صحرا وہ کوہِ طور
حکمِ امامؑ ہر دوسرا کا ہوا صدور

آمادۂ ہلاک ہو محکم کمر کرو
کس کر کمر کو معرکۂ سر کو سر کرو

مہر: (ف) سورج/عکس: (ع) تصویر/سُرور: (ف) خوشی/رُو: (ف) رُخ، صورت/صدور: ظہور/
محکم: (ع) سخت/معرکہ: (ع) جنگ

(۲۴)

عسکر وہ واہ واہ کہ اس طرح کا ہو کم
وہ معرکہ گروہِ مددگار کار کم
وہ ہمدم امامِ اُمم موردِ کرم
دُولہا وہ ماہ رُو وہ علمدارؑ وہ علم

دلدار وہ امامؑ کا ہم رُو رسولؐ کا
آرام اور سُرورِ دل اس دلِ ملول کا

عسکر: (ع) فوج/معرکہ: (ع) جنگ/ہمدم: (ف) دوست/اُمم: (ع) اُمتیں/ہم رو: ہم صورت/سرور: باعث/
ماہ رو: چاند صورت

(۲۵)

ہر مرد کا وہ دل کہ اگر ہو وہ حملہ ور
درہم گروہِ معرکہ ہو ہو کمال ڈر
للکار کر اسد کو کھڑا وہ اسد ہو گر
وہ سرد ہو دم اس کا ہُوا ہو اِدھر اُدھر

ہو معرکہ علم دمِ حملہ حسام ہو
اس دم حلال گاوِ سمک لاکلام ہو

درہم: برباد/معرکہ: لڑائی/کمال: زیادہ/اسد: شیر/ہوا ہونا: بھاگ جانا/گاو سمک: فرضی روایت کہ ایک جانور جو نصف مچھلی اور نصف گائے ہے اور ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق زمین اس کے سینگ پر کھڑی ہے

(۲۶)

وہ مالکِ ممالکِ محروسہ وِلا
وہ سالکِ مسالکِ اسلام اور ہُدا
وہ موردِ عطا و کرم طالعِ ہما
وہ گردِ راہ سروَر و سردارِ دوسرا

مہر اور داد ماہ کرم ہمدمِ امامؑ
کوہِ اساس سروِ ارم محرمِ امامؑ

محروسہ: (ع) محفوظ ہوا ہو/ولا: (ع) محبت/سالک (ع) راستہ چلنے والا/مسالک: راستے طالع ہما: شاہی نصیبہ
مہر: سورج/ کوہ اساس: (ف) عظیم پہاڑ

(۲۷)

ہر ماہ رُو امامؑ کا اس دم اِدھر اُدھر
اور ولولہ کمال علمدارؑ کو مگر
کھولا علَم کہا کہ دلا کر مہم کو سر
رومال کو ہلا رہا ہر دم وہ گردِ سر

وارد ہوا عدو کہا گھوڑا اڑا اڑا
گردِ سرِ امام اُمم وہ ہما اڑا

ماہ رُو: (ف) چاندی صورت / ولولہ: (ع) جوش / مہم: (ع) جنگ / وارد: داخل / امام اُمم: (ع) امام امت

(۲۸)

ہر دل کو آمد آمدِ سرورؑ کا ڈر ہوا
ہر دم کو ورد آہ اِدھر اور اُدھر ہوا
طالع ہوا وہ مہر طلوعِ سحر ہوا
اور کلمہ و کلام مگر ہم دگر ہوا

وارد ہوا اسد اسدِؑ کردگار کا
سرمہ لگاؤ گردِ سُمِ راہوار کا

طالع: (ع) طلوع ہوا / اسد: شیر / اسدِ کردگار سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ مہر: سورج / ہم دگر: ایک دوسرے سے / وارد: داخل / سُم راہوار: گھوڑے کے نعل

(۲۹)

آرام اور سُرور عدو کو سوا ہوا
دل محو آمد آمد مہر عطا ہوا
ہر ہم دمِ امامؑ کو وہ ولولہ ہوا
اُس دم عَلَم امامؑ دو عالم کھڑا ہوا

ہر دم گُلِ ورد ملا اس امامؑ کو
اور گھوم کر کھڑا ہوا ہر اک سلام کو

عدو: دشمن / سوا: زیادہ / محو: مصروف / مہر: محبت / ہمدم: دوست / ولولہ: جذبہ / گُلِ ورد: گلاب کا پھول / کر

(۳۰)

رُو کو گُلِ مراد کہو اور کِھلا کہو
اور روح طائرِ دلِ اہلِ ولا کہو
اور لمعہ طور کا کہو مہر سما کہو
اور طالعِ مَلک کہو صَلِّ عَلیٰ کہو

اور دل کہہ اس کو سورہ کلامِ الہ کا
مطلع لکھ اس کو مہر کا اور لمعۂ ماہ کا

گُلِ مراد: مراد کا پھول / رُو: صورت / طائر: پرندہ / اہلِ ولا: محبت کرنے والا / لمعہ: (ع) روشنی / مہر سما: آسمان کا سورج /
طالع: قسمت

(۳۱)

سر کر مہم مدحِ سرِ سرورِ ہدا
کس طرح ہمسر اس کا سرِمو ہو دوسرا
اور کلکِ دود لمعۂ طور اس کو لکھ سدا
اس دم مگر معمہ کھلا اُس کلام کا

عمامۂ رسولؐ وہ عالم دھرا ہوا
اللہ کا کلام سراسر کھلا ہوا

سر کرنا: فتح کرنا، مہم: لڑائی، ہمسر: مثال، سرِمو: بال کی باریکی کی طرح، کلک: قلم، دود: دھواں، لمعۂ طور: روشنی طور، معمہ: پہیلی

(۳۲)

مسرور ہر مَلک ہوا اور محو مرد مرد
اعدا کا وہ سرور مگر اہلِ دل کا درد
عالم وہ عکسِ رُو کا کہ دل ہر عدو کا سرد
وہ طور گردِ رہ کہ ہو محلِ طور گرد

مامور ہر مَلک ہوا اُس دم درود کا
ہر سو صدا کہ گرم کرو دَم درود کا

مسرور: خوش، محو: مصروف، اعدا: دشمن، سرور: خوشی، عکس رو: تصویر، مامور: انتظام پر رکھا گیا، دم کرنا: پڑھنا

(۳۵)

وہ لوحِ سر اِدھر اور اُدھر واہ دو ہلال
حاصل ہوا ہلال کو لو ماہ کا وصال
کڑھ کر مگر ہلالِ محرم ہوا ملال
مردم کرو مطالعہ وہ مطلعِ کمال

حاصل مگر سُرور ہو اہلِ کمال کو
لو ورد کر لو سطرِ دعاء ہلال کو

لوحِ سر: پیشانی/ ہلال: پہلی رات کا چاند/ وصال: (ع) ملاقات/ کڑھنا: غصے میں آنا/ مطلعِ کمال: کمال کے عنوان/ سرور: خوشی/ ورد: تکرار کرنا/ دعائے ہلال: وہ دعا جو نیا چاند دیکھ کر پڑھتے ہیں

---

(۳۶)

اس مدح کا ہوا دلِ مدّاح کو ملال
وردا دلِ رسولؐ کا کس طرح ہو گا حال
ہو اور مدحِ لوح کہ اس دم کو ہو کمال
لو دم کرو درود کہو اس کو لوحِ لعل

لکھو مطلّا لوحِ کلامِ الٰہ کو
اور لوحِ سر کا عکس لکھو مہر و ماہ کو

ملال: رنج/ مداح: تعریف کرنے والا/ وردا: افسوس/ کمال: شدید/ لوحِ لعل: ہیرے کی تختی/ مطلّا: سونے سے مزین/ عکس: تصویر/ مہر و ماہ: سورج اور چاند

(۳۷)

مدحِ محلِ مردمِ سرِ ہڈی کہو
ہو دل کو وہ سرور کہ مکروہ دور ہو
حاصل ہو اسم گر سرِ علم و عمل کو لو
مردم کو دود آہ محل کو حرم کہو

عالم سحر کا اور وہ مردم کا واہ واہ
ہر ڈورہ لال اس کا رگ گل سا واہ واہ

مردم سرِ ہڈی سے مراد اہل بیت ہیں/سرور: خوشی/مردم سے مراد یہاں لوگ اور آنکھ کی پتلی بھی لی جا سکتی ہے

(۳۸)

اور حالِ سدِ اوسطِ رُوکم کُھلا دِلا
کس طرح ہمسر اس کا مگر ہو گا دوسرا
مردم کو لا دوا کہو اس کو کہو عطا
اُس کو اگر سمک کہو رُو کو کہو سما

ہر گال کو کہو گُل احمر کِھلا ہوا
کہہ دو وہ لعل و زر کا معما کُھلا ہوا

سد: رکاوٹ/سمک: مچھلی/رو: چہرہ/گل احمر: لال گلاب/لعل: سرخ ہیرا/زر: سونا/معما: پہیلی

(۳۹)

رُو ماہِ کامل اور وہ ہو ہالہ دار اِدھر؟
عالم اِدھر سما کا اُدھر عالمِ سحر
مردم کہو دعائے حصار اس کو ہم دگر
وردا مہم مدحِ گلو کس طرح ہو سر

سروِ ارم امامِ اُمم کا گلو ہوا
اور وسمہ مو کا آہ گلو کا لہو ہوا

رو ماہ کامل: چہرہ چودھویں چاند کی طرح / ہالہ دار: وہ حلقہ جو چاند کے اطراف ہوتا ہے / سما: آسمان / ہم دگر: ایک دوسرے سے / وردا: افسوس / مہم: لڑائی / ارم: بہشت / امام امم: امتوں کے امام۔ وسمہ: خضاب رنگ

(۴۰)

اس دم ہمارا کِلک ہوا ہمدمِ حِسام
کامل ہو مدحِ ماہِ ہدا کم ہوا وہ کام
دل لمعہ اور طور ارم صدر لا کلام
مدحِ کمر کا ہو صلہ دل کو رہا مدام

عالم مگر کمر کا ہو معدوم کس طرح
ہم کو رہِ صراط ہو معلوم کس طرح

کلک: قلم / حسام: تلوار / لمعہ: نور، روشنی / ارم: بہشت / صدر: سینہ / مدام: ہمیشہ / معدوم: غائب ہونا / رہِ صراط: راہ صراط

(۴۱)

لو رولو اور گلو کو کرو ہم دمِ حسام
روزِ عطا و ماہِ کرم ساعدِ امامؑ
گر ہمسر اس کا دوسرا ہو ہو ادا کلام
اللہ کا کرم کہو سرورؐ کو والسلام

اس دم کہو ہما کو حسامِ ملال دو
مردم کہو کہ مردمک حور ڈال دو

ہم دم: ساتھی/ حسام: تلوار/ ساعد امام: امامؑ کی کلائی/ ہمسر: اس کی مثال/ والسلام: سلام کا جواب، تمام شد/
ہما: خوش نصیبی کا خیالی پرندہ/ مردم: لوگ، آنکھ کی پتلی

(۴۲)

واللہ راہوار کو وہم رسا کہو
آہو کو ہم دم اُس کا کہو اور ہوا کہو
دُلدُل کو ہم سر اُس کا کہو گر روا کہو
طاؤس اس کو گاہ کہو گہ ہما کہو

گم کردہ راہ عکس اِدھر اور اُدھر رہا
کوڑا صدا کا اس کو سدا کارگر رہا

واللہ: اللہ کی قسم/ رہوار: گھوڑا/ وہم رسا: بلند اندیشہ/ آہو: ہرن/ ہمدم: ساتھی/ دُلدُل: حضرت علیؑ کا
گھوڑا/ ہمسر: ساتھی/ گر: اگر/ روا: جائز/ طاؤس: مور/ گاہ: بعض وقت/ گہ: بعضے اوقات/ ہما: خیالی پرندہ/ گم کردہ: گم کیا
ہوا/ عکس: تصویر سایہ/ کارگر: موثر/ صدا: آواز/ سدا: ہمیشہ

(۴۳)

وارد ہوا امامِ اُمم حاصلِ کلام
اس دم اُدھر گروہ عمر اور اِدھر امامؑ
اس معرکہ کو سر کرو اعدا کا حکمِ عام
دوڑاؤ راہوار کو کر لو علم حسام

ہر ہر عدو مسلّح اُدھر کو اڑا ہوا
کالا علم گروہ عمر کا کھڑا ہوا

وارد: داخل/امم: امتیں/حاصل کلام: قصہ مختصر/معرکہ: لڑائی/سر کرنا: فتح کرنا/اعدا: دشمن/علم حسام: تلوار بلند کرنا/مسلّح: اسلحے سے آراستہ اڑا ہوا: رکاوٹ ہونا/علم: پرچم

(۴۴)

مکر و حسد اُدھر کو اِدھر مہر اور کرم
دل کو اُدھر سُرُور اِدھر درد اور اَلَم
وہ مار اور مور وہ دو لاکھ اور کم
ہر سو اودھر کو رُخ و حسام و علم علم

اعدا اُدھر کو اور اِدھر ہم دمِ امامؑ
سر گرم معرکہ ہوا ہر دم دمِ امامؑ

مکر: دیا/مہر: محبت/کرم: بخشش/سرور: خوشی/الم: رنج/مار: سانپ/مور: چونٹیاں/ہر سو: ہر طرف/حسام: تلوار/علم: استادہ پرچم/اعدا: دشمن/ ہم دم: دوست/سرگرم: مشغول/معرکہ: لڑائی/ہر دم: ہر لمحہ

(۴۵)

ہر سُو محاصرہ ہوا ہر سُو کو معرکہ
ہر ہمدمِ امامؑ مُوا عرصہ کم ہوا
وہ رمح اور آہ وہ ہمسر رسولؐ کا
وہ حُرملہ اور آہ وہ معصومؑ کا گلا

سروؑر کا دل وہ مرگ علمدارؑ آہ آہ
دولہا کا مردہ اور سُمِ رہوار آہ آہ

ہر سو: ہر طرف رمحاصرہ: گھیراؤ رمعرکہ: لڑائی رہمدم: دوست رموا: مر گیا رعرصہ: وقفہ ررمح: برچھی رہمسر: ساتھی رسرور سے مراد امام حسینؑ رعلمدارؑ سے مراد حضرت عباسؑ رمعصوم سے مراد علی اصغر رحرملہ وہ شقی جس نے تیر سے علی اصغرؑ کو قتل کیا ردولہا سے مراد حضرت قاسمؑ رسُم رہوار: گھوڑے کے نعل

(۴۶)

سر گرم آہ آہ ہوا سروؑر اُمم
دل کو ہوا کمالِ علمدارؑ کا اَلم
اولاد کا الم ہوا گہ صدمۂ حرمؑ
دولہا ہوا ہلاک ہوا آہ دل کو سَم

گاڑا علم کو اور کہا لو آؤ حاسدو
معصومہؑ کو رسولؐ کو رلواؤ حاسدو

سرگرم: مشغول رامم: امتیں رکمال: شدید رعلمدارؑ سے مراد حضرت عباسؑ رصدمہ: رنج ردولہا سے مراد حضرت قاسمؑ رسم: زہر

(۴۷)

صدمہ کمال ہو گا ہمارا رسولؐ کو
معلوم ہو گا معرکہ سارا رسولؐ کو
کس طرح ہو گا ورد گوارا رسولؐ کو
گر ہم کو مارا حاسدو مارا رسولؐ کو

واللہ اس کا معرکہ کل ہو گا حاسدو
واللہ کل ہمارا عمل ہو گا حاسدو

کمال: شدید/معرکہ: لڑائی/عمل: حکومت

(۴۸)

واللہ ہم کو لکھا مکرر کہ آؤ آؤ
مسرور دل ہمارا کرو اور حرم کو لاؤ
ہم کو حلال اور حرام آؤ اور سکھاؤ
لو ماءِ سرد اور ہوا اور طعام کھاؤ

لو لاؤ ماء سرد کھلاؤ طعام کو
آرام دو سُرور دکھاؤ امامؑ کو

واللہ: اللہ کی قسم/مکرر: دوبارہ/مسرور: خوش/ماءِ سرد: ٹھنڈا پانی/طعام: غذا/سرور: راحت، خوشی

(۴۹)

اس طرح لکھو اور کرو اللہ کو گواہ
وہ وعدہ اور وہ عہد کرو اور مکر و آہ
دو ہم کو صدمہ اور اَلم اور ہو سدِّ راہ
اس طرح کا معاملہ کم ہو گا آہ آہ

سودا کرو معاد کا امرِ حلال کا
لو حوصلہ ہوا ہو اگر ملک و مال کا

عہد: پیمان/مکر: ریا/الم: غم/سد راہ: راستے کی رکاوٹ/سودا: کاروبار/معاد: قیامت/امر: حکم/حوصلہ: ہمت

(۵۰)

وہ وعدہ اور وہ مکر و حسد واہ حاسدو
کو مطّلع ہو اور ہو آگاہ حاسدو
اِس دم معاملہ کرو لِلّٰہ حاسدو
مسلم ہو کلمہ گو ہو ڈرو آہ حاسدو

حاصل ملال ہو گا دعا گو کو مار کر
صدمہ کمال ہو گا دعا گو کو مار کر

مکر: ریا/مطّلع: اطلاع حاصل کرنا/آگاہ: جاننا/معاملہ: صلح کرنا/ملال: رنج/صدمہ: رنج/کمال: شدید/دعا گو: دعا دینے والا سے مراد امام ہیں

(۵۱)

لِلّٰہ رحم کھاؤ اور آ کر مدد کرو
اور دور حرص اور طمع اور حسد کرو
حاکم کو لکھو صلح کرو اور کد کرو
اس دم کہا ہمارا کرو اُس کو رَدّ کرو

آرام دو رسولؐ کو ہم کو رہا کرو
آلِ رسولؐ و اہلِ حرمؐ کو رہا کرو

لِلّٰہ: اللہ کے واسطے/طمع: لالچ/کد: تلاش/رد: انکار/رہا کرنا: آزاد کرنا

(۵۲)

لاحد سُرور ہم کو ہو گر ہو ہمارا کام
گر سر ہوا الگ ہوا آرام کو دوام
اسلام محو ہو گا مگر آہ لا کلام
حاکم کو ہو گا آہ ہمارا الم مدام

گم راہ ہو اور آہ کرو ڈر معاد کا
واللہ ہو گا محکمہ کل عدل و داد کا

لاحد: بے انتہا/سرور: خوشی/دوام: ہمیشہ کے لیے/الم: رنج/مدام: ہمیشہ/معاد: قیامت/محکمہ: حساب کتاب/داد: انصاف

(۵۳)

معلوم کر لو حاسدو آدمؑ ہوا ہلاک
آگاہ ہو رسولِؐ مکرم ہوا ہلاک
والد مرا رسولؐ کا ہمدم ہوا ہلاک
ہمسر مرا امامِؑ دو عالم ہوا ہلاک

ہو گا دوام عمر کو کس طور حاسدو
کہہ دو مدام کس کا رہا دور حاسدو

آدم سے مراد حضرت آدمؑ ہیں/ والد سے مراد حضرت علیؑ ہیں/ ہمسر سے مراد امام حسنؑ ہیں۔ دوام: ہمیشہ کی زندگی/ مدام: ہمیشہ کے لیے/ دور: زمانہ

(۵۴)

معلوم ہو گا حال مرا کل کو کم سوا
واللہ ہم کو آہو ملا عرصہ کم لگا
اور حُلّۂ ارم ہوا ہم کو سدا عطا
وارد ہوا ملک مع عمامۂ و ردا

ہم سا امامؑ دوسرا کم ہو گا حاسدو
مورد مگر ہمارا ارم ہو گا حاسدو

کم سوا: کم نظر/ آہو: ہرن/ حلّہ: لباس/ ارم: جنت/ وارد: داخل/ مورد: منزل

(۵۵)

ہو وِرد اہلِ مکّہ کو گو سورہ دہر کا
کہہ دو اگر ہو حال ہمارا لکھا ہوا
مدّاح کردگار ہمارا رہا سدا
کس طرح دوسرا ہو اولو الامر ہم سوا

اور وہم گر ہو لاؤ کلامِ الٰہ کو
اِس دم گواہ مہر کو لو اور ماہ کو

ورد: یاد، مداح: مدح کرنے والا، اولو الامر: ولی۔ دوسرے کے نفسوں پر حاکم، سوا: سوائے، وہم: شک، مہر: سورج، ماہ: چاند

(۵۶)

والد ہمارا سرورِ کُل مالکِ اِرم
طومارِ علم طورِ عمل سرورِ اُمَم
الماسِ حلم و لعلِ وِلا گوہرِ ہمم
مہرِ عطا و ماہِ ہُدا ہالۂ کرم

واللہ رہا وہ محرمِ اَسرارِ کردگار
ہو گا سدا وہ مالکِ سرکارِ کردگار

ارم: جنت، طومار: صحیفہ، امم: اُمتیں، الماس: ہیرا، لعل: سرخ ہیرا، گوہر: موتی، مہر: محبت، عطا: انعام، ہدیٰ: ہدایت، ہالہ: وہ نور کا گھیرا جو چاند کے اطراف ہوتا ہے، محرم: رازدار، اسرار: راز، کردگار: پروردگار، سدا: ہمیشہ، سرکار: سلطنت، ہمم: ہمت کی جمع ہمتیں

(۵۷)

مولد کہو کہ کس کا گھر اللہ کا ہوا
کرّار کس کا اسم دمِ معرکہ ہوا
اور کس کو سرد و گرم دو عالم عطا ہوا
کہہ دو اگر ہوا اسدُاللہ دوسرا

واللہ وہ اسدؐ ہوا محرم رسولؐ کا
ہمسر رسولؐ کا ہوا ہمدم رسولؐ کا

مولد: زچہ خانہ/کرّار: بھگانے والا/معرکہ: لڑائی/اسدُ اللہ: اللہ کا شیر حضرت علیؑ کا لقب/محرم: رازدار/ہمسر: ساتھی/ہم دم: دوست

(۵۸)

مدّاح کردگار ہوا اُس امامؑ کا
مولاؑ وہ کہ و مہ کا ہوا اور عوام کا
مالک ہوا وہ حُور کا دارُالسّلام کا
عالم گواہ ہو گا مگر اس کلام کا

کوہ اس کو حاسدو کہو کُل کو عدس کہو
مولاؑ کہو امامؑ کہو دادرس کہو

مدّاح: تعریف کرنے والا/کردگار: خدا، مالک عالم/کہ: ذرہ/دارالسلام: بہشت/عدس: لال دال/دادرس: انصاف کرنے والا

(۵۹)

روداد حملۂ اسدُاللہ کہو مگر
وہ معرکہ وہ دورِ حصار اور وہ اُس کا در
وہ کوہ سا عدو کہ ہو عالم کو اس کا ڈر
للکار کر ہوا اسدُاللہ حملہ ور

آ کر کھڑا ہوا علم احمدؐ کا گاڑ کر
اور روکا وار کو درِ محکم اکھاڑ کر

روداد: قصہ/ اسدُاللہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں/ معرکہ: لڑائی/ دورِ حصار: فصیل قلعہ/ عدو: دشمن/ محکم: مضبوط

(۶۰)

محوِ کلام اُدھر کو وہ روحِ دلِ رسولؐ
صدمہ اِدھر گروہِ عمر کو ہوا حصول
اُس دم عمر کمال ڈرا اور ہوا ملول
آ کر کہا: کلام کو کم دو امامؑ طول

گر حوصلہ ہو صلح کا لو عہد دو امامؑ
محکوم حکم حاکم اسلام ہو امامؑ

محو: مشغول/ حصول: حاصل ہونا/ کمال: شدید/ ملول: رنجیدہ/ طول: لمبا/ عہد: بیعت/ محکوم: گرفتار، مجرم

(۶۱)

لَلکارا وہ امامؑ کہ او مصدرِ حرام
محکوم ہو گا حاکمِ مردود کا امامؑ
گر اس طرح کا ہو گا ادا دوسرا کلام
سر ہو گا اس گروہ کا واللہ اور حسام

اللہ کا عدو ہو وہ ہمسر ہمارا ہو
اوّل وہ امر کس طرح ہم کو گوارا ہو

مصدرِ حرام: نسلِ حرام/محکوم: مجرم/حسام: تلوار/عدو: دشمن/ہمسر: ساتھی/امر: بات

(۶۲)

وہ حرص ہم کرم وہ طمع اور ہم عطا
ہم طور وہ گروہِ سحر اور ہم دعا
ہم لمعہ اور وہ دود وہ درد اور ہم دوا
طاؤس ہم وہ مار وہ سگ اور ہم ہُما

گمراہ اس کو ہم کو کہو سالکِ وِداد
مردود اس کو ہم کو کہو مالکِ وِداد

حرص: لالچ/کرم: بخشش/طمع: لالچ/عطا: بخشش/سحر: جادو/لمعہ: روشنی، چمک/دود: دھواں/طاؤس: مور/مار: سانپ/سگ: کتا/ہما: ایک خیالی پرندہ جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ جس کے سر پر سے گزر جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے/سالک: نیک بندہ/وداد: دوستی/مردود: رد کیا ہوا

(۶۳)

گمراہ اُس دم آگ ہُوا ارو کو موڑ کر
للکارا گھوڑا ڈال کر اُس دم اِدھر اُدھر
اور ہر سوار کو کہا: محکم کرو کمر
آؤ رسالہ دار کرو اس مہم کو سر

کاوا لگاؤ گرم کرو راہوار کو
لو ملک و مال مار لو گر اس سوار کو

آگ ہونا: غصے میں بھرنا / ارو: دُرُخ / محکم: کس کر / رسالہ دار: فوجی دستہ / مہم: لڑائی / سر کرنا: جیتنا / کاوا: ایڑی / راہوار: گھوڑا / گرم کرنا: آمادہ کرنا

(۶۴)

صمصام کو علم کرو آؤ دلاورو
لو حملہ ور ہو گھوڑا اڑاؤ دلاورو
اور ہم کو طور حملہ دکھاؤ دلاورو
لو راہ اور وار لگاؤ دلاورو

وسواس دل کا دور کرو اس کو مار کر
آرام اور سرور کرو اس کو مار کر

صمصام: تلوار / دلاور: شجاع / وسواس: (ع) وہم / سرور: خوشی، مسرت

(٦٥)

الماس اور گہر لو صلہ اور لعل لو
گھوڑا لو اور علم لو رسالہ لو ڈھال لو
واللہ مہر ملک لو صدہا محال لو
محصولِ ملک دام و درم ماہ و سال لو

سرَ لاؤ اس کا مار لو اس دل ملول کو
حاکم کو دو سُرور رُلاؤ رسولؐ کو

الماس: ہیرا / **گہر**: موتی / **صلا**: انعام / **لعل**: سرخ ہیرا / **رسالہ**: فوجی دستہ / **مہر**: محبت / **محال**: ناممکن / **محصول**: ٹیکس / **حصول** / **دام**: جانور / **درم**: درہم / **ماہ**: مہینا

(٦٦)

اور ہو گا مالدار وہ سردارؔ دو سرا
محصول ملک و مال کا اس کو سدا ملا
واللہ ہو گا مال اِدھر اور اُدھر دَھرا
لو اس کو مار اور لو مالِ حرم سرا

اس گھر کو گھس کر آگ لگا دو دلاورو
سر کھول دو حرم کا رُلادوؔ دلاورو

محصول: ٹیکس / **حرم سرا**: سے مراد اہل بیتؑ ہیں / **سدا**: ہمیشہ / **واللہ**: اللہ کی قسم

(٦٧)

دل اُس گروہ کا ہوا آمادۂ ہوس
آمادہ ہر عدو ہوا اُس دم کمر کو کس
حکمِ عمر ہوا کہ الگ ہو سوار دس
اور دل ملول اُدھر کو وہ عالم کا داد رس

گُہرام اِدھر اُدھر کو کہ لاؤ سرِ امامؑ
سر گرمِ آہ آہ مگر مادرِ امامؑ

ہوس: لالچ / عدو: دشمن / کمر کستا: تیار ہونا / ملول: رنجیدہ / دادرس: انصاف کرنے والا / کہرام: غُل / سرگرم: مصروف / مادر امامؑ سے مراد حضرت فاطمہؑ ہیں

(٦٨)

وارد ہوا محلّۂ دارم کا مالدار
اہم اس کا ورعہ معرکہ آرا وہ کردہ کار
ہمراہ سو سوار مدد کو ممدِّ کار
کوہِ حسد وہ اور وہ رہوارِ کوہسار

آ کر کہا کہ حکم گر اس دم عمر کا ہو
واللہ کام سرورِؑ والا گہر کا ہو

وارد: داخل / معرکہ آرا: جنگجو / کردہ کار: تجربہ کار / ممدکار: مدد کے لیے حاضر / واللہ: اللہ کی قسم / والا گہر: جوہر بلند صفت / سرور سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں

(۶۹)

مسرور دل عمر کا ہوا اور کہا کہ آؤ
ہمراہ سو سوار لو اور عرصہ کم لگاؤ
کر لو علم حسام کو رہوار کو اوڑاو
لو ملک ومال لعل و گہر اور سر کو لاؤ

عالم کو ہو سُرور کہ درد و ملال ہو
اس دم مگر ہلاک اسدُ اللہ کا لال ہو

مسرور: خوش / عرصہ: وقفہ / حسام: تلوار / علم کرنا: استادہ کرنا / رہوار: گھوڑا / لعل و گہر: ہیرے موتی / سرور: خوشی / ملال: رنج / اسدُ اللہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں

(۷۰)

کر کر وداع عمر کو وہ ورع ہوا سوار
گرم اس طرح ہوا کہ ہوا گردِ راہوار
سر کھ ہوا امامؑ کا آ کر وہ کوہسار
سر کو ہلا ہلا کہا اوّل ہو کس کا وار

گھوڑا اودھر کھڑا ہوا اس اسوار کا
درہم ہوا اسد اسدِ کردگار کا

گرم ہونا: آمادہ ہونا / رہوار: گھوڑا / اسد: شیر / اسدِ کردگار: خدا کا شیر (حضرت علیؑ کا لقب)

(۷۱)

للکار کر کہا کہ لگا وار او عدو
کر رام گھوڑا اور ہو ہموار او عدو
دکھلا کمال ہم کو وہ کروار او عدو
سر کر مہم کار کو آ مار او عدو

کس کام کا وہ دل کہ کمال اُس کو ڈر ہوا
معلوم ہو گا حال الگ کس کا سر ہوا

عدو: دشمن/ رام کرنا: بہلانا/ کمال: ہنر/ سر کرنا: جیتنا/ مہم کار: لڑنے والا/ کو/ کمال ڈر: شدید ڈر

(۷۲)

ڈر کر کمال ورنہ ادھر حملہ ور ہوا
اور سر اُدھر کو ہمسرِ معصومہؑ کا کھلا
گہہ آہ مار کر کہا رو سرورِؐ ہدا
گہہ سر کو کھول کر کہا لوگو کرو دعا

لِلّٰہ دو صدا اسدؑ کردگار کو
لو آڑ کرلو ڈھال کو اور روکو وار کو

سرور ہدیٰ سے مراد رسولؐ خدا ہیں/ للّٰہ: اللّٰہ کے واسطے/ صدا: آواز/ اسدؑ کردگار: خدا کا شیر، حضرت علیؑ کا لقب۔

(۷۳)

اُس دم دلِ امامؑ اِدھر گاہ گہے اُدھر
وار اس کا روکا روح کو صدمہ ہوا مگر
اس دل ملول کو کہا: رو آہ مار کر
سرکو دعا کرو کہ کر اللہ مہم کو سر

للکار کر کہا کہ عدو اَور وار کر
مردود الگ کھڑا ہوا صمصام مار کر

گہے: بعض وقت یا کبھی/ملول: رنجیدہ/مہم: لڑائی/عدو: دشمن/مردود: رد کیا ہوا/صمصام: تلوار

(۷۴)

وار اُس کا روک کر وہ اسدؑ حملہ ور ہوا
کر کر علم حسام دو دم کو کہا کہ آ
مردود وار روک ہمارا وہ سر اوڑا
گر دل کو اور حوصلہ ہو وار کو لگا

اُس دم کمال ڈر ہوا اُس کو حسام کا
گو سرکا وہ مگر ہوا سر گھر حسام کا

اسدؑ: شیر/حسام دودم: دودھاری تلوار ذو الفقار/کمال ڈر: شدید ڈر/حسام: تلوار

(۷۵)

اُس دم لگا وہ وار کہ کر ڈالا سرکو دو
کر ڈالا سر کو دو کہ سراسر کمر کو دو
کر ڈالا واہ واہ سگِ حملہ ور کو دو
رہوار اِدھر کو دو ہوا اسوار اُدھر کو دو

وار اس دم اس امام کا وہ کارگر ہوا
آدھا عدو اِدھر ہوا آدھا اُدھر ہوا

سراسر: تمام تر/ سگ: کتا/ رہوار: گھوڑا/ اسوار: سوار/ کارگر ہوا: کامیاب ہوا/ عدو: دشمن

(۷۶)

اُس دم ہوا دلِ عمرِ سعد کو ملال
ڈر کر کہا کہ واہ ہوا اس طرح کا حال
گر ہر سوار الگ الگ اس دم لڑا کمال
ہو گا ہلاک کس طرح معصومہؓ کا وہ لال

حملہ ہو کُل کا وار ہو ہر سُو حسام کا
مل کر لڑو کہ کام ہو اس دم امامؑ کا

ملال: غم/ حسام: تلوار/

(۷۷)

کر کر صلاح ہم دگر اس دم کہا کہ آؤ
مل کر لڑو امامِ اُمم کو نگر گراؤ
وارِ حسام و رمح و علم دوڑ کر لگاؤ
اہلِ حرم کو ہمسرِ معصومہؑ کو رُلاؤ

الہام امامؑ کو ہوا اس دم کہ لو حِسام
دل کھول کر امامؑ لڑو اور کرو حِسام

صلاح:مشورہ/امم: اُمتیں/حسام:تلوار/رمح:برچھا/الہام:غیبی بات دل میں آنا

(۷۸)

کس کر کمر کو معرکہ آرا ہوا اسدؑ
اور کر دعا کو دَم کہا اللہ کر مدد
للکارا اس طرح کہ ہوا گم دِل حسد
صحرا ہلا ہُوا ہُوا ہر دام اور دَد

ہرسو کہ حملہ ور وہ امامِ ہدیٰ ہوا
رہوار ہر سوار کا ڈر کر کھڑا ہوا

کمر کسنا: آمادۂ لڑائی ہونا/معرکہ:لڑائی/اسد: شیر سے مراد امام حسینؑ ہیں/دام: جانور(چرندے)/دد: درندے/سُو: طرف/امامِ ہدیٰ: امام حسینؑ/رہوار: گھوڑا

(۷۹)

اُس دم حسام گاہ اِدھر اور گہہ اُدھر
گہہ مارا اس سوار کو گہہ اُس کو دوڑ کر
دم ٹُکڑا اِس عدو کا گرا اُس عدو کا سر
اِس کو ہوا ملال ہوا اُس عدو کو ڈر

اس طرح محوِ سروَرِ والا گہر ہوا
وہ روکا اس کو مارا اُدھر حملہ ور ہوا

گہہ: بعض اوقات/ملال: رنج/محو: مشغول/والا گہر: بلند مرتبہ

(۸۰)

دلاّلِ مرگ کا دمِ حملہ ہوا وُرود
سوداگرِ عدم کو ہوا ہر طرح کا سود
وارِ حسام سکہ و درہم دلِ حسود
املاک اور حسد کا ہوا صرۂ دل کا دود

ہر اک عدو ہلاک ہوا اسم حک ہوا
رُو کالا ہو کر اہل حسد کا محک ہوا

دلاّل: معاملہ کرنے والا/ورود: داخلہ/سوداگر: تاجر/عدم: مرگ/سود: فائدہ/حسام: تلوار/صرّہ: تھیلی/حک ہوا: کھدا ہوا/محک: پتھر جس پر گھس کر سونا پرکھا جاتا ہے

(۸۱)

وردِ ملک ہوا الملک الامام
ہم دم امامؑ کا دمِ حملہ دمِ حسام
اس دم ہوا وہ کام ہوا ہر عدو کا کام
ہر سو ہوا حسام دو دم کا کلام عام

راہ عدم کا او عمرِ سعد وہم کر
رو وار کر حسام کا آ سہم سہم کر

ورد: تکرار / ہم دم: ساتھی / حسام دودم: ذوالفقار / راہ عدم: موت کا راستہ / وہم: خوف / رو: رد کرنا: ختم کرنا / حسام: تلوار / سہم: خوف

(۸۲)

محصول دو حسام کا سردارو سر کو لاؤ
لو آؤ اور حملہ کرو اور سر گراؤ
مولا کو ماءِ سرد دکھا کر کہا کہ آؤ
کر لو علم حسام کو رہوار کو اڑاؤ

آ آ کر اور وار لگاؤ امامؑ کو
دکھ دو الم دو اور رلاؤ امامؑ کو

محصول دو: انعام دو / حسام: تلوار / ماءِ سرد: ٹھنڈا پانی / علم کرو حسام: تلوار بلند کرو / الم: رنج

(۸۳)

حاصل ہوا حسام کو محصولِ حملہ کم
سرداڑ کا سر اور علمداڑ کا علم
دل اہلِ دل کا اور حسامِ دُو دَم کا دم
لوہا سلاح کا حسد و مکر کالعدم

ملکِ عدم ہلاک ہوا دم عوام کا
اس دم رہا امامؑ کا دم اور حسام کا

محصول: محصول/سلاح: اسلحہ/کالعدم: شمل نہ ہونے کے/ملکِ عدم: قبرستان

(۸۴)

ہر سو گرا لہو ہوا صحرا لہو لہو
اور دم ہوا حسام دُو دَم کا لہو لہو
سارا ہوا امامؑ کا گھوڑا لہو لہو
ہر دم لہو لہو دلِ اعدا لہو لہو

سر لال لال اہلِ حسد کا گرا ہوا
ہر سو کو واہ لالۂ احمر کِھلا ہوا

لہو: خون/حسام: تلوار/اعدا: دشمن/سُو: طرف/لالہ احمر: لال پھول/حسام دودم: دو دھاری تلوار

(۸۵)

ہر سو صدا کہ رحم کرو سرورِ ہدا
ہر کلمہ گو ہلاک ہوا وا محمدؐ
اس طرح اور حملہ ہوا گر امامؑ کا
عالم ہوا ہلاک کہو کس کا دم رہا

روکو حسامِ سرورؑ عالم کا واسطہ
معصومہ امامؑ مکرم کا واسطہ

صدا: آواز، سرورِ ہدیٰ سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں، حسام: تلوار

(۸۶)

وہ رحم دل امامؑ وہ ہر کلمہ گو کا حال
کر رحم روکا وار کو دل کو ہوا ملال
سر ڈال کر کھڑا ہوا معصومہؑ کا وہ لال
رو کر کہا کہ آہ ہوا دردِ دل کمال

لو آؤ ہم کو مارو کہ حاصل سُرور ہو
سر ہو الگ کہ درد و الم دل کا دور ہو

کمال: شدید، سرور: مسرت، خوشی، الم: رنج

(۸۷)

ہم دم ہلاک اور مدد گار ہو ہلاک
ہم رو رسولؐ کا مرا دلدار ہو ہلاک
آرام کس طرح ہو علمدارؑ ہو ہلاک
ہر مخوِ راہ داورِ دادار ہو ہلاک

صدمہ ہو کس کا کس کا گوارا امامؑ کو
ہو آہ آہ کس کا سہارا امامؑ کو

مخوِ راہ: راستے پر چلنے والا/داور دادار: انصاف کرنے والا خدا

(۸۸)

کس کس کو کھوکر آہ امامِ اُمم رہا
آرام کس طرح رہا کس طرح دم رہا
ہر لحہ ہم کو صدمہ ہوا اور اَلم رہا
عالم کا ہم کو حوصلہ واللہ کم رہا

آرام ہو ہمارا اگر آہ کام ہو
سوکھا ہوا گلا ہو مرا اور حسام ہو

امامِ اُمم: امتوں کے لیے امام/الم: رنج/حسام: تلوار

(۸۹)

اور کہہ کہا کہ آؤ علمدارؑ ہو کدھر
آؤ کرو وداع مددگار ہو کدھر
آمادہ مرگ کا ہوا سردار ہو کدھر
لو آؤ روکو وار کو دلدار ہو کدھر

ہر سو محاصرہ ہوا آ کر مدد کرو
اعدا کو روکو وار کو دلدار رد کرو

گہ: بعضے اوقات/وداع: رخصت/مددگار: مدد کرنے والا/آمادہ: تیار/محاصرہ: گھیرا/اعدا: دشمن/دلدار: دلبر

---

(۹۰)

محوِ ہلاک اِدھر کو امامؑ ہدیٰ ہوا
اعدا کا آہ گرم اُدھر معرکہ ہوا
اَسوار گرد اور وہ سرورؑ کھڑا ہوا
ہر دل کو ولولہ ہوا اور حوصلہ ہوا

اور ہم دِگر کلام کہ مارو امامؑ کو
حملہ کرو گراؤ سوارو امامؑ کو

محو: مشغول/اعدا: دشمن/معرکہ: لڑائی/ولولہ: جوش/حوصلہ: ہمت/ہم دگر: ایک دوسرے

(۹۱)

مُسرور ہر سوار رُلا کر امامؑ کو
للکارا گہہ وہ گھوڑا ملا کر امامؑ کو
دوڑا اُدھر وہ وار لگا کر امامؑ کو
اور مارا آہ سہم دکھا کر امامؑ کو

گہ وار رمح کا لگا اور گہہ حسام کا
اور آہ آہ کر رہا دل اس امامؑ کا

مسرور: خوشی / سہم: تیر / رمح: برچھا / حسام: تلوار

(۹۲)

کھا کر وہ وار آہ امامؑ اُمم گرا
سر ڈال کر وہ سرورِ والا ہمم گرا
ماہِ رسولؐ و مالکِ حُور و ارم گرا
سالارِ کُل کا رہ رَوِ مُلکِ عدم گرا

وردا اُدھر وہ سرورِ والا گہر گرا
عمامۂ رسولِؐ دو عالم اِدھر گرا

امامِ اُمم: امتوں کے امام / ماہ: قمر / ارم: جنت / سالارِ کُل: سپہ سالار / ملکِ عدم: آخرت / وردا: افسوس / والا گہر: عالی مرتبت

(۹۳)

کہرام آہ آہ اِدھر اور اُدھر ہوا
سر اُس دم آہ ہمسرِ معصوٗمہ کا کھُلا
گہہ رُو کو موڑ کر کہا: سروٗر مُوا مُوا
گہہ آہ مار کر کہا کوہِ الم گرا

گہہ دھول اڑا کر آہ کہا: وا محمدؐا
آوٗ ہلاک امامؑ ہوا وا محمدؐا

کہرام: غل رُو: رخ رمُوا: مرا رالم: رنج

(۹۴)

والد کدھر ہو مادرِ اطہر کدھر ہو آوٗ
سروٗر کا آہ کام ہوا ماءِ سرد لاوٗ
حل آ کر اس مہم کو کرو داد کو دلاوٗ
ڈھارس دو ہم کو رحم کرو عرصہ کم لگاوٗ

لو والدہ وہ سرد لہو ڈال کر ہوا
لِلّٰہ آوٗ آوٗ الگ اس کا سر ہوا

ماءِ سرد: ٹھنڈا پانی رمہم: لڑائی رداد: انصاف رڈھارس: تسلی رعرصہ: وقت رسرد ہوا: مرجانا رلِلّٰہ: اللہ کے واسطے

(۹۵)

مڑ کر کہا کہ او عمر سعد رحم کھا
ہو گا حصول مار کر اس کو الم سوا
احمدؐ کو مارا آہ گر اس کا لہو ہوا
وردا حسام اور وہ سوکھا ہوا گلا

آکر ہمارا کار رِہا کر امامؑ کو
اللہ ہم کو مار رِہا کر امامؑ کو

حصول: حاصل/الم: رنج/وردا: افسوس/حسام: تلوار/کار: کام/رہا: آزاد/للہ: اللہ کے واسطے

(۹۶)

گہہ اُس امامؑ کو کہا لِلّٰہ رُو دکھاؤ
دھلواؤ گرد اور لہو رُو کا آؤ آؤ
آ کر وداع ہم کو کرو اور ردا اُڑھاؤ
لِلّٰہ ہم کلام ہو اور آہ سر ہلاؤ

لو آہ راہِ ملکِ عدم ہم کو مار کر
ہمراہ دل ملول کو لو وار وار کر

گہہ: بعضے اوقات/للہ: اللہ کے واسطے/رُو: صورت/وداع: رخصت/ردا: چادر/ملک عدم: وہ مقام جہاں آدمی مرنے کے بعد جاتا ہے/ملول: رنجیدہ

(۹۷)

اُس دم ہوا الم وہ سوا اُس امامؑ کو
رو کر کہا کہ اہلِ حرم کو دلاسا دو
اللہ کا آسرا کرو اور آہ کم کرو
سر کو ردا کو ہمسرِ معصومہؑ اوڑھ لو

دل کو ملال ہو گا اُدھر رُو کو موڑ لو
سرورؑ حلال ہو گا اُدھر رُو کو موڑ لو

الم: رنج/ سوا: زیادہ/ اہلِ حرم: اہلِ بیتؑ/ دلاسا: پرسا/ ردا: چادر/ ہمسرِ معصومہؑ: حضرت زینبؑ/ رو: صورت/ حلال ہونا: ذبح ہونا/ سرورؑ سے مراد امام حسینؑ ہیں۔

(۹۸)

کر کر علم حسام کو وارد عدو ہوا
دردا وہ سگ سوار ہو صدرِ امامؑ کا
دکھلا کر اُس کو آہ وہ سوکھا ہوا گلا
رو کر کہا کہ مار مگر ماء سرد لا

رَدّ کر کر آہ آہ سوالِ امامؑ کو
رکھ دھار رگڑا آہ مکرّر حسام کو

حسام: تلوار/ وارد ہوا: نکل آیا/ عدو: دشمن/ دردا: افسوس/ سگ: کتا/ صدر: سینہ/ ماءِ سرد: ٹھنڈا پانی/ رد کرنا: نہ ماننا/ مکرر: ایک سے زائد بار/ حسام: تلوار

(۹۹)

لو اہلِ دردو امامؑ دو عالم ہوا ہلاک
رو لو کہ وہ امامؑ مکرم ہوا ہلاک
مولا ہمارا ہمسرِ آدمؑ ہوا ہلاک
کہہ کہہ کر آہِ سرد وہ اُس دم ہوا ہلاک

دردا کہ وا اُدھر سرِ اہلِ حرمؑ ہوا
اور سر اِدھر امامِ اُمم کا علم ہوا

امامِ مکرم: کرم کرنے والا امام/ہمسر: مثال/دردا: افسوس/اہلِ حرم: اہلِ بیت/امامِ امم: امتوں کے امام

(۱۰۰)

معصومہؑ کا ورود ہوا اس دم آہ آہ
گر گر کر اور آہ اُڑا کر وہ گردِ راہ
سر کھولا سارا اور کہا اللہ رہ گواہ
مل کر لہو گلو کا کہا مرسلِ الٰہ

لو آؤ داد دو کہ مرا لاڈلا موا
معصومؑ اس دم آہ مرا دوسرا موا

معصومہؑ سے مراد حضرت فاطمہؑ ہیں/ورود: داخلہ/گردِ راہ: راستے کی خاک/مرسلِ الٰہ: اللہ کے رسولؐ/
داد دو: تعریف کرو/موا: مر گیا

(۱۰۱)

ہو گا عطآر اسمِ معرّا ہمارا عام
کس کس کا اس طرح کا مسلّم ہوا کلام
روک آہ کلک کو کہ ہوا اہلِ دل کا کام
اس دم محلِ دعا کا ہوا کہہ کہ آؤ امامؑ

ہم کو صلہ کلام کا اس دم عطا کرو
لِلّٰہ کام دل کا ہمارا روا کرو

اسمِ معرّا: سادہ نام / کلک: قلم / صلہ: انعام / لِلّٰہ: اللہ کے واسطے / روا: جائز، قبول

مختصر حالاتِ زندگی

نصرتؔ (مددؔ)

نام	:	یعقوب علی خان
تخلّص	:	نصرتؔ۔ مددؔ (غیر منقوطہ)
شہرت	:	قاری یعقوب علی خان
ولادت	:	۱۸۳۶ء
وفات	:	۱۹۲۹ء
وطن	:	لکھنؤ
کمالات	:	۱۔نہایت ذی استعداد شاعر۔
		۲۔مستند استادِ فن۔
		۳۔علمِ عروض وقافیہ کے مسلم الثبوت استاد۔
		۴۔اردو، فارسی، عربی اور ہندی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔
		۵۔صنعتوں کے بادشاہ، قادر الکلام شاعر۔
جوہرِ ذاتی	:	۱۔عالم دین۔
		۲۔قاری۔
		۳۔حافظ قرآن۔
		۴۔مفسر قرآن۔

۵۔ شاعر آلِ عبا۔

۶۔ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ شخصیت۔

تصانیف:

حیات کا نصف سے زیادہ حصہ مداحیِ اہلِ بیت پر تمام کر دیا۔ فن شاعری کے ہر گوشے میں کمال حاصل کیا۔ قطعات، رباعیات، مراثی اور سلاموں کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں نام پیدا کیا۔ ایک درجن سے زیادہ مراثی صنعتوں کے زیور آلات سے مزیّن ہیں۔ بعض مراثی شائع ہوئے لیکن بیشتر ابھی شائع نہیں ہوئے۔ راقم کی کوشش یہ ہے کہ تمام مراثی اور مجموعہ کلام کو بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ کرے۔

رباعیات

(قاری یعقوب علی خان نصرتؔ مددؔ)

رباعی مناجاتی

مدّاح امامؑ دوسرا کا ہو مَدَد
ممدوح مہ و مہر سما کا ہو مَدَد
لکھ مصرع اوّل وہ سرِ لوح و کِلک
مورد کرم و مہر و عطا کا ہو مَدَد

مداح: تعریف کرنے والا/ امامؑ دوسرا سے مراد حضرت علیؑ ہیں/ ممدوح: جس کی مدح کی جائے/ مہ و مہر: چاند اور سورج/ سما: آسمان/ لوح: تختی/ کِلک: قلم/ مورد: باعث/ مہر و عطا: محبت و بخشش

رباعی مناجاتی

ہر کام روا ہر دلِ آدم کا ہو
موردِ الم ماہِ محرم کا ہو
حرص و ہوسِ حور و اِرم ہو دل کو
مدّاح مَدَد سرور عالم کا ہو

روا: بنے، جائز/ مورد: باعث، وجہ/ مدّاح: تعریف کرنے والا/ مَدَد سے مراد شاعر قاری یعقوب علی خان نصرت مدد ہیں۔

رباعی

گر ملکِ عدم ہم کو گوارا ہو گا
دل کو اسدؒاللہ کا سہارا ہو گا
معصومؑ ہر اک ہو گا دمِ مرگ مَدَد
اللہ مددگار ہمارا ہو گا

ملکِ عدم: آخرت کا دور/ اسد اللہ: حضرت علیؑ کا لقب (اللہ کا شیر)/ مَدَد: مددگار/ مدد: تخلص یعقوب علی نصرت مدد

سلام

دلا مداحِ سردارِ امم ہو

(قاری یعقوب علی خان نصرتؔ مدؔد)

سلام

دِلا مدّاحِ سردارِ اُمَم ہو
صلہ اس کا عطا حُور و اِرم ہو

اگر مدحِ علمدارؑ و عَلم ہو
دِلا سردارِ عالم کا کرم ہو

دلا صمصامِ سرورؑ گر قلم ہو
عدو ہر رَہروِ مُلکِ عدم ہو

دلا ہر اک سلام اس طرح کا لکھ
سُرورِ سرورؑ والا ہِمَم ہو

سُرور آرام ہو دل کو دمِ مرگ
امامِؑ دوسرا کا گر اَلم ہو

اُدھر حُر کو ہوا صدمہ کہا لو
ولد آؤ مددگارِ حرم ہو

لکھا کر مدحِ سردارِ دو عالم
دلا گر حرصِ حور حرص اِرم ہو

امامِ دوسرا محصور ہو آہ
دلِ آلِ محمدؐ کو الم ہو

عمر للکارا: سرورؑ کو گراؤ
اگر طمع دُر و مال و درم ہو

گھرا صد آہ احمدؐ کا ہو دلدار
حسام سہم و سردارِ اُممؑ ہو

گروہِ عام اعدا ہو سرِ راہ
گھلا دروا سرِ اہلِ حرمؑ ہو

الگ سر اور دھڑ سرورؑ کا ہو آہ
دلِ معصومؑ کو درد و الم ہو

اگر ہو مہرِ سردارؑ دوعالم
مہم حل سہل ہر امرِ اہم ہو

اِدھر آمادۂ حملہ ہو عسکر
اُدھر سردارؑ و سرورؑ کا کرم ہو

محمدؐ اور معصومہؑ کا دلدار
گلا اس کا ہو صمصامِ دو دم ہو

مددؔ اس طرح رو رو کر دعا کر
امامِ دوسرا رحم و کرم ہو

لغات سلام:

دلا: (ف) اے دل/سردار امم: (ف ع) امت کا سردار/صلہ: (ع) انعام/ارم: (ع) بہشت/صمصام: (ع) تیز تلوار/ملکِ عدم: (ع) وہ مقام جہاں آدمی مرنے کے بعد جاتا ہے/سرور: (ع) خوشی/والاہمم: (ف۔ ع) بلند ہمت والے/الم: (ع) غم/طمع: (ع) حرص/زر: (ع) سونا/درم: (ع) چاندی کا سکہ، روپیہ/سم: (ع) تیر/دردا: (ف) افسوس/رھزن: (ھ) لٹیرا/بم: (ف) معرکہ/عسکر: (ع) فوج

مرثیہ

مدّاح ہوا کِلک امامؑ دوسرا کا

۵۰ بند

در حالِ امام حسینؑ

(قاری یعقوب علی خان نصرتؔ مدؔد)

(۱)

مدّاح ہوا کلکِ امامؑ دو سرا کا
مسرور ہو دل لکھ کلمہ صلِّ علا کا
مطلع ہو کہ عالم ہو مہ و مہر سما کا
مدّاح ہو موردِ کرم و مہر و عطا کا

سردارِ دو عالم کا اگر رحم و کرم ہو
اس مدح کا واللہ صلہ حُور و اِرم ہو

مدّاح: تعریف کرنے والا/ کلک: قلم/ امامِ دوسرا سے مراد امام حسینؑ ہیں/ مسرور: خوش/ صلِ علی: درود ان پر/ مطلع: غزل قطعے، قصیدے وغیرہ کا پہلا شعر/ مہ: چاند/ مہر: سورج/ سما: آسمان/ مورد: باعث/ کرم: بخشش/ مہر: محبت/ واللہ: اللہ کی قسم/ صلہ: انعام/ ارم: جنت

(۲)

سردارِ دو عالم اسدُاللہ کا دلدار
مدّاح کا مولا مَلک و حُور کا سردار
حلّالِ مہم اور دوعالم کا مددگار
مالک کا ہوا حکم رسولؐ اس کا ہو رہوار

ممدوح ہوا مہر و مہ و لوح و سما کا
اور حامد و محمود رسولِؐ دوسرا کا

اسداللہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں/ دلدار: دلبر/ حلالِ مہم: لڑائی کو حل کرنے والے/ رہوار: گھوڑا، سواری/ مہر: سورج/ مہ: چاند/ سما: آسمان/ حامد: تعریف کرنے والا/ محمود: جس کی تعریف کی گئی ہو

(۳)

دردا دہم ماہ محرم کو وہ معصومؑ
حاکم ہو مگر ہو عمرِ سعد کا محکوم
اماء ہو ورد اور ہو صد آہ وہ محروم
ہو عسکر و ہر اہلِ ولا مردہ و معدوم

داماد و ولد اور علمدارؑ کا ہو ورد
ہر ہمدم و ہمدرد و مددگار کا ہو ورد

دردا: افسوس/محکوم: گرفتار/محروم/اماء: پانی/ورد: تکرار/عسکر: فوج/معدوم: فنا/ہمدم: دوست

(۴)

دس لاکھ عدو گم رہ و مکار اُدھر آہ
اک سرورؑ و سردارؑ دو عالم کا اِدھر آہ
ہر دم الم اولاد کا وہ حالِ دگر آہ
صدمہ وہ علمدارؑ کا وہ دردِ کمر آہ

وہ دل کہ ہر اک ہمدم و دلدار کا صدمہ
صد آہ وہ داماد و مددگار کا صدمہ

عدو: دشمن/الم: غم/ہمدم: ساتھی

(۵)

للکارا عدو اک کہ امامؑ آؤ ادھر کو
دکھلاؤ حواس اور ہر اک وار کو روکو
صمصام کو لو ولولۂ حملہ اگر ہو
مُردہ دلِ اطہر ہو اگر راہِ عدم لو

اک مرد ہو گر ہمدم و دلدار ہو آ کر
اس دم دمِ حملہ وہ مددگار ہو آ کر

عدو: دشمن/صمصام: تلوار/ولولہ: جوش، جذبہ/اطہر: پاک/راہ عدم: فنا کی راہ/ہمدم: ساتھی/دلدار: دلبر

(۶)

گر حوصلہ ہو سرورؑ و سردارؑ اُمَم کو
آمادۂ حملہ ہو کرو دُور کرم کو
ہو دھاک علم گر کرو صمصام دو دم کو
معلوم اسدؓاللہ کا ہو معرکہ ہم کو

کامل ہو دلاور ہو اگر وار ہو روکو
کرّار ہو کرّار ہو کرّار ہو روکو

امم: امتیں/کرم: بخشش/دھاک: خوف/صمصام: تلوار/معرکہ: لڑائی/کرار: بھگانے والا، حضرت علیؑ کا لقب

(۷)

اک گُرد اُدھر کا ہوا گر حملہ ور آ کر
صمصام کا اک وار ہو حملہ ہو مکرّر
گُرد و مع رہوار ہو وہ گُردِ دلاور
ہمسر ہو وہ آ کر کہ ہو کہسار کا ہمسر

اک وار گر اس کا ہوا سالار کو مارا
ہو دھوم کہ لو سرورؑ و سردارؑ کو مارا

گُرد: پہلوان/صمصام: تلوار/مع: ساتھ/رہوار: گھوڑا/دلاور: بہادر/ہمسر: مثال

(۸)

ہو معرکہ گر عسکرِ کرّار کو لاؤ
داماد و ولد اور علمدارؑ کو لاؤ
ہر ہمدم و ہمدرد و مددگار کو لاؤ
گر ولولۂ حملہ ہو رہوار کو لاؤ

درد و الم و صدمہ ہو گر راہِ عدم لو
دل کو ہو اگر حوصلہ صمصامِ دو دم لو

معرکہ: لڑائی/عسکر: فوج/ہمدم: دوست/ولولہ: جذبہ/رہوار: گھوڑا/الم: رنج/راہ عدم: فنا کی راہ، موت کا راستہ
صمصام: تلوار/دودم: دودھاری

(۹)

لو سروَرِ و سردارِ دو عالم ہوا اسوار
وہ وار حسامِ اسدؒاللہ کا رہوار
صمصام دَو دَم اور وہ رہوار ہُما وار
وہ حُور وہ آہو وہ ہوا وہ ملک اطوار

رہوار وہ رہوار وہ رہوار ہوا گرد
حُور و ملک و آہو و طاؤس ہُما گرد

اسوار: سوار/حسام: تلوار/اسدؒاللہ: حضرت علیؓ کا لقب/رہوار: گھوڑا/صمصام: تلوار/ آہو: ہرن/ملک اطوار: فرشتہ صفت/ گرد ہوا: تیز رفتار ہوا/طاؤس: مور/ہُما: خیالی پرندہ

---

(۱۰)

سردارِ دو عالمؐ سا سوار اور وہ گھوڑا
دوڑا وہ اگر کوہ دمِ رم ہوا روڑا
اک لمحہ رُکا گر وہ ہوا کا ہُوا کوڑا
کوڑا وہ ہوا کا ہوا لو اس کو وہ موڑا

گھوڑا دمِ حملہ ملک اطوار اوڑا وہ
اور آہو و طاؤس و ہما وار اوڑا وہ

رم: دوڑنا/ملک اطوار: فرشتہ صفت/آہو: ہرن/طاؤس: مور/ہما: خیالی پرندہ

(۱۱)

راہوار وہ رہوار کہ طاؤس و ہما گرد
رہوار وہ رہوار کہ ہو مہرِ سما گرد
رہوار وہ رہوار کہ آہو و ہوا گرد
رہوار وہ رہوار کہ ہر وہمِ رسا گرد

اس سرورؐ و سردارؐ کا رہوار وہ رہوار
اُڑ کر ہوا حور و ملک اطوار وہ رہوار

رہوار: گھوڑا/ طاؤس: مور/ ہما: خیالی پرندہ جو قسمت پرداز ہوتا ہے/ مہرِ سما: آسمان کا سورج/ آہو: ہرن/ وہم رسا: بلند اندیشہ/ ملک اطوار: فرشتہ صفت

---

(۱۲)

حملہ ور اِدھر احمدؐ مرسل کا ہوا لال
لو کھولا حسامِ اسدُاللہ کا رومال
گر کر لہو اعدا کا ہوا لو دِگر احوال
سر اس کا گرا اور وہ دھڑ اُس کا ہوا لال

صمصام کو روکا وہ ہوا سرد ہر اک گُرد
اور عسکرِ اعدا کا ہوا گرد ہر اک گُرد

دگر احوال: صورت دیگر/ دھڑ: بدن/ صمصام: تلوار/ عسکر: فوج/ گُرد: پہلوان

(۱۳)

لو عسکرِ اعدا کا وہ اَسوار ہوا دو
اسوار وہ دو اور وہ رہوار ہوا دو
راہوار وہ دو اور وہ سالار ہوا دو
سالار وہ دو اور علمدارؔ ہوا دو

بگر کر وہ دم اکھڑا اِدھر اس کا اُدھر اُس کا
دھڑ اس کا دمِ حملہ الگ اور سر اُس کا

عسکرِ اعدا: دشمن کی فوج/ اسوار: سوار/ رہوار: گھوڑا/ دھڑ: بدن

(۱۴)

اک وار حسامِ اسدؔاللہ کا گر ہو
دلِ مردہ اِدھر اور ہُوا روح اُدھر ہو
دھڑ کا ہو دلاور کو الگ گُرد کا سر ہو
دو ڈھال ہو دو صدر دو رہوار و کمر ہو

ہو مہر کہ ہو ماہ کہ کہسار ہو دو ہو
صمصامِ دو دم کا اگر اک وار ہو دو ہو

حسام: تلوار/ دھڑ کا: ڈر/ دلاور: بہادر/ گُرد: پہلوان/ صدر: سینہ/ رہوار: گھوڑا/ مہر: سورج/ ماہ: چاند/ کہسار: پہاڑ/ صمصام: تلوار

(۱۵)

سردارِ دو عالم اسدُاللہ کا اِدھر ماہ
اور حاکمِ اعدا عمرسعد اُدھر آہ
دس لاکھ عدو ایک حسامِ اسدُاللہ
صمصام اِدھر اور اُدھر ہر سرِ گمراہ

وہ دو ہوا رہوار اُڑا سر وہ عدو کا
صحرا کو ملا حلّۂ احمر وہ لہو کا

رہوار: گھوڑا/حلّہ: جنّتی لباس/احمر: لال/عدو: دشمن/حسام،صمصام: تلوار

(۱۶)

لو دُور ہوا ولولۂ عسکرِ مکّار
حملہ وہ اسد کا ہوا صمصام کا وہ وار
اعدا کا گرا دھڑ وہ اُڑا ہر سرِ سردار
وہ سرد ہوا لو وہ ہوا دو مع رہوار

دَہلا وہ ہر اک کوہ ہوا رعد کو دھڑ کا
اعدا کو ہوا ڈر عمرسعد کو دھڑ کا

ولولہ: جذبہ/عسکرِ مکّار: ریاکار فوج/اسد: شیر سے مراد امام حسینؑ ہیں/اعدا: دشمن/مع: ساتھ/دہلا: کانپا/کوہ: پہاڑ/رعد: گرج/دھڑکا: طیش قلب، ڈر

(۱۷)

اک وار ہوا عسکرِ مکّار کو مارا
عسکر کو وہ مارا وہ علمدار کو مارا
مارا وہ علمدار کو سالار کو مارا
سالار کو مارا وہ ہر اسوار کو مارا

اسوار کو مارا ہوا رہوار اِدھر دو
رہوار اِدھر دو ہوا کہسار اُدھر دو

عسکرِ مکّار: ریاکار فوج/اسوار: سوار/رہوار: گھوڑا/کہسار: پہاڑ

(۱۸)

وہ ڈر ہوا صمصام کا دہلا دلِ ہر مرد
صدمہ وہ ہوا روح کو وہ دل کو ہوا درد
سرگرم حسامِ اسدؒاللہ عدو سرد
وہ عسکرِ اعدا کا ہر اک گُرد ہوا گرد

رہوار اُدھر دو ہوا اسوار اِدھر دو
لو سر ہوا اعدا کا مع صدر و کمر دو

صمصام: تلوار/سرگرم: مشغول/عسکر اعدا: دشمن کی فوج/رہوار: گھوڑا/اسوار: سوار/مع: ساتھ/صدر: سینے

(۱۹)

صمصام دَو دَم کا ہوا سردار کو دھڑکا
سردار کو دھڑکا ہوا سالار کو دھڑکا
سالار کو دھڑکا ہوا اَسوار کو دھڑکا
اسوار کو دھڑکا ہوا رہوار کو دھڑکا

رہوار کو دھڑکا ہوا عُسکر کو ہوا ڈر
عسکر کو ہوا ڈر کہ ہر اک سر کو ہوا ڈر

صمصام دَودَم: دودھاری تلوار/ دھڑکا: خوف/ اسوار: سوار/ عسکر: فوج

(۲۰)

گر وار ہو صمصامِ امامؑ دو سرا کا
گرگ و اسد و آہو و طاؤس و ہما کا
روح و دل و وہم و ہوس و حرص و ہوا کا
حور و ملک و مہر ومہ و لوح و سما کا

کہسار کا صحرا کا ادھر حال دِگر ہو
اور سر الگ اس عسکرِ اَعدا کا اُدھر ہو

امامؑ دوسرا: دوجہانوں کے امامؑ/ گرگ: بھیڑیا/ اسد: شیر/ آہو: ہرن/ طاؤس: مور/ ہما: خیالی پرندہ، خوش نصیبی کی علامت/ وہم: اندیشہ، خوف/ ہوس/ لالچ/ مہر: سورج/ مہ: چاند/ سما: آسمان/ حال دگر: حال تباہ/ عسکر: فوج/ اعدا: دشمن

(۲۱)

اعدا کو حسامِ اسدُاللہ کا ہوا ڈر
دَرہم ہوا سارا عمرِ سعد کا لشکر
آمادۂ حملہ ہوا اک گُردِ دلاور
اور ہمسرِ سرور ہوا رہوار اڑا کر

للکارا عدو سرورِ سردارِ اُمم کو
لو وار ہمارا کرو رَدّ روک لو ہم کو

اعدا: دشمن / حسام اسدُاللہ: ذوالفقار حیدری / درہم ہوا: تباہ ہوا / گُرد: پہلوان / دلاور: بہادر / ہمسر ہوا: مقابلے پر آنا / سردارِ اُمم: امتوں کے سردار سے مراد امام حسینؑ ہیں / رد کرنا: بےکار کرنا

(۲۲)

اک وار ہمارا ہو اگر سرورؒ و سردار
ہر گُرد ہو سُرمہ دمِ حملہ معِ کہسار
گا وہ ہو کہ ہو طوس کہ ہو سام سا اَسوار
ہمسر اگر آ کر ہو وہ دو ہو معِ رہوار

اُس دم اگر اک وار ہو صمصامِ دَو دَم کا
دھڑ دُور ہو سر دُور ہو سردارِ اُمم کا

سرور و سردار سے مراد امام حسینؑ ہیں / گُرد: پہلوان / سر ہونا: ریزہ ریزہ ہونا / معِ کہسار: پہاڑ کے ساتھ / طوس: شہر شہد کا پہاڑ / سام: نامی پہلوان / ہمسر ہونا: مقابلے پر آنا / رہوار: گھوڑا / صمصام ذو دم: دودھاری تلوار

(۲۳)

اس دم دمِ حملہ ہو اگر وار ہمارا
ہو دھوم کہ سالار کو سردار کو مارا
مدّاح ہو عسکر عمرِ سعد کا سارا
گر معرکہ ہو سروڑ و سرداڑ گوارا

صمصام لو حملہ کرو رہوار اڑا کر
دکھلاؤ حسامِ اسدؐ اللہ کو آ کر

مداح: تعریف کرنے والا / عسکر: فوج / معرکہ: لڑائی / رہوار: گھوڑا / حسام اسدؐ اللہ سے مراد ذوالفقار ہے

(۲۴)

صمصام وہ صمصام گر اِک وار ہو اس کا
دارا کو ہو ڈر اور ہو کاؤس کو دھڑ کا
ہو کوہِ احد گرد سرِ طور ہو سُرما
دل کو ہو اگر حوصلہ آؤ سرِ صحرا

رہوارِ ہماوار ملک وار کو روکو
صمصام کو لو ڈھال کو لو وار کو روکو

صمصام: تلوار / دارا اور کاؤس: نامی پہلوان (شاہنامے کے کردار) دھڑکا: خوف / طور: کوہِ طور / احد: پہاڑ ہے جو تلمیح کے طور پر استعمال ہوتا ہے / رہوار: گھوڑا / ہماوار: تیز رفتار / ملک وار: فرشتہ صفت

(۲۵)

سردارِ دو عالم مرا اِک وار اگر ہو
کہسار کو دھڑکا ہو مہ و مہر کو ڈر ہو
ہو طوس کا دھڑ دور الگ سام کا سر ہو
گاؤ ہو اگر دو وہ مع صدر و کمر ہو

داماد و ولد اور علمدارؔ ہو لاؤ
گر ہمدم و ہمدرد مددگار ہو لاؤ

سردارِ دو عالم سے مراد دو جہاں کے سردار امام حسینؑ ہیں/ کہسار: پہاڑ/ دھڑکا: خوف/ مہ: چاند/ مہر: سورج/ طوس، سام، گاؤں: (نامی پہلوان ہیں۔/ مع: ساتھ/ صدر: سینہ/ ولد: بیٹا/ ہمدم: ساتھی

(۲۶)

دھڑکا ہو اگر دل کو مددگار کو لاؤ
گر ولولۂ حملہ ہو کرّار ہو آؤ
رہوارِ ہماوار و ملک وار اڑاؤ
اک وار حسامِ اسدؔاللہ کا دکھاؤ

آگاہ ہو معلوم ہو سردارِ اُمم کو
دس لاکھ کو لوہار اگر مار لو ہم کو

دھڑکا: خوف/ ولولہ: جوش/ کرّار: بھگانے والا، حضرت علیؑ کا لقب/ حسام: تلوار

(۲۷)

لو وار ہوا سرورؑ و سردارِ اُمم کا
اور رحم و کرم دُور ہوا اہلِ کرم کا
وہ حملہ ہوا وار وہ صمصام دُو دَم کا
رہرو ہوا مردود رہِ مُلکِ عدم کا

سر دو ہوا دھڑ دو ہوا مکّار ہوا دو
وہ گُرد دلاور مع رہوار ہوا دو

صمصامِ دُو دَم سے مراد ذوالفقار ہے/رہرو: مسافر/مردود: رد کیا ہوا/ملکِ عدم: فنا کا/گُرد: پہلوان/
دلاور: بہادر/مع: ساتھ/رہوار: گھوڑا

(۲۸)

اک حملۂ سرورؑ ہوا مردود کو مارا
مکّار ڈرا اور دمِ معرکہ ہارا
کاوس کو دھڑکا ہوا دہلا دِل دارا
درہم ہوا عسکر عمر سعد کا سارا

اسوار اِدھر دو ہوا رہوار اُدھر دو
سردار اِدھر اور علمدار اُدھر دو

مردود: رد کیا ہوا/لعنتی/معرکہ: لڑائی/کاوس اور دارا نامی پہلوان/عسکر: فوج/درہم ہوا: تتر بتر ہوا/اسوار: سوار/رہوار: گھوڑا

(۲۹)

اک وار ہوا عسکرِ مکّار ہوا گرد
عسکر وہ ہوا گرد وہ سالار ہوا گرد
سالار ہوا گرد علمدار ہوا گرد
ہر گُردِ دلاور مع رہوار ہوا گرد

ڈر اہلِ سما کو ہوا اور حُور کو صدمہ
کہسار کو دھڑکا ہوا اور طور کو صدمہ

عسکر: فوج / گُرد: پہلوان / مع رہوار: گھوڑے کے ساتھ / اہلِ سما: آسمان والے / کہسار: پہاڑ

(۳۰)

وہ سرور و سردار وہ صمصام وہ رہوار
وہ طور اسدُاللہ کا صمصام کا وہ وار
رہوار وہ رہوارِ ہما و مَلک اطوار
اور ہمہمہ اس کا وہ دمِ حملہ اسد وار

ڈر حور و مَلک کو ہوا اور دام کو دَد کو
دھڑکا سرِ صحرا ہُوا ہر گرگ و اسد کو

صمصام: تلوار / رہوار: گھوڑا / طور: کوہ طور، تلمیح / ہما: خیالی پرندہ خوش نصیبی کی علامت / دام: چرندے / دَد: درندے / دھڑکا: خوف / گرگ: بھیڑیا / اسد: شیر

(۳۱)

صمصام وہ صمصام، وہ سردارِ دو عالم
رہوار کا عالم مَلک و حور کا عالم
عسکر ہوا سارا عمرِ سعد کا درہم
سر کا ہوا دھڑکا ہر اک اسوار کو اس دم

رو کر کہا: رہوار ہواگام کو روکو
لِلّٰہ کرو رحم کہ صمصام کو روکو

صمصام: تلوار/رہوار: گھوڑا/عسکر: لشکر/دھڑکا: خوف/اسوار: سوار/ہواگام: ہوا کی طرح تیز دوڑنے والا گھوڑا

(۳۲)

سردارِ دو عالم کرم و مہر و عطا ہو
لِلّٰہ حسامِ اسدؒاللہ کو روکو
رہوار ہماوار کو لو روک لو دم لو
حلاّلِ مہم رحم کرو راہ دو ہم کو

مالک ہو مددگار ہو سردارِ اُمَم ہو
کامل ہو دلاور ہو مگر اہلِ کرم ہو

کرم: بخشش/مہر: محبت/لِلّٰہ: اللہ کے واسطے/حسام اسدؒاللہ: ذوالفقار/رہوار: گھوڑا/ہماوار: خیالی پرندے کی طرح خوش نصیب اور تیز رفتار/ حلالِ مہم: لڑائی جیتنے والا/امم: اُمتیں/دلاور: بہادر

(۳۳)

گمراہ ہوا حاکمِ مکار ہمارا
لو رحم دکھاؤ اسدؒاللہ کا سارا
ہو مہر کہ عسکرِ عمرِ سعد کا ہارا
سردارِ دو عالم کو ہوا رحم گوارا

صدمہ ہوا کو دل کو مگر آہ کو روکا
رہوار و حسامِ اسدؒاللہ کو روکا

اسداللہ: اللہ کا شیر، حضرت علی کا لقب/رہوار: گھوڑا/حسام: تلوار

(۳۴)

راحم ہوا معصوم اسدؒاللہ کا دلدار
صمصام کو روکا مع رہوار ہماوار
آمادۂ حملہ ہوا اس دم ہر اک اسوار
دوڑا عمرِ سعد مع عسکرِ مکار

اک سرورؑ و سردارؑ اُمم لاکھ عدو گرد
گھرا وہ ہر اک گھاؤ وہ صحرا وہ لہو گرد

راحم ہوا: رحم کرنے والا/اسدؒاللہ: اللہ کا شیر/مع رہوار: گھوڑے کے ساتھ/اسوار: سوار/مع عسکر: لشکر کے ساتھ/عدو: دشمن/گھاؤ: زخم

(۳۵)

وہ درد وہ صدمہ وہ مددگارِ دوعالم
وہ موسمِ گرما وہ مددگارِ دوعالم
وہ عسکرِ اعدا وہ مددگارِ دوعالم
وہ وار ہر اک کا وہ مددگارِ دوعالم

دس لاکھ عدو اور وہ اک اہلِ کرم آہ
صمصام سُہا دم اور وہ سردارِ اُمم آہ

عسکرِ اعدا: دشمن کا لشکر/عدو: دشمن/سُہا: چھوٹا تارا

(۳۶)

اس عسکرِ مکّار کو طمع گُہر و مال
دس لاکھ عدو گرد وہ معصومہؑ کا اک لال
وہ حال امامؑ اور وہ رہوار کا احوال
وہ گھاؤ سراسر وہ لہو اور وہ سر لال

لو سرورؑ و سردارؑ و مددگار گرا آہ
وردا اسدؑ اللہ کا دلدار گرا آہ

عسکر/مکّار: ریاکار فوج/طمع: لالچ/گُہر: موتی، جواہرات/عدو: دشمن/احوال: حال کی جمع/گھاؤ: زخم/وردا: افسوس/دلدار: دلبر، پیارا

(۳۷)

وہ گرد وہ سردارِ اُمَم کا سر و رُو آہ
حملہ اُدھر اعدا کا اِدھر گرد لہو آہ
وہ صدر امامِ دوسرا کا وہ عدو آہ
صمصام دُو دَم اور وہ سرورؐ کا گلو آہ

صد آہ کہ معصومؑ کو کرّار کو مارا
سردارِ اُمَم سرورؐ و سالار کو مارا

سردارِ اُمم: اُمتوں کا سردار/اعدا: دشمن/صدر: سینہ/کرّار: بھگانے والا، حضرت علیؑ کا لقب

(۳۸)

آؤ اسدُاللہ مددگار کو مارا
آؤ اسدُاللہ کہ کرّار کو مارا
آؤ اسدُاللہ کہ سردار کو مارا
آؤ اسدُاللہ کہ سالار کو مارا

معصومؑ کا مردہ ہو ہر اک اہلِ حسد ہو
آؤ اسدُاللہ مددگارِ ولد ہو

اسدُاللہ: اللہ کا شیر، حضرت علیؑ کا لقب/ولد: بیٹا/مددگار: مدد کرنے والا

(۳۹)

صدمہ ہوا روحِ اسدؐاللہ کو اُس دم
اور حال رسولؐ دوسرا کا ہوا دَرہم
صد آہ وہ دردِ دلِ معصومۂ عالم
وہ صدمہ وہ حالِ حرمِ سرورِؐ اکرم

رو کر کہا: لو سرورؐو سردارؐ کو مارا
آوَ اسدؐاللہ کے دلدار کو مارا

اسداللہ: اللہ کا شیر/ دلدار: دلبر

(۴۰)

مردود کو کس طرح ہوا آہ گوارا
معصومؑ کو سالار کو کرّار کو مارا
صد آہ عدم سرورؐ و سردارؐ سدھارا
دردا وہ ممد اور وہ مددگار ہمارا

دھڑ دور ہو اہلِ کرم و مہر و عطا کا
اور سر ہو الگ آہ امامِؑ دوسرا کا

مردود: لعنتی/ عدم: آخرت (بعد مرگ)/ دردا: افسوس/ ممد: مدد کرنے والا/ دھڑ دور ہونا: مرجانا/ اہل کرم ومہر وعطا: اہل بخشش، محبت اور نوازش

(۴۱)

وہ سرورِ معصوم وہ مہر اسدؑ اللہ
معدوم وہ معصومۂ عالم کا ہوا ماہ
درد ہوا مسرور دلِ عسکرِ گمراہ
درد و الم و صدمہ حرم کو ہوا صد آہ

حور و ملک و لوح و سما کو ہوا صدمہ
صد آہ رسولؐ دو سرا کو ہوا صدمہ

مہر: سورج / اسدؑ اللہ: حضرت علیؑ کا لقب اللہ کا شیر / معدوم: غروب، غائب / معصومہ عالم: حضرت فاطمہؑ / درد: افسوس / مسرور: خوش / عسکرِ گمراہ: گمراہ لشکر / الم: رنج / لوح و سما: تختی اور آسمان

(۴۲)

اعدا کو ہوا حکمِ عمر کا اِدھر آؤ
اوّل دلِ اہلِ حرم اس طرح دُکھاؤ
ہمراہ سرِ سرورؑ و سردارؑ کو لاؤ
اور وہ سرِ سردارِ اُمَمِ کُل کو دکھاؤ

مسرور ہو دل لو گھر و مال و درم کو
اور آگ لگا کر کرو محصور حرم کو

اعدا: دشمن / اہلِ حرم: اہلِ بیت / کل: تمام / مسرور: خوش / گھر و مال: سونا اور مال / محصور: قید کرنا

(۴۳)

مسمار کرو گھر حرمِ اہلِ کرم کا
مورد ہو دلِ مردہ ہر اک دَرد و اَلَم کا
لعل و گہر و مال لو کُل اہلِ حرم کا
ہمراہ لو سر سروَرؑ و سردارِ اُمَم کا

حاکم کو دکھا کر کہو کرّار کو مارا
لو عہدہ کہ معصومؑ کو سردارؑ کو مارا

مسمار: ڈھانا/حرم اہلِ کرم سے مراد اہلِ بیت ہیں/مورد: باعث/لعل و گہر: جواہر، موتی/سردار اُمم: امتوں کے سردار/کرّار: نہ بھاگنے والا/عہدہ: منصب

(۴۴)

صد آہ کہ ہو آلِ محمدؐ کا کُھلا سر
صدمہ اسدُاللہ کو ہو کہرام ہو گھر گھر
مسمار ہو معصومہؑ کا گھر آہ سراسر
مسرور ہو دردا عمرِ سعد کا عسکر

داؤدؑ کو روح اللہؑ و موسیٰؑ کو ہو صدمہ
حُور و ملک و آدمؑ و حوّاؑ کو ہو صدمہ

کہرام: غُل/مسمار: گرانا، ڈھانا/سراسر: تمام/مسرور: خوش/دردا: افسوس/عسکر: لشکر/روح اللہ: حضرت عیسیٰ

(۴۵)

صد آہ وہ معصومؑ وہ معصومہ کا دلدار
وہ ماہِ رسولؐ دوسرا اور وہ کرّار
مہرِ اسدُاللہ ملک و حُور کا سالار
وہ سرورؑ و سردارؑ دو عالم کا مددگار

وہ گرد وہ صحرا وہ لہو آہ ہو اُس کا
صمصام عدو اور گُلو آہ ہو اس کا

کرّار: بھگانے والا، حضرت علیؑ کا لقب/ صمصام: تلوار/ عدو: دشمن

(۴۶)

وردا ہو امامؑ دو سرا اور ہو صمصام
ہو مالک و سردارؑ گھرا اور ہو صمصام
معصومؑ ہو وہ محوِ دُعا اور ہو صمصام
صد آہ ہو سرورؑ کا گلا اور ہو صمصام

ہو صدرِ امامِ اُممؑ اور دلِ حسد ہو
الماء ہو وِرد اور اسدُاللہ کا اسد ہو

وردا: افسوس/ صمصام: تلوار/ محوِ دعا: دعا میں مشغول/ صدر: سینہ/ امم: اُمتیں/ الماء: پانی/ ورد: بار بار کہنا/ اسد: شیر

(۴۷)

مسرور ہو وردا عمرِ سعد کا عسکر
مہموم ہر اک اہلِ حرم آہ ہو رو کر
وہ آگ وہ صحرا وہ الم اور وہ صرصر
آلودۂ گرد آہ وہ معصومؓ وہ سرورؓ

وردا کہ ہو روحِ اسدؒاللہ کو صدمہ
ہو مہر و سماء و سمک و ماہ کو صدمہ

مسرور: خوش/ وردا: افسوس/ عسکر: لشکر/ مہموم: مغموم/ الم: رنج/ صرصر: آندھی/ آلودۂ گرد: گرد میں اٹا ہوا/ مہر: سورج/ سما: آسمان/ سمک: مچھلی

(۴۸)

وہ طاہر و اطہر اسدؒاللہ کا دلدار
سردارِ دو عالم ملک و حور کا سالار
معصومہؓ کا وہ لال محمدؐ کا وہ اسوار
دھڑ اس کا ہو آلودۂ گرد اور سُمِ رہوار

صد آہ ہو اس سرورؓ و سردارؓ کا سر دُور
ہر دلِ حرم اس کا ہو دور اور ہو گھر دور

طاہر و اطہر: پاک پاکیزہ/ اسدؒاللہ: اللہ کا شیر، حضرت علیؓ کا لقب/ دلدار: دلبر/ اسوار: سوار/ دھڑ: بدن/ سُمِ رہوار: گھوڑوں کی نعلیں

(۴۹)

وہ گرد وہ صحرا وہ لہو اہل حرم کا
دھڑ دُور وہ سردار و مددگار اُمم کا
وہ عسکرِ مکّار وہ گھر اہلِ حرم کا
مورد ہوا دردو الم و صدمہ وہم کا

صدمہ ہوا روحِ اسدؔاللہ کو سوا آہ
لو روؤ کہ سر آلِ محمدؐ کا کٹا آہ

اہل حرم سے مراد اہل بیت ہیں/ دھڑ: بدن/ اُمم: ملتیں، اُمتیں/ مورد: باعث ہوا/ الم: رنج/ وہم: خوف

(۵۰)

مہرِ اسدؔاللہ کرم و مہر عطا ہو
لِلّٰہ کرو رحم امامؑ دو سرا ہو
لو واسطہ معصومؑ کا مسموع دُعا ہو
مادح کو عطا حُور و ارم اس کا صلہ ہو

حلاّلِ مہم راقؔ ہر اہلِ حسد ہو
سردارِ اُمم آؤ مددگارِ مدد ہو

مہر: محبت/ اسدؔاللہ: اللہ کا شیر/ کرم و مہر: محبت بخشش/ لِلّٰہ: اللہ کے واسطے/ مسموع: مقبول، سننے کے لائق/ مادح: تعریف کرنے والا/ ارم: جنت/ حلالِ مہم: لڑائی جیتنے والا/ راد: رد کرنے والا/ مدد: تخلص قاری یعقوب علی نصرت

کتابیات

آبِ حیات	مولانا محمد حسین آزاد	رام نرائن بینی مادھو، الہ آباد ۱۹۶۴ء
ابواب المصائب	مرزا سلامت علی دبیر	مطبع یوسفی، دہلی، ۱۸۷۶ء
اُسلوب	عابد علی عابد	اسرار کریمی پریس، الہ آباد، ۱۹۷۶ء
اُردو مرثیے میں مرزا دبیر کا مقام	ڈاکٹر مظفر حسن ملک	مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۶ء
انیس شناسی	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ	گلوب آفسٹ پریس، دہلی، ۱۹۸۱ء
اردو مرثیے کا ارتقا	ڈاکٹر مسیح الزماں	دلّی پرنٹنگ پریس، آلہ آباد، ۱۹۶۹ء
اُردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۴ء
انتخاب مراثی دبیر		رام نارائن، الہ آباد ۱۹۶۴ء
المیزان	سید نظیر الحسن رضوی فوق	مطبع فیض عام، علی گڑھ، ۱۹۱۶ء
انتخاب مراثی دبیر	ڈاکٹر اکبر حیدری	اُتر پردیش اُردو اکیڈمی، لکھنو، ۱۹۸۰ء
اُردو مرثیے کے پانچ سو سال	عبدالروف عروج	کراچی، ۱۹۶۱ء
باقیاتِ دبیر	ڈاکٹر اکبر حیدری	مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، ۱۹۹۴ء
پیمبرانِ سخن	شاد عظیم آبادی	لاہور، ۱۹۷۴ء
تفہیم البلاغت	وہاب اشرفی	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۴ء
تلاشِ دبیر	کاظم علی خان	لکھنؤ، ۱۹۷۹ء
دبستانِ دبیر	ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی	نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۶۶ء
دربارِ حسین	افضل حسین ثابت لکھنوی	مطبع اثنا عشری، دہلی، ۱۳۳۸ھ
حیاتِ دبیر حصۂ اوّل	افضل حسین ثابت لکھنوی	مطبع سیوک سٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۳ء
حیاتِ دبیر حصۂ دوم	افضل حسین ثابت لکھنوی	مطبع سیوک سٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۵ء
دفترِ ماتم، جلد اوّل تا جلد بستم	دبیر	مطبع احمدی، لکھنؤ، ۱۸۹۶ء، ۱۸۹۷ء
دفترِ دبیر	ڈاکٹر ہلال نقوی	محمدی ایجوکیشن پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۵ء

رزم نامۂ دبیرؔ	سرفراز حسین خبیرؔ لکھنوی	نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء
رزم نگارانِ کربلا	ڈاکٹر سیّد صفدر حسین صفدرؔ	ندرت پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۷ء
رباعیاتِ دبیرؔ	مرتّب: سیّد سرفراز حسین خبیرؔ لکھنوی	نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء
اُردو رباعیات	ڈاکٹر سلام سندیلوی	نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۶۴ء
سبع مثانی	مرتّب سیّد سرفراز حسین خبیرؔ لکھنوی	نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۳۴۹ھ
''رسالہ سرفراز'' لکھنؤ دبیرؔ نمبر	مرتّب کاظم علی خان	سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۵ء
شعارِ دبیرؔ	مرتّب مہذبؔ لکھنوی	یونائیٹڈ پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۱ء
شاعرِ اعظم مرزا دبیرؔ	پروفیسر اکبر حیدری	اردو پبلشرز، لکھنؤ، ۱۹۷۶ء
شمس الضحٰی	مولوی صفدر حسین	مطبع اثنا عشری، دہلی، ۱۲۹۸ھ
ماہنامہ ''کتاب نما'' دبیرؔ نمبر	مرتّب: عبدالقوی دسنوی	مکتبۂ جامعہ ملیہ، نئی دہلی، ۱۹۷۵ء
کاشف الحقائق جلد اوّل	امداد امام اثرؔ	مطبع اسٹار آف انڈیا، ۱۸۹۷ء
کاشف الحقائق جلد دوم	امداد امام اثرؔ	مکتبۂ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۶ء
فسانۂ عجائب	رجب علی بیگ سرورؔ	سنگم پبلشرز، الٰہ آباد، ۱۹۶۹ء
مرزا دبیرؔ اور ان کی مرثیہ نگاری	ڈاکٹر نفیس فاطمہ	لیتھو پریس، پٹنہ، ۱۹۸۷ء
مراثی دبیرؔ، جلد اوّل	مرزا دبیرؔ	نول کشور پریس، لکھنؤ، ۱۸۷۵ء
مراثی دبیرؔ، جلد دوم	مرازا دبیرؔ	نول کشور پریس، لکھنؤ، ۱۸۷۶ء
ماہِ کامل	مہذبؔ لکھنوی	سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۶۱ء
مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری	ایس اے صدیقی	راحت پریس، دیوبند، ۱۹۸۰ء
مرزا سلامت علی دبیرؔ	ڈاکٹر محمد زمان آزردہؔ	مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، ۱۹۸۵ء
ماہِ نو، راولپنڈی، دبیرؔ نمبر	مدیر فضل قدیر	راولپنڈی، ۱۹۷۵ء
موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ از شبلی نعمانی	ڈاکٹر فضل امام	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۸ء
نادراتِ مرزا دبیرؔ	ڈاکٹر صفدر حسین	چمن بک ڈپو، دہلی، ۱۹۷۷ء
واقعاتِ انیسؔ	سیّد مہدی حسن احسنؔ لکھنوی	مطبع اصح المطابع، لکھنؤ، ۱۹۰۸ء
یادگارِ انیسؔ	میر احمد علوی	سرفراز پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۷ء